[illegible]

تصوف و سلوک کی حقیقت و معرفت کے مسائل و اعمال ذکر کا بہترین مجموعہ

تصوف کی بہترین کتاب

رموز طریقت و اسرار معرفت

مؤلفہ

شیخ الطریقت واقف اسرار المعرفت ہادی الرجال عارف الرحمان حضرت

مولانا صوفی مجاہد الاسلام ہاشمی نقشبندی مجددی حنفی مدظلہ العالی۔

باہتمام

حضرت مولانا سید محمد یاسین صاحب سلہٹی پیش امام جمعہ مسجد بمبئی نمبر ۳

ملنے کا پتہ

مدرسہ کاشف العلوم۔ نور پور۔ ڈاک خانہ راستی پورہ

ضلع ڈھاکہ (مشرقی پاکستان)

ایل پریس۔ بمبئی ۳

[illegible]

فہرست مضامین

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

نورِ خیالات و دینی و معرفتِ معنوی حاصل کرنے کا بہترین مجموعہ و تفسیر ذخیرہ

تصوّف کی بہترین کتاب

رموزِ طریقت و اسرارِ معرفت

مصنف

شیخ الطّریقت واقفِ الاسرار و معرفت ہادی الزّماں عارفِ السبحان حضرت مولانا صوفی

مجاہد الاسلام سلہٹی نقشبندی مجددی حنفی مدظلہ العالی

باہتمام

حضرت مولانا سیّد عزیز الرحمٰن صاحب سلہٹی ۔ پیش امام مسجد مرغی محلہ ۔ بمبئی ۳

ملنے کا پتہ

مدرسہ کاشف العلوم نور پور

ڈاک خانہ رائے پورہ ۔ ضلع ڈھاکہ (مشرقی پاکستان)

ہدیہ ۔ دو روپیہ آٹھ آنہ

تقریظ

عالم حقانی حضرت مولانا صوفی عبدالعزیز صاحب بہاری مدظلہ العالی صدر مدرس
مدرسہ دارالعلوم امدادیہ بمبئی نمبر ۳

اللہ تعالیٰ عزاسمہ جب اپنے بندوں سے دینی خدمات لینا چاہتا ہے تو ان کے دلوں میں ایمانی روح اور معرفت الٰہی کا تصور پیدا کردیتا ہے جس سے دینی سوز و گداز و عشق و محبت کا صحیح جذبہ ان میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ ان ہی لوگوں میں قابل قدر ہستی مولانا صوفی مجاہد الاسلام صاحب کی ہے۔ علیم و حکیم نے ان کو وہ دل دیا ہے جس میں دین کا درد اور اس کی راہ میں اصلاحی و تبلیغی کوشش ان کی زندگی کا مشن بن گیا ہے پیش نظر کتاب رموز طریقت و اسرار معرفت ممدوح کی تصنیف ہے جس میں سلوک کے اعمال و اشغال بیان کئے گئے ہیں اور یہ بتلایا گیا ہے کہ تزکیۂ نفس، تصفیۂ عناصر، و حصول قرب الٰہی کے اسباب و لوازمات کیا ہیں۔ کس طرح ایک انسان روحانی کمالات حاصل کرسکتا ہے۔ غرضکہ تصوف کے موضوع پر یہ بہترین کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے استفادہ کی توفیق بخشے۔

احقر عبدالعزیز عفی عنہ بہاری، صدر مدرس
دارالعلوم امدادیہ بمبئی ۳

اطلاع

اس کتاب کی کل رقم مع منافع اور طباعت کے جملہ حقوق بنام مدرسہ کاشف العلوم نور پور ضلع ڈھاکہ وقف ہیں۔ لہذا کوئی صاحب مدرسہ کمیٹی کی اجازت کے بغیر چھپوانے کا ارادہ نہ فرمائیں۔

احقر مجاہد الاسلام سلہٹی

اس کے جوہر لوگوں سے پوشیدہ ہونے لگے۔ مجھے اس پاکیزہ علم کی تبلیغ میں دربدر گھومنے سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ کے طبقات صوفیا میں بھی اکثر لوگ اس پاکیزہ علم کے جوہر سے محروم ہیں۔ اور ان میں مختلف قسم کی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ کسی نے تو اس علم کو سکھانے کے بہانے اپنا پیشہ بنا لیا اور کسی نے اس علم کو سکھانے میں بخیلی کی اور کسی نے اپنی نااہلیت کی وجہ سے طالبان حق (اپنے مریدوں) کو اس علم سے محروم رکھا۔ اسی طرح اکثر درویشوں اور صوفی اور بعض مشائخ طالبان حق کو قرب خداوندی و معرفت الٰہی سے بعید پایا۔ اور جو لوگ اس کے طلبگار بھی ہیں ان میں سے اکثر نے غلط راستہ اختیار کر لیا ہے جس کی وجہ سے منزل مقصود تک پہونچنا ان کے لئے نہایت دشوار ہے۔

جب اہل تصوف میں اس قسم کی مختلف غلطیاں دشواریاں اور اس پاکیزہ علم کی ناقدری اور بربادی نظر آئی تو مجھے بہت بڑا صدمہ پہونچا جس کی وجہ سے میں نے ان غلطیوں کی اور اہل تصوف کی اصلاح کے خاطر طبقات صوفیا کے مقامات میں دورہ کیا اور جہاں تک ہو سکا ان کی اصلاح کرتا رہا اسی اثنا میں اہل اسلام کو اس علم کی تحصیل کرنے اور نعمت عظمیٰ سے آشنا کرنے اور راہ قرب و معرفت کی طرف دعوت دینے کا بہترین ذریعہ سوچتا رہا۔ تو ارباب تصوف نے مجھے ایک کتاب لکھنے پر اصرار کیا۔ ان کی طلب صادق اور بار بار اصرار نے مجھے قلم اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ تو اس کتاب کو بفضل الٰہی تصنیف کر کے رموز حقیقت و اسرار معرفت کے نام سے شائع کیا

اس کتاب کی ابتدا میں تصوف کی غایت و اہمیت اور فضائل و ندرت تصوف وغیرہ کو بیان کیا۔ اور درمیان حصہ میں اس بابرکت علم کو حاصل کرنے کا طریقہ (اصول) اور کشف و الہام سیر و سلوک اور جذبہ وغیرہ اور مراقبہ و محاسبہ کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ اور آخری حصہ میں انوار الٰہی کے مقامات فیوضات اور اس کے اسرار رموزات اور انعام و اکرام اپنے وصل و مشاہدات کے مطابق درج کیے ہیں۔ اور عبارت میں دقیق الفاظ کو چھوڑ کر بامحاورہ و سلیس اردو استعمال کی ہے۔ تاکہ اس دقیق "فن لطیف" کو سمجھنے میں کسی کے لئے دشواری نہ رہے۔ اور عوام بھی اسرار خداوندی و رموزات الٰہی اور علم تصوف و طریقت اور معرفت و حقیقت کے انعام و اکرام کے بیانات کو آسانی کے ساتھ سمجھ سکیں میری اس کتاب کے علاوہ بھی دیگر بزرگان دین اور مشائخ طریقت نے اپنی رسائی کے مطابق بہت سی عمدہ عمدہ کتابیں علم تصوف کے موضوع میں تصنیف کی ہیں مثلاً مکتوبات مجدد الف ثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ قَرَّبَ مَنِ اخْتَارَ مِنْ عِبَادِہٖ اِلٰی حَضْرَتِ وِدَادِہٖ وَاصْطَفٰی وَاجْتَبٰی مَنْ اَخْتَارَہٗ مِنْ صَلَحَ لِحَضْرَۃِ اِقْتِرَابِہٖ وَسَقَاہُ مِنْ صَفْوِ شَرَابِہٖ مَا صَفَا۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا شَفِیْعِنَا مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ رَحِیْقِ الْاَرْوَاحِ الصَّفَا ؕ

اما بعد [illegible] اللہ تبارک تعالیٰ کی [illegible] کے قرب و معرفت کا ذریعہ [illegible] کی عبادت [illegible] ہیں۔ اسی واسطے [illegible] ان کو پیدا کرنے کا اصل مقصد [illegible] اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے [illegible] پس انسان کو چاہئے کہ خاص [illegible] دین حق و قرب معرفت کا جوہر [illegible] معرفت حاصل کرنے کے لئے بہترین ذریعہ علم تصوف ہے [illegible] اس علم کو حاصل کرکے اپنے اندر قرب معرفت [illegible] کی راہ طریقت و تصوف پر چل کر [illegible] مقرب [illegible] ہیں اور بفضل الٰہی ہوتے رہیں گے۔ مگر افسوس ہے کہ [illegible] علم سے غافل اور بعید ہونے کے سبب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ ۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِہٖ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ"

شروع کرتا ہوں میں اس بابرکت اللہ عزّوجل کے نام سے جس نے پیدا کیا بندوں کو اپنی حکمت کاملہ سے اور سکھلایا علم اپنے علم سے اور آراستہ کیا اہل اسلام کو عقل سلیم سے اور ہدایت دی ہمیں دین حق (اسلام) پر اپنے فضل سے اور مطمئن کیا اہل حق کو مشاہدہ انوار و اسرار اور قرب و معرفت سے ۔ وہی ذات غیب الغیب میرا حقیقی معبود ہے جس نے پیدا کیا تمام جہان کو لفظ کُن سے اور برگزیدہ بنایا اپنے حبیب پاک سردار الانبیا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو سب مخلوقات میں اپنے فضل و کرم سے ۔ حمد و ثنا کرتا ہوں میں اس پاک ذات کی جو رب ہے عالموں کا اور مالک ہے روز جزا کا ۔ اور مہربان ہے وہ اپنے بندوں پر اور فضل کیا ہم پر ۔ وہ زبردست حکمت والا ہے جس نے پیدا کیا قلم مقدس کو اپنی حکمت سے اور رائج کیا علم کو قلم سے ۔ وہی سبحان و برہان ہے جس نے پاک کیا اپنے دوستوں (انبیاؑ) کو سب گناہوں سے اسی عالم الغیب نے علم کے چند لفظوں کو ظاہر کیا ۔ اور اس کی لطافت کو پوشیدہ کیا عوام پر اور ظاہر کیا خاص پر ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ۔ اور درود و سلام ہو اس نبی دو جہان پر جو شفیع المذنبین اور رحمۃ للعالمین ہیں اور رحمت ہو ان پر جن کا نام پاک محمد رسول اللہ ہے ۔ اور رحمت نازل ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور تمام

رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی مقامات مظہری۔ میں نے اس کتاب میں اپنی رسائی اور مشاہدات کے باہر کوئی دیگر فضول باتیں درج نہیں کی ہے اور نہ شریعت کے خلاف دوسروں کی اتباع کی اور اسرار خداوندی و رموزات باری تعالیٰ اور سلوک کے اصول جہاں تک ہو سکے کھول کھول کر اپنے مشاہدات و تجربات کے مطابق بیان کرنے میں ہمہ تن کوشش کی۔ بارگاہ الہٰی سے امید ہے کہ میری یہ کتاب اہل اسلام اور اہل تصوف و طالبان حق کے لئے بہترین رہنما اور رسیدہ ہونے کا مفید ذریعہ بنے گی۔

اے اللہ تیری رضامندی حاصل کرنے کے لئے اور تیرے بندوں کو راہ حق بتانے کے لئے اور تیرے طلبگاروں کو نفع پہونچانے کے لئے میں نے اس کتاب کو تالیف کیا۔ خدایا! تو میری اس کتاب کو نیکی کے ساتھ عوام میں قبول فرما۔ اور میرے واسطے نجات کا ذریعہ بنا۔ اور اس کتاب پر عمل کرنے والوں کو تیرے قرب و معرفت سے مالا مال کر اور تیرے اسرار و رموزات اور انوار کا مشاہدہ کرا کے عین الیقین کا درجہ عنایت کر۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم محمد وعلیٰ آلہ و اصحابہ واہل بیتہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین ثم آمین۔

خادم المشائخ والعلماء والفقراء

احقر مجاہد الاسلام سلہٹی

مقام لاکھائی سیسور خیر اکاندی، ڈاکخانہ مدنا

ضلع سلہٹ (مشرقی پاکستان)

یکم شوال ۱۳۷۱ھ

یعنی ۲۴ جون ۱۹۵۲ء

کا نام صوفی ہے۔ یعنی خدا کے مخلص بندے کو صوفی کہتے ہیں۔ میرے پیر و مرشد حضرت مولانا سید عبداللہ صاحب پشاوری ثم البانی پتی والدہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صوفی وہ شخص ہے جس کو رب العزت نے معصیت کی گندگی سے صاف کر دیا ہو اور حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ تصوف کا اصل مطلب یہ ہے کہ ایسے اخذ کرکے انسان اپنی ہستی کو عشق خداوندی میں فنا کر دے اور تجلی ذات کے ساتھ زندہ ہو جائے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تصوف کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تجھے اپنی ہستی میں فنا کر دے اور اپنی ہستی (ذات بحت کے علاوہ) سے تجھے زندہ کر دے۔ اور تیری نظر غیر اللہ سے پوری پوری اٹھ جائے۔ غرض کہ صوفی وہ ہے جو شخص نفس کی آفتوں اور برائیوں سے پاک وصاف ہو کر اللہ کی طرف ایک سو ہو جائے اور اس کی محبت میں ہمیشہ غرق رہے اور دنیوی محبت اس کے دل سے پوری محو ہو جائے اور ذکر الٰہی کے سوا دیگر کسی چیز میں اسے آرام محسوس نہ ہو۔ اور اللہ کی اطاعت سے بڑھ کر دیگر کوئی چیز پر لذت نہ آئے اور تصوف کا اصل منشا یہ ہے کہ نفس سے تمام بری باتیں ضائع ہو جائیں اور اللہ کی مرضی کے مطابق ہو جائیں۔ ایک عارف باللہ نے فرمایا ہے کہ صوفیائے کرام کا پاک طریقہ (تصوف) کا پہلا قدم یہ ہے کہ دل کا میدان غیر اللہ سے بالکل پاک وصاف ہو جائے اور خدا کی محبت سے آراستہ ہو جائے۔ اور پچھلا قدم یہ ہے کہ نفس کی شرارتیں بالکل محو ہو کر اوصاف الٰہی تخلقوا باخلاق اللہ سے متصف ہو جائیں۔ اس کے علاوہ تصوف، صوفی کے مطلب میں دیگر بزرگوں کے بھی بہت سے اقوال ہیں۔ حضرت استاد ابو منصور بغدادیؒ (متوفی ۴۲۹ھ) نے ان دونوں لفظوں کے معنوں میں ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں صوفیائے کرام کے ایک ہزار اقوال بہ ترتیب حروف معجم جمع کئے ہیں رسالۂ قشیریہ میں بھی بعض اقوال منقول ہیں۔ جن کے خلاصہ کی اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

اصل تصوف

تصوف کی اصل قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ (سورۂ زمر) یعنی عبادت اخلاص کے ساتھ کرو۔ اس اخلاص کو حدیث جبرئیل علیہ السلام میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حدیث شریف صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بروایت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

انبیاء و مرسلین شہداء و صالحین اور صادقین و کاملین پر۔ اور فضل کرے رب العزت اپنے مقربین اولیاء و ابدال غوث و قطب اور صحابہ مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات پر آمین ثم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

علم تصوّف کا بیان

تصوّف اس علم کا نام ہے جس علم سے معصیت کی گندگی و اندھیری سے نکل کر انوار الٰہی کے ثمرات و رضائے خدا حاصل ہوتی ہو۔ اور جس علم سے تزکیۂ نفوس اور تزکیۂ اخلاق اور تعمیر ظاہر و باطن کی حالتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اور انسان اس علم سے رب العزت کی ذات پاک و صفات کی شناخت اور اس کی حقیقت سے آشنا اور اس کے قرب و معرفت سے مالا مال ہوتا ہے۔ اور اس علم متبرکہ و باطنی خزانہ کو قرآن و حدیث سے چن چن کر نکالا گیا۔ جو مولائے کریم تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے اسی کا نام صراط المستقیم ہے۔ جو انسان اس راہ پر چلے گا بیشک وہ خدا کا پسندیدہ و مقبول بندہ بنے گا کیونکہ اس نورانی علم کا موضوع ذات بحت (خدا) کا تقرب حاصل کرنا ہے۔ اور اس کی غرض و غایت فنائے نفس حاصل کر کے معرفت خداوندی کا حاصل کرنا ہے۔ اس راہ پر چلنے والے کو صوفی کہتے ہیں

تصوّف و صوفی کی تحقیقات

تصوّف عربی کا لفظ ہے۔ جس کے لغوی معنی پشمینہ پہننا ہے۔ لفظ تصوف و صوفی ماخوذ ہے لفظ صوف بمعنی پشم سے۔ اصطلاح میں خواہش نفسانی سے پاک ہونا اور کل اشیاء میں ذات رب العزت کے جلوہ کے ظہور کو جاننے کا نام تصوف ہے۔ اسے علم طریقت بھی کہتے ہیں۔ جو صوفی و فقیر اور درویش لوگ اختیار کرتے ہیں۔ صوفی صوف پہننے والے کو کہتے ہیں۔ یعنی پشمی کمبل و کپڑا پہننے والے لوگوں کو صوفی کہتے ہیں۔ پہلے زمانہ کے اکثر اہل اللہ پشمی لباس پہنتے تھے جس کی وجہ سے لوگوں نے انھیں صوفی کے لقب سے ملقب کیا۔ پس اصطلاح طریقت میں ماسوا اللہ کے خیالات کو دل سے نکال کر دنیوی جھنجھٹ سے دل کو پاک و صاف کر کے اللہ کی طرف اکمل رجوع ہو جانے

شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو قسم کے علم کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حسب تحقیق صوفیائے کرام اور علمائے عظام ایک علم احکام و اخلاق جو کہ عام اور خاص پر مشترک ہے۔ دوسرا علم اسرار ہے جو کہ باریکی و پوشیدگی کے سبب اغیار سے محفوظ ہے اور خاص علمائے باطن یعنی اہل عرفان سے مخصوص ہے۔ دوسرے قسم کے علم کے اظہار و اشاعت سے ممانعت اس واسطے نہیں کہ وہ علم شریعت کے خلاف ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ علم باطن کی دقت اور پوشیدگی کے سبب سے عوام اسے سمجھ نہ سکیں گے اور قائل کو منکرات سے منسوب کریں گے۔

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ فِی الْقَلْبِ فَذَالِکَ الْعِلْمُ النَّافِعُ وَعِلْمٌ عَلَی اللِّسَانِ فَذَالِکَ حُجَّۃُ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ عَلٰی ابْنِ اٰدَمَ (رواہ الدارمی) یعنی علم دو ہیں۔ ایک علم دل میں اور یہی نفع دینے والا ہے۔ دوسرا علم زبان پر۔ یہ علم خدا کی حجت ہے ابن آدم پر۔

تدوین تصوف کا بیان

معلوم ہو کہ اصل تصوف کے بیان میں تحریر کردہ حدیث نبویؐ جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام میں بھی حضور کی صحبت بابرکت سے علم باطن (تصوف وطریقت) حاصل کیا ہے اس زمانہ میں حضور کی صحبت سے بڑھ کر کوئی فضیلت نہیں تھی۔ اور ان کی صحبت بابرکت سے بڑھ کر خدا شناسی کا کوئی بہترین ذریعہ نہیں تھا۔ پس اس زمانہ مبارکہ میں جو اشخاص مسلمان ہو جاتے تھے وہ بقدر استعداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت متبرکہ سے علم ظاہر و باطن کی شرافت سے فیض یاب ہوتے تھے یعنی وہ اول حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بقدر استعداد نور باطن وہدایت اور کمالات ولایت سے منور و مملو ہو جاتے تھے جیسا کہ آئینہ آفتاب کے مقابلہ میں ہو جاتا ہے۔ بعد ازاں وہ بقدر حوصلہ و استعداد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک سے استفادہ علوم ظاہری و باطنی کرتے تھے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ریاضت (ہجرت، جہاد مع الکفار، بذل جان ومال، قیام شب روزہ ایام) کے سبب سے بہت ترقی کر جاتے تھے۔ ان کی شان میں یَبِیْتُوْنَ سُجَّدًا بِاللَّیْلِ قِیَامًا بِالنَّہَارِ آیا ہے۔ غرضیکہ صحابۂ کرام کمالات ظاہر و باطن کے جامع تھے۔ اور اس مرتبہ پر تھے کہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے سوال کیا کہ اسلام کیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب باصواب دیا۔ پھر دریافت فرمایا کہ ایمان کیا چیز ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب بھی باصواب دیا۔ پھر دریافت فرمایا کہ احسان کیا چیز ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔

یعنی احسان یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے گویا خدائے عزوجل کو دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو یہ سمجھ لے کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس کے تحت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں یہ لکھا ہے۔ جان لے کہ دین اور اس کے کمال کی بنیاد فقہ اور کلام اللہ اور تصوف پر ہے۔ اس حدیث نے ان تینوں مقاموں کو بیان کر دیا۔ اسلام اشارہ ہے فقہ کی طرف۔ جو عمل اور احکام شرعیہ کے بیان کا متکفل ہے اور ایمان اشارہ ہے اعتقاد کی طرف جو کہ علم اصول کے مسائل ہیں۔ اور احسان اشارہ ہے اصل تصوف کی طرف۔ جس سے مراد خدا کی طرف صدق توجہ ہے۔ اسی معنی کی طرف راجع ہیں۔ فقہ و تصوف و کلام اللہ باہم لازم و ملزوم ہیں۔ کہ ایک دوسرے کے بغیر ان میں سے کوئی کامل نہیں ہوتا۔ کیونکہ فقہ بغیر تصوف کے اور تصوف بغیر فقہ کے صورت پذیر نہیں ہوتا۔ کیونکہ عمل بغیر صدق توجہ کے تمام و کامل نہیں ہوتا۔ اور یہ دونوں بغیر ایمان کے صحیح نہیں ہوتے جس طرح روح اور جسم ایک دوسرے کے بغیر وجود و کمال اختیار نہیں کرتے اسی واسطے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص صوفی بنا اور فقیہ نہ ہوا وہ زندیق ہو گیا۔ اور جو فقیہ بنا اور صوفی نہ ہوا وہ فاسق ہو گیا۔ اور جو دونوں کا جامع ہوا وہ بیشک محقق بن گیا کمال جامعیت یہی ہے۔ باقی سب کج روی و گمراہی ہے اور توفیق اللہ کریم مستعان سے ہے۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حَفِظْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وِعَائَيْنِ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَبَثَثْتُهٗ فِيْكُمْ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَلَوْ بَثَثْتُهٗ قُطِعَ هٰذَا الْبُلْعُوْمُ۔ یعنی مجری الطعام۔

ترجمہ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن (علم کے) لیے۔ ان میں ایک تو میں نے تمہارے درمیان پھیلا دیا۔ رہا دوسرا۔ سو اگر میں اس کو ظاہر کر دوں تو میرا گلا کاٹا جائے۔ اس حدیث

صوفی حضرت ذوالنون مصریؒ ہیں۔ آپ ہی نے مصر میں ترتیب سلوک اور مقامات کے احوال کے متعلق اہل ولایت کی جماعت میں کلام کیا۔ اور آپ کے شاگرد حضرت ابو سعید خرازی بغدادیؒ متوفی ٢٨٦ھ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے فنا و بقا میں تکلم کیا۔ اور حضرت ابو حمزہ محمد بن ابراہیم بغدادی رح ٢٨٩ھ نے محقق صوفی ہیں۔ جنہوں نے بغداد میں مذہب صوفیا پر کلام کیا۔

علم باطن اور علمائے باطن کی فضیلت

معلوم ہو کہ علم باطن کا درجہ علم ظاہر سے بلند تر ہے۔ اسی طرح علمائے باطن علمائے ظاہر سے لاکھوں درجہ افضل ہیں۔ علم ظاہر سے احکام الٰہی کی تعمیل و تکمیل کی جاتی ہے اور علم باطن سے انوار الٰہی کے ثمرات و اسرار باری تعالیٰ کے فیضان و برکات اور اس کے قرب و معرفت حاصل ہوتے ہیں اور علم ظاہر سے آشنا کرنے والے علمائے ظاہر ہیں۔ اور علم باطن سے واقف کرنے والے عرفائے کاملین یعنی اولیائے کرام ہیں۔ علم ظاہر کے لطیف حصہ کا نام ہی علم باطن ہے۔ اس کے چند نقطے علمائے باطن نبی شیخ طریقت سے ملتے ہیں اور باقی حصہ اللہ تبارک و تعالیٰ طالب حق مخلص بندہ کے دل میں ڈال دیتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا سکھایا ہم نے اسکو علم اپنے علم سے اس علم کو علم لدنی کہتے ہیں اور علم لدنی علم باطن کا ایک لطیف حصہ ہے یعنی علم باطن کا جوہر ہے۔ علمائے باطن کی تعداد علمائے ظاہر سے ہمیشہ کم رہتی ہے۔ ہر نبی کی امت میں علمائے باطن تھے۔ اسی طرح ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں بھی علمائے باطن ہیں۔ جیسا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وَلَقَدْ كَانَ فِيمَا قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَإِنَّهُ عُمَرُ (متفق علیہ) ترجمہ۔ بیشک تم سے پہلے کی امتوں میں بھی محدثین (الہام والے) لوگ تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ اسی طرح علم باطن کی فضیلت اور علمائے باطن کے شرف و بزرگی حضرت موسیٰؑ کے قصہ سے ظاہر ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ حضرت خضر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تھا هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا یعنی کیا میں پیروی کروں آپ کی اس شرط پر کہ سکھلا دیں آپ مجھکو پاکیزہ علم اس علم سے جو ملا ہے آپ کو (سورۃ الکہف)

امت میں کوئی اس مرتبہ کو نہیں پہونچ سکتا۔ صحابۂ کرام کے بعد قرن ثانی کے لوگ ظاہر و باطن سے فیض یاب ہوتے۔ اور اسی ان کی مصاحبت اور مکالمت اور نفوسِ شریفہ سے استفادہ کیا۔ اسی طرح قرن ثالث میں بھی پہلا سا رویہ رہا۔ مگر صحابۂ کرام کی صحبت کی تاثیر ایسی نہ تھی جیسی کہ حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت کی تھی۔ اسی طرح تابعین کی صحبت کی تاثیر صحابۂ کرام کے صحبت کی تاثیر کو نہ پہونچ سکی۔ لہٰذا اس صحبت کی تاثیر اور بھی کمزور ہوگئی۔ دوسری صدی ہجری میں اکابرین کی ایک جماعت (مجتہدین) علوم ظاہری کی متکفل ہوگئی۔ اور انھوں نے احکام شرعیہ کے استنباط کے لئے قرآن وحدیث سے قواعد اور اصول مرتب کرکے علوم عقائد وفقہ کی تدوین کی۔ اس کے بعد تیسری صدی ہجری میں اکابرین کی دوسری جماعت نے بنا بر ضرورت علوم ظاہر سے بقدر حاجت یعنی صرف فرض عین پر اکتفا کیا۔ اور فرض کفایہ کو دوسروں پر چھوڑ کر ان کے مذہب کی تقلید قبول کرکے حقائق شریعت وکمالات باطن ومعرفت کے افادہ واستفادہ کے لئے کمربستہ ہوتے۔ اور اس کے قواعد واصول منضبط کرکے علم تصوف وطریقت کی تدوین کی۔ وہ قواعد بھی مثلاً کم کھانا، کم سونا، لوگوں سے میل جول کم رکھنا، ارباب تزکیہ قلوب ونفوس مرضیہ کی صحبت میں رہنا، کثرت سے بندگی (ذکر اللہ) کرنا، خلق سے دور رہنا، سنت کی اتباع کرنا، بدعت کا ترک کرنا، مشتبہات سے پرہیز کرنا، مالایعنی کا ترک کرنا وغیرہ ہے۔ جو کہ شرع سے مستنبط اور احادیث سے ثابت ہیں۔ جن لوگوں نے حضورؐ کے زمانہ میں ایمان لائے اور ان کی صحبت بابرکت سے استفادہ حاصل کیا۔ بنابریں انھیں صحابہ کہا گیا۔ اور دوسرے زمانہ میں جو لوگ صحابۂ کرام سے مستفیض ومنصبغ ہوتے انھیں تابعین کہا گیا۔ پھر تابعین علیہ الرحمۃ سے مستفیض ہونے والوں کو تبع تابعین کہا گیا۔ لہٰذا ان لوگ مختلف ہوگئے۔ اور مراتب ایک دوسرے سے جدا جدا ہوگئے۔ پس خواص کو جنھیں امر دین کی طرف زیادہ توجہ تھی زہاد اور عباد کہا گیا۔ پھر بدعتوں کا ظہور ہوا۔ اور بہت سے دعویدار پیدا ہوگئے۔ ہر ایک فریق مدعی تھا کہ زہاد ہم میں ہیں۔ پس خواص اہل سنت جو اللہ تعالیٰ کی معیت کو ملحوظ رکھتے اور اپنے دلوں کو غفلت کے حوادث سے محفوظ رکھتے تھے سنہ ۲۰۰ھ سے قبل اہل تصوف کے لقب سے ملقب ہوتے۔ اور صوفی کہلاتے۔

نفحات جامی میں مذکور ہے کہ ابو ہاشم طبقۂ صوفیا میں پہلے بزرگ ہیں جن کو صوفی کہا گیا ان سے پہلے کسی بزرگ کو اس نام (صوفی) سے ملقب نہیں کیا گیا۔ اور متوفی ۲۴۵ھ کے پہلے

سے آگاہ کردوں تاکہ بعض علم کی تفصیل میں مشغول ہو جائے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایسا نہ کیجئے۔ مگر وہ (امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ) باز نہ رہے۔ اور شیبان سے کہنے لگے کہ آپ اس شخص کی نسبت کیا فرماتے ہیں کہ جو دن رات کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز بھول جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ کونسی نماز بھولا ہے۔ اے شیبان اس پر کیا واجب ہے شیبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے احمد یہ شخص کا دل اللہ سے غافل ہے۔ واجب یہ ہے کہ اس کو تادیب کی جائے تاکہ وہ پھر اللہ تعالیٰ سے غافل نہ ہو۔ اس کلام کو سن کر امام احمدؒ بیہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ کیا میں نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ ان کو نہ چھیڑئیے حضرت شیبان امی تھے جب ان میں سے امی ایسا ہے تو ائمہ صوفیا کا کیا حال ہوگا۔

منقول ہے کہ اکابر فقہا میں سے ایک فقیہ ابوعمران نامی امام کا حلقہ جامع منصور میں حضرت شبلی قدس اللہ سرہ (متوفی ۳۳۴ھ) کے حلقہ کے پہلو میں تھا۔ عمران کے اصحاب ملقب ابوبکر نے حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو شرمندہ کرنے کے ارادہ سے ان سے حیض کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ حضرت شبلیؒ نے اس میں لوگوں کے اقوال اور اختلاف بیان کئے۔ جب ابوعمران نے آپ کی تقریر سنی تو شبلی کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ اے ابوبکر آپ نے اس مسئلہ میں دس اقوال بتلائے ہیں جو میں نے سنے تھے۔ تمام اقوال جو آپ نے بیان کئے ہیں ان میں سے تین قول مجھے معلوم تھے۔

اور منقول ہے کہ فقیہ ابوالعباس ابن عمر ابن سریج (متوفی ۳۰۶ھ) حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز (متوفی شوال ۲۹۸ھ) کی مجلس سے گذرے اور ان کا کلام سنا۔ پس فقیہ موصوف سے پوچھا گیا کہ آپ اس کلام کی نسبت کیا رائے رکھتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ان کا کلام میں نہیں سمجھ سکتا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس کلام میں وہ رعب اور ہیبت ہے جو کاذب اور متکبر کے کلام میں نہیں ہوتی۔

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس میں جب بھی کلام صوفیہ کا ذکر آتا تو آپ حضرت ابوحمزہ بغدادی قدس اللہ سرہ (متوفی ۲۸۹ھ) سے فرماتے ماتقول فی ھذا یا صوفی یعنی اے صوفی آپ اس میں کیا فرماتے ہیں۔

اور حضرت امام موصوفؒ اپنے صاحبزادے سے فرمایا کرتے تھے۔ بیٹا صوفیائے وقت کی صحبت میں رہا کرو کیونکہ وہ اخلاص میں ایسے مقام پر پہونچے ہوتے ہیں جہاں تمھاری رسائی نہیں۔

شیخ الاسلام ابویحییٰ زکریا انصاریؒ (متوفی ذوالحجہ ۹۲۶ھ) فرمایا کرتے تھے کہ جس فقیہ کو صوفیہ کرام

صرف علم ظاہر کے ذریعہ علم باطن کے اسرار کو سمجھنا دشوار ہے جب تک کہ علم ظاہر لے اتباع سے علم باطن کے جوہر حاصل نہ ہو جائیں۔ اور اس علم کو حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ اہل اسلام کو چاہیئے کہ علم ظاہر کے تحصیل سے فارغ ہو کر علم باطن کی جستجو میں لگ جائے کیونکہ علم باطن ہی سے عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اسی علم سے ایمان مکمل ہوتا ہے ایجاد انسان سے مقصود معرفت الٰہی کا حاصل کرنا ہے۔ ایمان حقیقی کی روح بھی معرفت الٰہی سے ہے۔ معرفت الٰہی اہل باطن مشائخ طریقت کی خدمت سے حاصل ہوتا ہے

امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ باوجود مجتہد ہونے کے بھی اس معرفت کو حاصل کرنے کے لیے حضرت بشر حافی قدس سرہٗ العزیز کے ہمرکاب چلا کرتے تھے لوگوں نے آپ سے اس کا سبب پوچھا تو جواب دیا کہ ان کو خدا کی معرفت مجھ سے زیادہ ہے

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ انسان کے بدن میں ایک پارۂ گوشت ہے اگر وہ درست رہے تو تمام بدن درست رہتا ہے اگر وہ فاسد ہو جائے تو تمام بدن فاسد ہو جاتا ہے۔ وہ گوشت کا ٹکڑا انسان کا دل ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث ہے۔ اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ (بخاری شریف جلد اول صفحہ ۱۳) صلاح قلب وہ ہے جس میں غیر اللہ کے خیالات و تصورات موجود نہ ہو۔ ہر مسلمان کو صلاح قلب حاصل کرنا ضروری ہے اس لیے کہ صلاح قلب ہی سے خدا کا قرب اور معرفت حاصل ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام صلاح قلب اسے کہتے ہیں جو قلب فنا و بقا سے مشرف ہو جائے۔ خدا کا تقرب حاصل ہونا صلاح قلب پر موقوف ہے علمائے باطن اپنے قلب کو ماسوا اللہ کے خیالات و گرد و غبار سے پاک و صاف رکھتے ہیں۔ اسی واسطے انہیں خدا کا قرب و معرفت زیادہ حاصل ہے۔

امام ابو القاسم قشیری اپنے رسالہ میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔ عہد اسلام کے ہر زمانہ میں اسی گروہ (صوفیائے طریقت) کے مشائخ میں سے بڑے بڑے شیخ ایسے عالم توحید و امام قوم گذرے ہیں کہ جن کے آگے اس وقت کے ائمہ اور علماء نے سر تسلیم خم کیا ہے۔ اور ان سے فیض و برکت حاصل کیا ہے اگر ان میں کوئی دینیات اور خصوصیت نہ ہوتی تو معاملہ برعکس ہوتا۔

ایک روز حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۲ ربیع الاول ۲۴۱ ہجری) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ متوفی آخری رجب ۲۰۴ ہجری) کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت شیبان راعی قدس اللہ سرہٗ تشریف لائے تو امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اے ابو عبداللہ میں چاہتا ہوں کہ اس راعی کو اس کے علم کی نقصان

نام ہی ایمان ثانی ہے۔ اور اُس لطافت کی طرف اشارہ ہے کہ احکام الٰہی اور اطاعت رسول اللہ صلعم میں ایسا جٹ جائے کہ ان کے جوہر حاصل ہوجائیں اور ان کے انعام واکرام اور انوارِ الٰہی اور اسرار خداوندی کے ثمرات کا مشاہدہ ہونے لگے۔ یہاں تک کہ ان انعامات وثمرات اور فیضان حاصل ہونے کے بعد قرب خداوندی معرفت الٰہی کا شرف اور بزرگی حاصل ہوجائے۔ جو راہ طریقت وعلم تصوف کا اصل مقصود اور لبِّ لباب اور جوہر ہے۔

پس معلوم ہو کہ ایمان اولیٰ سے شریعت کی طرف اشارہ ہے اور ایمان ثانی کا اشارہ طریقت وتحقیق معرفت کی طرف ہے۔ ایمان اولیٰ شریعت سے تکمیل ہوتا ہے۔ اور ایمان ثانی طریقت (وعلم تصوف) سے۔ ایمان اولیٰ کی نسبت ولایت عام سے ہے۔ اور ایمان ثانی کی نسبت ولایت خاص سے۔ ولایت خاص والے کو ولی کہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ولایت کی شان میں یوں فرمایا ہے اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ۔ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ آگاہ ہو کہ اللہ کے ولیوں پر بیشک (دنیا اور آخرت کا) کوئی خوف نہیں۔ اور نہ وہ (لوگ) غمگین ہوں گے۔ وہ (اللہ کے دوست) ہیں۔ جو ایمان لائے اور تقویٰ رکھتے ہیں (پرہیز کرتے ہیں گناہوں سے) خوش خبری ہے ان کے لئے (اللہ کی طرف سے خوف اور حزن سے بچنے کی) دنیوی زندگی میں اور آخرت میں۔ نہیں ٹلتی اللہ کی بات (وعدہ) یہی (مذکورہ بشارت ان کے لئے) بہت بڑی کامیابی ہے۔

مذکورہ آیات کریمہ سے صاف معلوم ہوا کہ ولایت دو چیزسے حاصل ہوتی ہے۔ ایک ایمان دوسرا تقویٰ۔ جتنا ہی ایمان وتقویٰ قوی ہوگا اتنی ہی ولایت قوی ہوگی۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ کو اطاعت کی بدولت قرب خداوندی حاصل ہونے کے بعد جو معرفت مولیٰ کی بخشش نور ہدایت الٰہی ہے۔ مطابق ارشاد باری تعالیٰ۔ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَاءُ ترجمہ. راہ دکھاتا ہے اللہ اپنے نور کی طرف جس کو چاہتا ہے۔ اس نعمتِ عظمیٰ سے اولیاء کرام سرفراز ہونے کے بعد نفس اطمینان قلب و طبیعت اور ایمان کی سربلندی حاصل ہوجاتی ہے۔ جو ما سوا اللہ کی طاقتوں سے بے خوف کرنے والی اور دل سے ہر قسم کے غم اور پریشانی کو مٹانے والی ہے۔ وہ ایسا نور ہے جو اہل اللہ کے دل کی گہرائی میں سمائے ہوئے سا رہتا ہے۔ اور انہیں راہ حق دکھاتا ہے اور جب گناہ کی نوبت آتی ہے تو خدا کا خوف انہیں گھیر لیتا ہے اور گناہ کی ظلمانیت مشاہدہ ہوتی ہے۔ اور معصیت کے سبب نور حق اور نور ایمان ضائع ہوتے

احوال اور اصطلاحات کا علم نہ ہو وہ خشک روٹی کی طرح ہے جس کے ساتھ سالن نہ ہو۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام (متوفی ۱۰ جمادی الاول ۶۶۵ھ) طریق صوفیہ کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ کتاب و سنت کے سوا کوئی اور طریق موصل الی اللہ ہے!

جب آپ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ کو تسلیم کیا۔ تو فرمایا کرتے تھے کہ گروہ صوفیہ دین کی بڑی بنیاد پر قائم ہیں۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ صاحب کرامات ہوتے ہیں جو ان کے ہاتھ سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس قسم کی کوئی شے کبھی کسی فقیہ کے ہاتھ پر ظاہر نہ ہوئی۔ بجز اس صورت کے کہ ان کے طریق کا اتباع کرے۔

شیخ الاسلام تاج سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ جب ابوالعباس مرسی قدس اللہ سرہٗ (متوفی ۶۸۶ھ) اسکندریہ سے قاہرہ میں آئے تو ایک دفعہ شیخ عزالدین کی مجلس میں حاضر ہوتے جہاں رسالہ قشیریہ پڑھایا جاتا تھا۔ شیخ عزالدین نے حضرت ابوالعباسؒ سے کہا کہ اس فصل پر کلام کیجئے۔ پس حضرت ابوالعباس کلام کرنے لگے شیخ عزالدین حلقہ میں کہہ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اس کلام کو سنو! جو ابھی اللہ رب العزت کی طرف سے القاء ہوا ہے۔

اثبات ولایت کا بیان

ولایت کے لغوی معنی حکومت، دوستی، ولی ہونا، خدا سے بندے کی نزدیکی، اعانت کرنا، مدد کرنا وغیرہ ہیں۔ لفظ ولایت ایک بکسر الواو ہے اور ایک بفتح الواو۔ یعنی وِلایت اور وَلایت۔ پس معلوم ہوا کہ ولایت دو قسم کی ہے۔ ایک عام جو بکسر الواو ہے۔ دوسری خاص جو کہ بفتح الواو ہے۔ ولایت عام ہر مومن کو حاصل ہے۔ بموجب آیۂ کریمہ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ترجمہ:۔ اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔ اہل اللہ ولایت عام سے ترقی کر کے ولایت خاص کے مرتبہ میں پہنچتے ہیں۔ چنانچہ فرمان خداوندی ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ترجمہ: اے ایمان والو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس آیہ کریمہ میں اہل ایمان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ایمان لاؤ۔ اس دعوت ایمان ثانی سے مطلب ایمان کو تکمیل کرنا ہے۔ اور کلام ربانی و ارشاد نبوی پر صدق اعتقاد رکھ کر اس کے احکام و ارکان کی تعمیل و تکمیل کرنا ہے۔ اور شریعت محمدی پر جم جانے کا

سے استدلال کیا اور فرمایا کہ یہ ممکن نہیں کہ وسیلہ سے ایمان مراد لیا جائے اس واسطے کہ خطاب اہل ایمان سے ہے۔ چنانچہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اس پر دلالت کرتا ہے اور عمل صالح بھی مراد نہیں ہو سکتا کہ وہ تقویٰ میں داخل ہے۔ کیونکہ تقویٰ عبادت ہے امتثال اوامر و اجتناب نواہی۔ اس واسطے کہ عطف کا قاعدہ مغایرت بین المعطوف والمعطوف علیہ کا مقتضی ہے۔ اسی طرح جہاد بھی مراد نہیں ہو سکتا بلکہ وہ بھی تقویٰ میں داخل ہے تو متعین ہو گیا کہ وسیلہ سے مراد ارادت و بیعت مرشد ہے۔ اور جہاد سے مراد مرشد کے حکم کے مطابق ریاضت و مجاہدہ ذکر و فکر کرنا ہے جس سے کہ غفلت اور معصیت کے کھٹکے سے نجات اور قرب خداوندی و معرفت الٰہی حاصل ہو سکے۔

اور ایک جگہ رب العزت اپنے کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ یعنی اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو (سورہ توبہ رکوع ۱۵)

تفسیر روح البیان میں اس آیت کے تحت میں ہے۔ صادقین وہ لوگ ہیں جو وصول الی اللہ کے طریق کے رہنما ہیں۔ جب سالک ان کے دوستوں میں شامل ہو جاتا ہے اور ان سے اپنے واسطہ کو مضبوط کر لیتا ہے تو ان کے صحبت و محبت اور تعلیم و تربیت سے اور ان کے وقوف ولایت کے برکت سے اس کو سیر الی اللہ و ترک ماسوا اللہ کا مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنے افعال کو کسی دوسرے کی مراد کے موافق نہ کریگا تو ہوا اور خواہش نفسانی سے رہائی نہ پاوے گا اگرچہ تمام عمر اپنے نفس سے مجاہدہ کرتا رہے جب تجھے ایسا مرد مل جائے جس کی تعظیم و حرمت تو اپنے نفس میں پاتے تو تو اس کا خادم بن جا اور ایسا ہو جا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ وہ جس طرح چاہے تجھ میں تصرف کرے۔ تجھے اپنی ذات میں اس کے سامنے کوئی تدبیر و اختیار نہ ہو۔ اور تو اس سعادت کی زندگی بسر کر اور اس کے اوامر و نواہی کی تعمیل کے لئے تیار رہ۔ اگر تجھے کوئی کسب کا حکم دے تو اس کے حکم سے کسب کر۔ ان کے امر کے خلاف اپنی نفسانی خواہش سے کام مت کر کیونکہ وہ تیری مصلحتوں کو تجھ سے بہتر جانتا ہے۔ پس اے عزیز پیر کی تلاش کر جو تیرا رہنما بنے اور تیرے خواطر کی نگہبانی کرے تاکہ تیری ذات وجود الٰہی و معرفت مولیٰ کی کامل ہو جائے اور تجھے لقائے خداوندی پورے طور پر حاصل ہو جائے اور اس وقت تو وجود کشفی عطا ہو سے اپنے نفس کی تدبیر کر۔

ہوتے نظر آتا ہے۔ اور اس مشاہدہ کے عالم میں وہ خدا کے خوف سے خوفزدہ ہو کر گناہ سے باز رہتے ہیں اور گناہ سرزد ہونے کی نوبت نہیں آتی۔ اگر خدانخواستہ کوئی گناہ سرزد بھی ہو جاتے تو وہ توبہ و استغفار کے ذریعہ معاف کرا کر خدا کی رضامندی حاصل کر لیتے ہیں۔ اور قرب خداوندی و معرفت مولیٰ کے مرتبہ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ پس حاصل مطلب یہ ہوا کہ ایسی حالت اور کیفیت کا نام ہی ولایت ہے۔

ضرورت شیخ کامل

اللہ پاک قرآن کریم میں فرماتے ہیں۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۃ مائدہ رکوع ۶) ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

صاحب تفسیر روح البیان اس آیت کے تحت میں عربی میں مضمون تحریر فرماتے ہیں۔ جان کہ اس آیہ کریمہ میں وسیلہ ڈھونڈنے کے حکم کی صراحت ہے وسیلہ کا ہونا بیشک ضروری ہے کیونکہ وصول الی اللہ وسیلہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور وہ وسیلہ علمائے حقانی و مشائخ طریقت ہیں۔ حافظ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن یعنی اللہ کے عشق و معرفت کی منزل کو بغیر خضر یعنی مرشد کامل

ظلمات است بترس از خطر گمراہی کے طے مت کر کیونکہ ظلمات ہے یا تاریکیاں ہیں گمراہی کے خطرہ سے پرہیز کر۔

نفس کے موافق عمل کرنا نفس کے وجود کو زیادہ کر دیتا ہے مگر مرشد کامل کے اشارے اور انبیاء و اولیائے کرام کی ولایت کے موافق عمل کرنا نفس کو وجود سے چھڑاتا ہے اور حجاب اٹھا کر طالب المولیٰ کو رب الارباب تک پہونچا دیتا ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ قول الجمیل میں فرمایا ہے کہ ہم نے اپنے جد امجد حضرت شاہ عبدالرحیم قدس اللہ سرہ العزیز کے ایک مرید سے سنا کہ ان کے ہمعصر ایک عالم نے ان سے بیعت کے متعلق سنت یا بدعت ہونے میں گفتگو کی۔ جد امجد نے بیعت کی مشروعیت کے واسطے اسی آیت

واضح رہے کہ پیر پکڑنے میں بڑی احتیاط درکار ہے۔ پیر کامل کی شناخت آسان نہیں۔ حضرت عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ (متوفی سنہ ۶۷۲ھ) فرماتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روے ہست   پس بہر دستے نباید داد دست

ترجمہ: بہت سے آدمی شیطان کی صورت میں ہیں۔ پس ہر ایک ہاتھ میں بغیر تحقیق ہاتھ نہ دینا چاہیے۔ پیر ایسا متقی اور سنت کا متبع اور بدعت سے بچنے والا ہو کہ اس کی صحبت میں رہنے سے ماسوا اللہ تفکرات دل سے محو ہو جائے اور اس کے دیکھنے سے خدا یاد آتے ہیں۔ یہ حدیث شریف میں مذکور ہے خِیَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہ یعنی خدا کے نیک بندے وہ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجاتے۔

ایک روز میرے مرشد حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک آدمی نے پیر کامل کی نشانی دریافت کی تو حضرت نے فرمایا کہ پیر کامل کی نشانی یہ ہے کہ کوئی شخص محبت سے دو یا تین روز اس کی صحبت میں بیٹھے۔ تو دنیا کی طرف سے اس کا دل ہٹ جائے اور خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت اور یادِ خدا کی لذت اسے آنے لگے اور وہ پیر شریعت کا پابند ہو۔ اگر ایسا باکمال شیخ مل جائے تو موقع کو غنیمت سمجھے اور اپنے تن من کو ان کے سپرد کر دے۔ کیونکہ بیعت کرنا سنت ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جو عہد و بیعت کی تھی وہی سنت کو صوفیائے کرام (اہل تصوف) نے جاری رکھا ہے۔

حضرت امام عبدالکریم رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی سنہ ۵۲۳ھ) ترجمہ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للتاج السبکی میں فرماتے ہیں کہ فقہائے کرام و صوفیائے عظام کی علیحدہ علیحدہ شرائط ہیں۔ وہ یہ ہے کہ فقیہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے استاد پر اعتراض کرے اور یوں کہے کہ یہ امر کس واسطے ہے۔ مگر صوفی کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ پر کبھی اعتراض نہ کرے۔ اور ایسا ہو جائے جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں گرفتی پیر ہم تسلیم شو   ہمچو موسیٰ زیر حکم خضر رو

ترجمہ: جب تو نے پیر بنایا تو اپنے کو سپرد کر دینے والا ہو۔ یعنی اپنے کو ان کے سپرد کر دو موسیٰ علیہ السلام کے مانند خضر علیہ السلام (مرشد کامل) کے حکم کے پیچھے جاؤ۔

پس اب معلوم ہوا کہ وصول الی اللہ کے واسطے علمائے باطن صوفیائے طریقت کی صحبت کا

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۳۸ھ) نے مواقع النجوم و مطالع اہل اسرار و علوم میں ایسا ہی لکھا ہے علم عقائد و فقہ کی تحصیل کیلئے علمائے ظاہری کی ضرورت ہے۔ اسی طرح علم باطن کی تحصیل کے لیئے علمائے باطن کی ضرورت ہے۔ کوئی شخص اپنے امراض باطن کا علاج ماہر و تجربہ کار شیخ کے بغیر نہیں کر سکتا۔ خواہ اُسے اخلاق و مواعظ کی ہزاروں کتابیں یاد ہوں۔ ایسا عالم اگر مرشد کامل کے بغیر اس راستہ میں قدم رکھے تو اس کا حال ایسا ہے کہ جیسے کسی نے طب کی کتابیں یاد کرلیں مگر مطب میں بیٹھ کر تجربہ نہ کیا۔ اس کو اگر کوئی درس دیتے دیکھے گا تو سمجھے گا کہ بڑا طبیب ہے علاج دریافت کریگا تو کہے گا کہ بڑا جاہل ہے حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں۔ ؎

نفس را نکشد بغیر از ظل پیر	ترجمہ۔ نفس کو بغیر پیر کے سایہ کے نہیں مار سکتا (لہذا)
دامن آں نفس کش محکم بگیر	اس نفس کے مارنے والے کا دامن مضبوط پکڑ

حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جس شخص کا کوئی استاد نہ ہو شیطان اس کا امام (استاد) ہے۔ اسی طرح استاد ابو علی دقاق قدس اللہ سرہٗ کا ارشاد ہے کہ جس درخت کو کوئی نہ لگائے اور خود بخود اُگ آئے، اس کے پتے تو نکل آتے ہیں۔ مگر وہ پھل نہیں دیتا۔ اسی طرح مرید کا جب کوئی استاد نہ ہو جس سے کہ وہ قدم بقدم طریقہ اخذ کر سکے تو وہ اپنی آرزو کا عابد ہوتا ہے جو پوری نہیں ہوتی (رسالہ قشیریہ)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وصول الی اللہ کے واسطے مرشد کامل کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ حضرت عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کس از نزد خود چیزے نہ شد	ہیچ آہن خنجرے تیزے نہ شد
ہیچ حلوائی نہ شد استاد کار	تا کہ شاگرد شکر ریزے نہ شد
مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم	تا غلام شمس تبریزے نہ شد

مذکورہ ابیات کا مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے آپ کچھ نہیں بن سکتا۔ لوہے کو دیکھئے کہ خود وہ کتنا ہی اعلیٰ قسم کا ہو۔ مگر لوہار کی محنت کے بغیر تلوار نہیں بن سکتی۔ مٹھائی کو لیجئے وہ بھی حلوائی کی شاگردی کے بغیر نہیں بنائی جاتی اگرچہ اس کے اجزا معلوم ہوں۔ جب دنیا کے ایسے ایسے کاموں میں استاد کی ضرورت ہے تو اس خاکی پتلے کو اوج کمال پر پہونچانے کے لئے بدرجہ اولیٰ مرشد کی ضرورت ہونی چاہیئے حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے جب وہ شمس تبریز کے غلام (مرید) بن گئے تو مولائے روم کہلانے کے مستحق ہو گئے۔

اہل اللہ یعنی پیر کامل

کی صحبت کا بیان

اول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں صحابہ کرام نے وہ کمالات حاصل کئے جو آج تک اولیائے امت میں کسی کو حاصل نہ ہوئے اس آفتاب رسالت حضور پرنور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحبت کی برکت سے ان کے لطائف کے کدورت دور ہو کر وصل بیچوں حاصل ہو گیا۔ حضرات مشائخ نقشبندیہ نے اسی طریقہ کے انعکاس وانصباغ کو اختیار کیا۔

طریقہ نقشبندیہ عین طریقۂ صحابہ کرام ہے۔ اس میں افادہ واستفادہ اور انعکاس وانصباغ کا مادہ نہایت اعلیٰ وارفع اور امجد ہیں۔ سالکین کے دل ہیں واصلین کی صحبت کی برکت سے اور ان کی باطنی انوار کے رنگ سے رنگے جاتے ہیں اور واصلین کے آئینہ دل سے انوار الٰہیہ طالبین کے دلوں کے آئینوں کی طرف منعکس ہوتے ہیں۔ پس اہل اللہ یعنی پیر کامل ومکمل کی صحبت وتوجہ انعکاس وانصباغ کے لئے کافی ہے۔ مگر اس کے ساتھ آداب صحبت کی رعایت کی سخت ضرورت ہے۔ مثلاً تمام حرکات وسکنات وعبادات اور معاملات میں سنت خیر البشر کے اکمل اتباع کرنا۔ پیر سے نہایت محبت رکھنا۔ ظاہر وباطن میں اس کی فرماں برداری کرنا۔ اس کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا اور اپنی ذات کو اس طرح اس کے حوالے کرنا جیسا کہ مردہ غسال کے ہاتھ میں ہوا کرتا ہے۔ میرے پیر ومرشد نے فرمایا کہ وصول الی اللہ کے واسطے جانوں کی نسبت توجہ کا راستہ بہت ہی قریب ہے۔

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دیں   سخرہ کند بر دہر طعنہ زند بر چلہ

ترجمہ۔ جو شخص کہ تبریزی کی توجہ سے ایک نظر میں دین کا آفتاب پایا یعنی آفتاب بنا (اسکی طرف اشارہ کرکے) مسخراپن کرتا ہے۔ ہر دیہات (کے لوگ) (ایک دوسرے پر) اور طعنہ مارتے۔ ہر چلہ کرنے والے پر۔

پیر کامل ومکمل کی صحبت کی جو خیر وبرکت ہے۔ اختصار سے کیا تحریر کرسکوں۔ بلکہ میرے ہر ذرہ ممکنہ

اختیار کرنا اور علم شریعت وعلم طریقت (تصوف) دونوں کا سیکھنا ضروری ہے۔

اے عزیز تجھ کو چاہئے کہ وصول الی اللہ کے واسطے مشائخ طریقت کی تلاش کر اور ان کی صحبت میں رہ کر ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ نفس کو آراستہ کر۔ کیونکہ مشائخ طریقت اپنے نفس کو ریاضت ومجاہدہ سے پاکیزہ بنا کر ایسے مقام پر پہونچے ہیں جہاں عوام کی رسائی نہیں۔

وصول الی اللہ کے واسطے ائمہ طریقت نے بہت سے طریقے تجویز کئے ہیں۔ جن میں سے چار طریقے سب سے مشہور ومعروف ہیں۔ اول طریقۂ قادریہ۔ دوم طریقۂ چشتیہ۔ سوم طریقہ نقشبندیہ مجددیہ چہارم طریقہ سہروردیہ ہے۔

یہ چاروں طریقے وصول الی اللہ کے واسطے نور علی نور ہیں۔ اور سالک ان میں سے ہر ایک طریقہ کے ذریعہ خداوند کریم کا قرب حاصل کرسکتا ہے۔ میں نے طریقۂ نقشبندیہ سے سلوک طے کیا ہے اور میں بحمد اللہ اسی طریقہ سے واصل مقصود ہوا اس طریقہ احمد کو وصول الی اللہ کے واسطے آسان سمجھ کر میں اپنے واصل کے مطابق نیچے درج کرتا ہوں تاکہ عام مسلمان بھائی اور سالکان طریقت بھی اس طریقہ امجد سے فائدہ اٹھا سکیں۔

اے اللہ سب مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو اس کتاب پر عمل کرنے کی توفیق دے اور اس کتاب کو تیرے قرب ومعرفت حاصل کرنے کا مسلمانوں کے واسطے ذریعہ بنا دے۔ آمین برحمتک یا رب العالمین

ہیں۔

یا علیؓ از جملہ طاعت راہ   برگزیں تو سایۂ خاص الٰہ

تو مکن بر ستیزی خود اعتمید   تو درو در سایۂ نخلِ امید

یعنی اے علیؓ تمام عبادتوں سے تم خدا کے خاص بندوں کا سایہ اختیار کرو۔ تم اپنے تیز خدا ہونے پر بھروسہ نہ کرو (بلکہ) نخلِ امید یعنی خاصانِ حق کے سایہ (صحبت) میں جاؤ

اہل اللہ کی صحبت مانند بارانِ رحمت ہے جس طرح بارش سے زمین پر رنگ برنگ کے ساگ سبزی، پھل، پھول اگتے ہیں۔ اسی طرح اہل اللہ کی صحبت سے دل میں رنگ برنگ کی تجلیات پیدا ہوتی ہیں۔

خداوند کریم کا فضل و کرم اور اس کے مقرب بندہ کی بغیر مہربانی کے کوئی کامیابی نہیں ہوتی۔ چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق   گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

یعنی بغیر خدا اور اس کے خاص بندوں کی مہربانی کے اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہو جائے۔

اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سگِ اصحابِ کہف روزے چند   پئے نیکاں گرفت مردم شد

ترجمہ: اصحابِ کہف کا کتا چند روز نیکوں کے ساتھ رہا خدا نے اس کو انسان بنا دیا۔

جب اصحابِ کہف کی صحبت سے کتا خداوند کریم کا مقرب ہو گیا۔ تو خاصانِ حق (اہل اللہ) کی صحبت سے طالبِ حق کو قربِ خداوندی حاصل ہونے میں کیا شک ہے۔ بیشک اہل اللہ کی صحبت قربِ خداوندی کا اعلیٰ و ارفع ذریعہ ہے۔ طالبِ مولیٰ کو چاہئے کہ اس کے مقرب بندوں میں کسی کو اپنا وسیلہ بنائے اور اس کے حکم کے مطابق خدا کے مقرب ہونے میں ہمہ تن کوشش کرے۔

اگر بغیر وسیلہ قرآن و حدیث کے مطابق اپنے شوق و ذوق سے خدائے تعالیٰ کے مقرب ہونے میں جد و جہد کرے تو اسے قرب کا بہت سا حصہ مل جاتا ہے۔ لیکن کامل و مکمل نہیں ہوتا۔ اور جو جو انوار و عالمِ غیب کی چیزیں منکشف ہوتی ہے۔ وہ اس کے سمجھ میں نہیں آتیں۔ اسی لیے حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے چھتیس سال اکمل ریاضت کرنے کے بعد بھی حضرت قطب الدین بختیار

اس کے لئے کم ہے یحضرت عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء　　بہتر از صد سالہ بودن با تقا

گر تو سنگِ خارہ مرمر شوی　　چوں بہ صاحب دل رسی گوہر شوی

ترجمہ۔ ایک عرصہ تک اولیاء کی صحبت میں رہنا۔ سو سال کے اکمل دعوی سے افضل ہے اگر چہ تو بے کار پتھر مرمر ہے۔ لیکن جب کسی صاحب دل کے پاس پہونچے گا تو گوہر بن جائے گا

حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی صحبت میں رہا کرو۔ اگر تم کو اللہ کی صحبت میں رہنا دشوار ہو تو اہل اللہ کی صحبت میں رہا کرو۔ تاکہ تم اس صحبت کی برکت سے اللہ کی صحبت میں پہنچ جاؤ۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔

من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف۔ یعنی جو خدا کی ہم نشینی چاہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اہل تصوف (اہل اللہ) کے ساتھ بیٹھے۔ اسی حدیث کے ترجمہ کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی شریف میں یوں بیان فرمایا ہے۔ ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا　　گو نشیند در حضور اولیاء

چوں شوی دور از حضورِ اولیاء　　در حقیقت گشتہ دور از خدا

ترجمہ۔ جو شخص خدا کے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہے (تو اسے چاہیے) کہ اولیاء کے پاس بیٹھے۔ جب کوئی (لوگ) اولیاء اللہ سے دور ہوتا ہے (تو) حقیقتاً وہ خدا سے دور ہوتا ہے۔

اہل اللہ کی صحبت ایسی مبارک ہے کہ سو سو چلوں کے بعد جو ثمرہ میسر نہیں ہوتا وہ اہل اللہ کی صحبت سے قلیل عرصہ میں مل جاتا ہے۔ اسی واسطے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مردانِ خدا کی صحبت کے سو چلوں اور سیکڑوں عبادتوں سے بہتر فرمایا ہے جیسا کہ ؎

صحبتِ مرداں اگر یک ساعت است　　بہتر از صد چلہ و صد طاعت است

یک زمانہ صحبت با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ۔ اگر مردانِ خدا کی ایک ساعت کی صحبت ہے (تو وہ) سو چلوں اور سیکڑوں عبادتوں سے افضل ہے۔ اولیاء اللہ کی تھوڑی دیر کی صحبت سو برس کی خالص عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ خدا کے مقرب بندہ کی صحبت جملہ عبادات نوافل سے افضل ہے۔ اس کے ترجمہ میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے

اخلاقِ ذمیمہ حرص ۔ طمع ۔ بخل ۔ حرام ۔ غیبت ۔ کذب ۔ حسد ۔ کبر ۔ ریا ۔ کینہ ۔ غضب شہوت ۔ وغیرہ وغیرہ اپنے اندر سے دور کرکے اخلاق حمیدہ صبر ۔ شکر ۔ توکل ۔ رضا و تسلیم ۔ شوق ۔ ذوق اور محبت وغیرہ اپنے اندر پیدا کیے ہوتے ہوں ۔ ان کا چلنا پھرنا ہر لحظہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ساتھ ہو ۔ ان کی خلوت و جلوت سنت کے مطابق ہو ۔

ذکر و فکر مراقبہ وغیرہ میں زیادہ تر مشغول رہنے والے اور کثرت سے بندگی کرنے والے ہوں ان کے مریدین میں اکثر علمائے دین و علمائے باطن اور پرہیزگار متقی لوگ ہوں ۔ ان کی صحبت کی برکت سے دل میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر پیدا ہو ۔ کچھ مدت صحبت میں رہنے کے بعد سالک کے دل سے ماسوا اللہ کی محبت محو ہوکر اللہ ۔ و رسول کی محبت زیادہ ہوتی ہو ۔ ان پر علمائے کرام کی طرف سے کوئی کفران کا الزام نہ ہو ۔ مرید کو محبت و شفقت اور وقت ضرورت سختی کے ساتھ تعلیم و تربیت کرنے والے ہوں ۔ خصوصاً ان کا دستور العمل کم کھانا ۔ کم سونا ۔ کم بولنا ہو ۔ اب صوفیائے طریقت کی پہچان کا بیان نیچے ملاحظہ فرمائیں ۔

صوفیائے طریقت کی پہچان

صوفیائے طریقت وہ ہیں جو علمائے دین کی صحبت میں رہ کر یا تو تھوڑی بہت کتابیں پڑھ کر دین کے ضروری مسائل سے صحیح طور پر واقف ہوئے ہوں ۔ اور پیر کامل کی صحبت میں رہ کر خود کی باطنی اصلاح کی ہو ۔ اور ان سے باطنی فیض حاصل کئے ہوں ۔ اور سلوک ختم ہونے کے بعد پیر کی طرف سے بیعت کرنے کی اجازت یعنی خلافت ملی ہو ۔ سنت کے کمال متبع اور بدعت سے اجتناب کرنے والے ہوں ۔ شریعت کے مطابق سنی عقیدہ رکھنے والے ہوں ۔ اور ان کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا اور میلان محبت علمائے دین سے ہو ۔ اور علمائے دین کی طرف سے ان پر کوئی کفران کا الزام نہ ہو ۔ ان کے ہمعصر لوگ اکثر پرہیزگار اور متقی ہوں ۔ ان کی صحبت کی برکت سے ماسوا اللہ کے ہر محبت دل سے محو ہوکر اللہ اور رسول کی محبت ہو اور آخرت کی فکر پیدا ہو جائے ۔ اور ان کو دیکھنے سے بے ساختہ اللہ اللہ کی صدا (آواز) دل سے نکلے اور ان کی محفل میں دنیوی چرچا کے بجائے کثرت سے اللہ کا ذکر اور خدا اور رسول کے احکام بیان ہوتے ہوں ۔ اور ان کے بیانات میں خلاف شرع ، لغو اور فاحش کلام نہ

کاکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ اور اُن کو اپنا وسیلہ و رہبر بنا کر بارہ سال تک خدمت گذاری کی جب ایسے ایسے لوگوں کو وسیلے کی ضرورت پیش آئی تو پھر ہم ناقصوں کا بغیر وسیلے کے کیا ٹھکانہ ہوگا ہاں جب تک پیر کامل نہ ملے خود بخود ریاضت کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ بعض وقت ایسا سالک نظر آتا ہے کہ صرف شیخ کامل کی توجہ کی کسر رہتی ہے۔ اور سب چیزیں اس کی ریاضت کے سبب اس میں موجود ہوتی ہیں۔ اس زمانۂ پُر آشوب میں پیر کامل کا ملنا بہت دشوار ہے اگر ایسا ہی حال رہا تو شاید وہ زمانہ بھی دور نہیں کہ صرف نام کی پیری مریدی باقی رہ جائے گی۔

پیرِ کامِلؒ کی پہچان

معلوم ہو کہ اس زمانہ میں بہت سے کاملین موجود ہیں۔ اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ان کاملین کی نقل و حرکت کر کے خود کو کامل پیر بتاتے ہوتے پھرتے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ کامل پیر کی چند علامتیں لکھدوں تاکہ عوام دھوکے سے بچ جائیں۔ موجودہ زمانہ میں میرے تجربہ کے مطابق پانچ قسم کے پیر موجود ہیں۔ ان میں سے دو قسم کے پیر خدا کے مقرب بندے ہیں جن سے ساری کائنات کو فائدہ پہونچتا ہے۔ خصوصًا سالک ان کے فیض سے فیض یاب ہو کر خدا کے قرب و معرفت سے مالامال ہوتا ہے۔ اور حقائق و معارف سے باخبر ہوتا ہے اور ایک قسم خدا کے نیک بندے ہیں جن سے سالک کو فائدہ کم اور نقصان نہیں پہونچتا۔ اور دو قسم کے پیر ایسے ہیں جن سے فائدہ کے بجائے صرف نقصان ہی نقصان ہے۔ پہلی دو قسمیں یہ ہیں۔ ایک علمائے طریقت دوسرے صوفیائے طریقت۔

علمائے طریقت وہ ہیں کہ جنھوں نے علم شریعت سے فارغ ہو کر کسی کامل پیر کی صحبت میں رہ کر طریقت کو اخذ کر کے ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ قرب خداوندی کو حاصل کیا ہو۔ اور قرآن و حدیث اصول و فقہ اور تفسیر وغیرہ میں پورے ماہر ہوں۔ یا تو کم از کم مشکوٰۃ و جلالین شریف پورے طور پر سمجھنے والے ہوں اور سنت کے کمال متبع و بدعت سے اجتناب کرنے والے ہوں۔ شریعت کے مطابق سنی عقیدے کے پابند اور عقلمند ہوں۔ پیر کامل کی خدمت سے فیض یاب ہونے کے بعد بیعت کرنے کی اجازت یعنی خلافت ملی ہو۔

میں سے ایک قسم علمائے ظاہر ہیں۔ جن کے اندر حرص، طمع، بخل، حرام، غیبت، کذب، حسد، کبر، ریا، کینہ، غضب، شہوت وغیرہ موجود ہو۔ اور خود بخود تصوف و سلوک کی کتابیں پڑھ کر رسائی کر لی ہوں۔ مگر کوئی کاملین کی صحبت میں طریقت کو اخذ کر کے اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کی ہو۔

دوسری قسم جاہل سر ہیں جن کو نہ علم ظاہری ہے نہ باطنی علم۔ نہ علمائے طریقت وصوفیا طریقت کی صحبت اختیار کی ہو۔ نہ خود حق راستہ پر قائم ہیں۔ نہ حق راستہ کی کچھ خبر ہے۔ بلکہ جاہل فقیروں سے بعض فضول باتیں یاد کر کے اپنے آپ کو بڑا پیر و فقیر اور درویش سمجھتے ہیں۔ اور لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں

ان ہر دو قسم کے پیر کی صحبت سے عوام کو خصوصًا سالک کو بچنا ضروری ہے۔ کیونکہ ان کی صحبت میں بجائے فائدہ کے صرف نقصان ہی نقصان ہے۔ یہاں تک کہ سالکین کے واسطے ان کی صحبت مثل زہر قاتل کے ہے۔

پیر ناقص کی صحبت کا بیان

جس طرح پیر کامل کی صحبت سے بےحد فائدہ ہے۔ اسی طرح پیر ناقص کی صحبت سے از حد نقصان ہے۔ پیر کامل کا دربار فیض و برکت اور انوار الٰہی سے مشرف ہونے و نور معرفت حاصل کرنے کا مقام ہے۔ اور پیر ناقص کا دربار بے بہا ظلمت اور گمراہی کا صحرا ہے۔ پیر کامل کا دل محبت خدا عزوجل کے لئے خانہ یعنی دکان ہے۔ پیر ناقص کا دل دھوکہ و مکر و فریب جہل اور گمراہی و ظلمات کا مکان ہے۔ پیر کامل کی خدمت سے دنیا اور آخرت دونوں جہان میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اور پیر ناقص کی صحبت سے فیض روحانی و نعمت سبحانی سے محروم رہتا ہے۔ گویا کہ ان کے دامن میں بربادی کے سوا ایمان کی بو تک بھی نہیں۔ حضرت عارف باللہ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔ ؎

اے بسا ابلیس کادم روئے ہست ۔۔۔ پس بہر دست نباید داد دست

ہر کہ او از کشفِ خود گوید سخن ۔۔۔ کشفِ او را کفش کن بر سر بزن

ما برائے استقامت آمدیم ۔۔۔ نے پئے کشف و کرامت آمدیم

ترجمہ:- بہت سے آدمی شیطان کی صورت بھی ہیں۔ پس ہر ایک کے ہاتھ میں بلا تحقیق ہاتھ دینا نہیں چاہیئے۔ (پیر ناقص) جو کچھ وہ اپنے کشف سے بات کہے۔ تو اس کے کشف کی جوتی

ہوں۔ اور ان کا اکثر وقت ذکر و فکر، مراقبہ اور کثرت بندگی میں گذرتا ہو اور اپنے مریدوں کو خدا کے مقرب بنانے کے لیے شوق و ذوق کے ساتھ تعلیم و تربیت کرنے والے ہوں اور ان کے اندر اخلاق ذمیمہ جیسے طمع، بخل، حرام، غیبت، کذب، حسد، کبر، ریا، کینہ، غضب، شہوت وغیرہ موجود نہ ہوں۔ اور صبر و شکر توکل، رضا اور تسلیم وغیرہ اخلاق حمیدہ سے متصف ہوں۔

معلوم ہو کہ علمائے طریقت وصوفیائے طریقت کی جو صفتیں اوپر بیان ہوئیں وہ صفات جو شیخ میں موجود ہوں تو وہی پیر کامل اور خدا کے مقرب بندے ہیں۔ عوام کو چاہیئے کہ ان کی صحبت سے فیض و برکت حاصل کرنے میں سستی نہ کریں اور ان کے کہنے کے مطابق ریاضت و مجاہدہ کر کے خدا کے مقرب بندے بننے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔

پیر ناکمل کی پہچان

تیسری قسم پیر ناکمل جن کی صحبت میں رہنے سے فائدہ کم اور نقصان نہیں وہ یہ ہے کہ علمائے طریقت وصوفیائے طریقت کی صحبت میں رہ کر بیعت و خدمت گذاری کرنے کے بعد وہ کامل سے قریب یا ہوتے ہوں۔ لیکن سلوک اتم ہونے سے پہلے بیعت کرنے کی اجازت یعنی خلافت نہ ملی ہو پھر بھی خدا کے مقرب ہونے کے لئے ہمیشہ ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ بھرپور کوشش کرتے ہوں اور علمائے طریقت و صوفیائے طریقت کی مذکورہ صفات میں سے اکثر صفات ان میں موجود ہوں۔ ان کی صحبت سے کوئی نقصان نہیں بلکہ اکثر اوقات فائدہ ہی حاصل ہوتا ہے۔ سالکین کو مقام مقصود تک پہونچانا ان کے لئے دشوار ہے ان کی صحبت میں رہنے کے بعد بھی سالک علمائے طریقت وصوفیائے طریقت کا محتاج رہتا ہے اسی لیے انھیں لوگوں کو مرید کرنا جائز نہیں۔

پیر ناقص کی شناخت

پیر ناقص دو قسم کے ہیں۔ جن کے ذریعہ فائدہ کے بجائے صرف نقصان ہی نقصان ہے اول

ترجمہ: جس کسی کے ساتھ تو بیٹھے اور تجھے اطمینان نہ ہوا اور تیرے دل سے دنیا کی محبت دور نہ ہو قطعاً بھاگ ایسے لوگوں کی صحبت سے۔ ورنہ نیک بندوں اور صاحبانِ حق کی روح تجھ سے خوش نہ ہوگی۔

شیخ کے ساتھ مرید کے برتاؤ کا بیان

مرید کو اپنے شیخ کے ساتھ ادب و احترام کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے کیونکہ با ادب بالنصیب (خوش نصیب) بے ادب بدنصیب ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اپنے شیخ کی تعظیم و تکریم اور آدابِ مجلس میں کمی نہ کرے۔ اکثر وقت سالک (شیخ سے) بے ادبی و گستاخی کرنے کے سبب درجۂ کمالات اور ولایت سے مردود ہو جاتا ہے اسی لئے شیخ سے مرید کو نہایت ادب کے ساتھ پیش آنا ضروری ہے جب ان کی خدمت بابرکت میں سامنے ہو تو اپنے بدن کو نرم رکھے اور سلام و مصافحہ کے بعد دو زانو ہو کر با ادب بیٹھے اور خاموشی و غور اور فکر کے ساتھ ان کے بابرکت کلام کو سنتا رہے۔ ان کی مجلس میں شور و غل نہ کرے اور ان کے سامنے نہ ہنسے بلکہ خوف زدہ ہو کر تعظیم سے بیٹھے۔ ان کی مجلس میں دوسرے کسی سے کلام نہ کرے اگر کسی سے کوئی ضروری بات کرنا ہو تو اس مجلس سے الگ ہو کر کرے تاکہ آدابِ مجلس اور تعظیم و تکریم کی احتیاط میں کمی نہ ہو۔ ان کی تقریر و بیان میں سے کوئی بات اگر سمجھ میں نہ آئے تو مجلس عام میں اعتراض نہ کرے بلکہ تنہائی میں دریافت کرے۔ اسی طرح اگر کوئی تصوف و سلوک کی بات کا خلاصہ یا مسائل شرعیہ پوچھنا ہوں تو خلوت میں پوچھے اور امتحاناً و اعتراضاً اپنے شیخ سے کوئی سوال نہ پوچھے کیونکہ اکثر وقت ایسی حرکت اور کلام سے شیخ کے دل میں زبردست صدمہ پہنچتا ہے جو باعث نقصان اور فیض و برکت سے محروم رہنے کا سبب بن جاتا ہے۔ دست بیعت (مرید) ہونے کے بعد اپنے شیخ پر کوئی قسم کی بدظنی و بدگمانی نہ کرے۔ بلکہ اس قسم کے خیالات کو دل میں کبھی آنے نہ دے۔ کیونکہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ "یقین تر کامل تر" اسی کلام پر تمام مشائخ طریقت نے اکتفا کیا ہے۔ جہاں تک شیخ پر مرید کا یقین کامل نہ ہوگا وہاں تک مرید کی ریاضت و مجاہدہ ناقص ہی رہے گا۔ مرید پیر کامل کی جتنی ہی کمال اتباع کرے گا۔ اتنا ہی ان کے فیض کا عکس مرید کے باطن میں پڑے گا۔ پیر کے ساتھ مرید کو یہاں تک احتیاط رکھنا ضروری ہے کہ ان کی طرف پیٹھ نہ کرے۔ نہ ان کے سایہ پر

اس نے منہ پھاڑ دے۔ ہم شریعت کے احکام پر مضبوط رہنے کو آئے ہیں۔ نہ کہ کشف وکرامت کے واسطے آئے ہیں۔

جو پیر دنیا کی محبت میں پھنسے ہوتے ہیں اور پیری و مریدی کو اپنے لئے پیشہ و کھیتی سمجھتے ہیں اور یادِ حق سے غافل و دنیا کی محبت میں ڈوبے ہوتے ہیں۔ وہ واقعی گمراہ اور کمترین بیہودہ انسان ہے۔ گویا وہ مانند شیطان کے ہے۔ اس کے دامن پکڑنا بلکہ شیطان کے دامن پکڑنے کے برابر ہے۔ ایسے ناقص کے ہاتھ میں بیعت نہ ہونا چاہئیے۔ اس لئے کہ اس کی صحبت سے نقصان کے علاوہ فائدہ حاصل ہونا محال ہے۔ عارف باللہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

دستِ ناقص دست شیطان است و دیو ۔۔۔ زانکہ اندر دام و تکلیف ست ریو

ترجمہ:۔ ناقص کا ہاتھ شیطان کا ہاتھ ہے۔ کیونکہ اس میں سراسر مکاری اور تکلیف ہے۔

ان کی صحبت میں بیٹھنا نہیں چاہئیے۔ اگرچہ وہ غائب کا حال بتاوے یا تو دلوں کی بات ظاہر کر دے یا دل میں کسی طرح کے اثرات ڈالدے یا اسے غائب ہو جانے کا یا شیر و چڑیا بننے کا علم معلوم ہو بلکہ ہوا پر اڑنے والا کیوں نہ ہو۔ ایسی ایسی باتوں سے اسکو کامل نہیں سمجھنا چاہئیے۔ اس لئے کہ یہ سب صفات شیطان لعین اور برہمنان ہندا ور جوگیان و فلاسفرانِ یونان میں بھی موجود رہتے ہیں۔ اگر ان چیزوں کا نام ولایت ہوتا تو شیطان مغضوب کو کفار نہیں کہا جاتا۔

پس معلوم ہوا کہ مذکورہ عجائبات کا نام ولایت وکمالات اور کرامات نہیں۔ اسے شریعت محمدی میں استدراج کہتے ہیں۔ وہ سب شریعت میں قابل قبول نہیں۔ جب تک کہ وہ احکام خداوندی کے مطابق رہو۔ اور وہ شخص اطاعت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند نہ ہو۔ اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو محروم ہے۔ اُسے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں۔ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

ترجمہ: جس کسی نے پیغمبر علیہ السلام کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہونچے گا۔

حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت ۔۔۔ وز تو نرمید صحبت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش ۔۔۔ ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

کی تعلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بلکہ اس کی استعداد کے مطابق سلوک کی بنا پر سبق دیتا رہے۔ رفتہ رفتہ اس کی ترقی اور استعداد کے مطابق سبق آگے بڑھاتا رہے۔ جب وہ لطائف ستہ سے ترقی کرکے مشاہدۂ انوار کے مقامات میں پہونچے تو اس پر پُرزور ظاہری و باطنی توجہ رکھے۔ تاکہ وہ مشاہدۂ انوار کے چوں بیچوں پر پست ہمت نہ ہو جائے۔ اور یہ اسرار و رموزات اس کی فہم سے بالاتر ہونے کے سبب کہیں کفر کر نہ بیٹھے خصوصًا مقام ہمہ اوست میں مرید پر صدق توجہ رکھنا نہایت ضروری ہے اور جب اس کے سامنے راز کی باتیں و سلوک کے اسباق اور مقامات کے اسرار بیان کریں تو چاہیئے کہ کھول کھول کر صاف طور پر اس کی عقل و فہم کے مطابق سمجھائے۔ اس کی عقل و فہم سے باہر گفتگو نہ کرے۔ اسی طرح انوار الٰہی اور مقامات کے احوال اس کے سامنے اس طرح بیان نہ کرے جیسے وہ سمجھ نہ سکے جب مرید کو مشاہدۂ انوار میں وجدانی کیفیت طاری ہو تو اُسے شیخ اپنی روحانی کشش سے خود میں جذب کرے۔ تاکہ وہ باہوش رہ کر اس شریعت محمدی میں ثابت قدم رہ سکے اور مرید کو اپنی خدمت کے لئے مجبور نہ کرے ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے کوئی خدمت کرنا چاہے تو اسے محروم نہ کرے۔ اور اس سے دنیوی کوئی فائدہ اٹھانے کی تمنا نہ رکھے اور نہ اس کے مال و دولت پر حرص کرے، اس پر تمنا کرے جب کسی وقت کوئی مرید اپنی خوشی سے نذر و نیاز ہدیہ و تحفہ پیش کرے تو اسے سنت کے مطابق قبول فرمائے۔ اور اُسے سنت کے مطابق صرف کرے۔ خود اس کے ہدیہ و تحفہ کا خواہش مند نہ رہے اور ایسا برتاؤ نہ کرے جس سے مرید کے دل میں بدظنی و بدگمانی پیدا ہو بلکہ ہمیشہ استقامت و استقلال کے ساتھ بندگی و اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے کا حکم کرے اور اسے اخلاق رذیلہ سے پاکیزہ و اخلاق حمیدہ سے آراستہ کرنے کی کوشش کرے خود بھی ان سب کا لحاظ رکھے۔ جب کسی وقت اتفاقًا اس سے کوئی خطا و غلطی ہو جائے تو اسے معاف کردے اور اس کے حق میں کوئی قسم کی بد دعا نہ کرے۔ اور اسے حکمت کے ساتھ آداب سکھلاتا رہے کیونکہ یہ بھی حضورؐ کی سنت ہے۔

چلے اور نہ ان کی طرف پیر پھیلاتے۔ حاضر خدمت ہونے کے لیے بلا اجازت نہ بیٹھے۔ نہ ان کے سامنے بلا اجازت ہوتے۔ اور ان کے سامنے بیڑی سگریٹ، حقہ، تمباکو نہ پیئے اور ان کے اہل و عیال، خویش و اقارب اور دیگر مریدوں کے ساتھ دعا و سلام اور آداب و احترام کا خیال رکھے اور ان کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے جس سے پیر کے دل میں صدمہ پہونچے اور رفتہ رفتہ اپنے اندر سے اخلاق رذیلہ کو دور کر کے اخلاق حمیدہ پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اسی میں صلاح و فلاح مخفی ہے۔ اور ان کے حکم کے مطابق اوراد و وظائف و دیگر اذکار کی پابندی کرے۔ کیونکہ عزیمت پر عمل کرنا اور ان کے حکم کی تعمیل کرنا فیض لامتناہی سے سیراب ہونے کا ذریعہ ہے۔ اور ان سے غافل رہنا اور سستی کرنا نور رحمت و معرفت اور فیض باطن سے محروم رہنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اور مرید کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے شیخ سے دینی و دنیوی ہر بات کا مشورہ لے۔ کیونکہ انہیں خدا کی مصلحتوں کا زیادہ علم ہے۔ بعد ان کے حکم کے مطابق کام کی ابتدا کرے۔ انشاء اللہ خدا کا فضل و کرم شامل حال ہوگا۔ اور اس کام میں جو کچھ برائی مخفی ہے وہ بفضل الٰہی ٹل جائے گی۔ حاشا باللہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست | فانی از تو گفتہ گفتہ خداست
اولیاء را ہست قدرت از الٰہ | تیر جستہ باز گردانند ز راہ
اکمہ و ابرص چہ باشد مردہ نیز | زندہ گردد از فسون آں عزیز

ترجمہ: بندہ خاص کی دعا عام لوگوں کی دعا کی طرح نہیں ہے۔ وہ محبت خداوندی میں فانی ہوا ہے۔ لہذا اس کا کہنا گویا کہ خدا کا کہنا ہے۔ اولیاء کو خدا نے ایسی قوت اور طاقت عنایت کیا ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس لوٹا لیتے ہیں۔ مادر زاد اندھا اور کوڑھ کو کیا (بلکہ) مردہ بھی ان کے دم کرنے سے زندہ ہو جاتا ہے۔

مُرید کے ساتھ شیخ کا برتاؤ

شیخ کو چاہیئے کہ مرید کو محبت و شفقت اور خلوصیت کے ساتھ روحانی پرورش کرے۔ اور اخلاص کے ساتھ تصوف و سلوک کی تعلیم و تربیت کرے۔ اور روحانی پرورش میں کسی طرح کی کمی نہ کرے اور اس کو سلوک کے قوانین کے خلاف فضول وظائف میں گرفتار نہ رکھے۔ بقدر ضرورت اوراد و وظائف

میں فرماتے ہیں کہ فقیر کے نزدیک سب راستوں سے رابطۂ شیخ افضل ہے۔ خدا تک پہونچنے کے لئے بہت سے راستے ہیں۔

چنانچہ حضرت خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس قدر نفوس ہیں اسی قدر خدا سے ملنے کے راستے ہیں۔ ہر ایک نفس اپنی حقیقت سے ملنے کا راستہ رکھتا ہے۔ لیکن مشائخ طریقت نے بالاتفاق تین راستوں کو اختیار کیا ہے۔ اول ذکر، دوم فکر، سوم رابطۂ شیخ ہے۔ یہ تینوں راستے سب راستوں سے افضل اور ضروری ہیں۔ اور انہیں راستوں پر چلنے والے لاکھوں ولی ہو گئے۔ اگر یہ تینوں راستے کسی سالک کو ایک ہی ساتھ میسر ہو جائیں تو نور علی نور ہے۔ ورنہ اگر ان تینوں راستوں میں سے کسی ایک کو بھی مضبوط پکڑے گا۔ تو بلا شبہ انشاء اللہ العزیز خدا تک ضرور پہونچے گا۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب میں رابطۂ شیخ کو یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اگر مرید کو بلا تکلف بلا بناوٹ رابطۂ شیخ حاصل ہو جائے تو پیر و مرید کے درمیان ایک ایسا روحانی تعلق پیدا ہو جاتا ہے جو مرید کے لئے افادہ، استفادہ کا سبب بن جاتا ہے۔ وصول الی اللہ کے واسطے رابطۂ شیخ سے مفید کوئی طریقہ نہیں ہے۔ اور ذکر سے رابطۂ شیخ کو افضل کہنا بلحاظ نفع کے ہے۔ کیونکہ ابتداء میں بغیر رابطہ کے مرید کو ذکر سے پورا مستفیض ہونا دشوار ہے۔ اسی لئے خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق۔ اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ ربط و تعلق اور محبت رکھتے تھے۔ اسی واسطے آپ کی شان میں مَا صَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْئًا اِلَّا صَبَبْتُهٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ ترجمہ جو کچھ ڈالا اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں مگر میں نے اس کو ابو بکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا۔

پس رابطۂ شیخ وصول الی اللہ کے واسطے بیشک نہایت عمدہ طریقہ ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اس دولت بابرکت سے محروم نہ رہے۔ اور اس پر پورا کامیاب ہونے کے لئے کوشش میں کوئی کمی نہ کرے۔

فائدہ

بہت سے علمائے شریعت جو علم طریقت سے بے خبر ہیں۔ رابطۂ شیخ کو شرک سمجھتے ہیں۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ رابطۂ شیخ سے مقصود صرف پیر سے اپنے رشتہ کو مضبوط کرنا ہے تاکہ بارگاہِ

رابطۂ شیخ کا بیان

رابطہ کے لغوی معنی لگاؤ، علاقہ، اور رابطہ کے معنی ربط دینے والا، ملانے والا کے ہیں۔ لیکن صوفیائے کرام نے اس سے مراد تصور شیخ لیا ہے یعنی پیر کامل کی صورت کو باطنی نگاہ سے دل میں جمائے رکھنے کا نام رابطہ رکھا ہے۔

رابطۂ شیخ کی ترکیب مشائخ طریقت اپنے مریدوں کو الگ الگ طریقے سے تعلیم دیتے ہیں۔ ان میں سے میرے تجربہ کے مطابق تین قسموں کو بیان کر رہا ہوں جن کو میں نے اپنے تجربہ میں مفید پایا۔ ایک قسم یہ ہے کہ سالک اپنے پیر کی صورت کو تصور کے ساتھ دل میں جمائے رکھے۔ چاہے پیر حاضر ہو یا نہ ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ سالک اپنی صورت کو پیر کی صورت تصور کرے۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ ذکر کرتے وقت یہ تصور رکھے کہ شیخ میرے دل میں ذکر کر رہا ہے۔ اور میں اس ذکر کو سن رہا ہوں۔ اسی خیال میں محو و مستغرق رہے۔

ان تینوں طریقے میں سے جو آسان و مناسب معلوم ہو اختیار کرے۔ سالک کو شہود و غیب ہر دو صورت میں تصور شیخ رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ جتنا ہی تصور شیخ قوی ہوگا اسی قدر قریب ہوگی جب رابطہ صحیح ہو جاتا ہے تو مرید اپنی صورت کو عین پیر کی صورت دیکھتا ہے یہاں تک کہ سب طرف شیخ ہی کی صورت نظر آتی ہے اس حالت کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ جو فنا فی الرسول و فنا فی اللہ کا مقدمہ ہے۔

در و دیوار جوں آئینہ شد از کثرت شوق ہر کجا می نگرم روئے ترا می بینم

ترجمہ رابطہ شیخ صحبت کی طرح مستقل طریق وصول الی اللہ کا ہے۔ ور انصباغ و رنگ اس کے لئے کافی ہے کیونکہ رابطہ سے شیخ کے ساتھ مرید کو نہایت مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی مناسبت کی وجہ سے مرید شیخ کے باطن سے فیوض اخذ کرتا ہے۔ حضرت مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ پیر کی غیر حاضری میں مرید اس کی صورت کو اپنے خیال میں پکڑ کر قلب کی طرف متوجہ رہے۔ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر بے رابطہ موصل نیست۔ و رابطہ بے ذکر البتہ موصول ہست اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اپنے والد شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب قول الجمیل کی شرح

طریقۂ نقشبندیہ کی منا سبت والقاب

اس طریقہ عالیہ کی نسبت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ کہ جن کا ایمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب امتوں کے ایمان سے بہتر فرمایا۔ اور جن کی ایک نیکی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام نیکیوں سے بہتر فرمائی ہے۔

مختلف زمانوں میں اس طریقۂ عالیہ کے مختلف نام ہوئے۔ جیسا کہ خلیفۃ الرسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تک اس طریقۂ عالیہ کو صدیقیہ کہتے تھے۔ اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ تک اس کو طریقۂ طیفوریہ کہتے تھے۔ اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تک طریقۂ خواجگانیہ کے نام سے مشہور ومعروف تھا حضرت خواجہ سید بہاؤالدین نقشبندیؒ سے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تک طریقۂ نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا۔ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اس طریقۂ عالیہ کا نام نقشبندیہ مجددیہ ہوا۔

طریقۂ نقشبندیہ کی فضیلت کا بیان

طریقۂ نقشبندیہ وصول الی اللہ کے واسطے سب طریقوں سے بہتر ہے۔ کیونکہ اس طریقۂ عالیہ کا مدار سنت کی تابعداری اور بدعت سے اجتناب کرنے پر ہے۔ اور اس کے اوراد واذکار بھی مطابق سنت ہیں۔ اسی واسطے صوفیائے کرام کے دیگر تمیز شدہ طریقوں میں یہ طریقۂ عالیہ امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فضیلت میں تمام مخلوقات سے افضل واکمل ہیں۔ جو شخص ظاہر وباطن اور صفات جبلی وکسبی میں اور عبادات وعادات اور معاملات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر مشابہت پیدا کرے گا۔ وہ اسی قدر کمالات سے مالا مال ہوگا۔ اور جو شخص جن امور یا باتوں میں جس قدر قاصر رہے گا۔ وہ اسی قدر کمالات میں کمتر رہے گا۔

الٰہی سے جس فیض و برکت کا نزول پیر کے دل میں ہو مرید اسے اپنے اندر اخذ کر سکے۔ ہاں پیر کو ہر حالت میں حاضر و ناظر سمجھنا بے شک شرک ہے۔

کیونکہ یہ صفت باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ صرف بہ لحاظ محبت اور تعظیم کے ایسا کرنا جائز ہے۔ اور جب تک پیر کی محبت اور تعظیم اپنے اندر غالب نہ ہو گی سالک کتنی ہی کوشش کرے گا مگر طریقت میں کامیاب نہ ہو گا۔

کیونکہ خدا کا (نور خدا) نزول دو ہی جگہ میں ہوتا ہے۔ ایک خانۂ کعبہ میں، دوسرے ہر مومن کے دل میں۔ جیسا کہ حدیث قدسی کے ترجمہ میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبرؐ کہ حق فرمودہ است — من نہ گنجم در سرا بالا و پست
من نہ گنجم در زمین و آسماں — من بگنجم در قلوب مومناں

جس طرح خانۂ کعبہ میں نور رحمت کا نزول ہو کر تمام نیک بندوں کو گھیر لیتا ہے۔ اسی طرح پیر کامل کے دل میں جس نور رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ وہ تمام مریدوں کو گھیر لیتا ہے۔ جس طرح خانۂ کعبہ سے محبت رکھنے والا اور اس کی طرف متوجہ ہو کر عبادت کرنے والا وہ نور رحمت کا زیادہ مستحق ہوا کرتا ہے۔

اسی طرح پیر سے زیادہ محبت و تعلق رکھنے والا اور اس کے حکم کی پوری تعمیل کرنے والا روحانی فیض کا زیادہ مستحق ہے۔ جو چیزیں نظر میں ہمیشہ رہتی ہیں۔ اس کی محبت دل میں قوی ہوتی ہے۔ جو نظر سے غائب رہتی ہے۔ اس کی محبت دل سے اٹھ جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کا نام و نشان دل سے مٹ جاتا ہے۔ اسی لئے تصور شیخ ضروری ہے۔ تاکہ شیخ ہمیشہ نظر میں سمایا ہوا رہے۔ اور اس کی محبت میں کمی نہ ہو۔ اور اس کے حکم کی تعمیل کرنے میں سستی و غلطی نہ ہو۔ اگر رابطۂ شیخ شرک ہوتا تو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ سعدی رح مولانا رومی رح و مولانا جامی رح اور تمام مشائخ طریقت خصوصاً حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو علم شریعت اور علم طریقت کے جامع تھے۔ وہ لوگ رابطۂ شیخ کو جائز قرار نہیں دیتے۔ اور اس کے واسطے تاکید نہیں کرتے۔ پس معلوم ہوا کہ رابطۂ شیخ شرک نہیں۔

ابھی اس زمانہ کے لوگ ضعیف و کمزور ہیں ۔ اب ان میں ہمت و قوت سخت ریاضت و مجاہدہ کی نہ رہی ۔ زمانہ خیر و برکت و نبوت کا ان سے دور ہوتا جا رہا ہے ۔ اس لئے خدائے کریم تو اپنے فضل و کرم سے مجھے ایسا طریقہ عطا فرما ، جس سے آسانی کے ساتھ جلد از جلد تیرا قرب و معرفت حاصل ہو سکے پس اللہ تعالےٰ کا دریائے رحمت جوش میں آیا ۔ اور حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طریقۂ مبارک بذریعہ کشف و الہام عطا کیا گیا ۔ جو طریقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا ۔ (یعنی وقوف قلبی اور اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم) پس حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ نے شکر خداوندی بجا لاکر سر سجدہ سے اٹھایا اور لوگوں میں یہ طریقہ رائج کیا ۔ اس طریقۂ عالیہ میں سلوک جذبہ سے شروع ہو کر قرب میں ختم ہو جاتا ہے اور دوسرے طریقوں میں سلوک جذبہ پر ختم ہوتا ہے ۔ اسی واسطے امام طریقت حضرت بہاؤالدین رحمۃ نے فرمایا کہ ہم مطلوبوں میں سے ہیں ، ہم فضل والوں میں سے ہیں ۔ لوگ آپ سے دریافت کرتے تھے کہ آپ کے جدید طریقہ میں کیا فائدہ ہے ۔ تو جواب میں فرماتے تھے کہ تمام طریقے مبارک اور نورٌ علیٰ نور ہیں ۔ اور سب طریقوں سے خدا تک پہونچ سکتے ہیں ۔ لیکن خدائے پاک نے جو طریقہ مجھے عطا کیا ہے اس میں وصول الی اللہ کے واسطے بہت سی سہولتیں ہیں ۔ اور اس طریقہ میں بہت جلد قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے ۔

طریقۂ نقشبندیہ کے اقرب الطرق ہونے کا ایک اور سبب ہے وہ یہ کہ سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں اس طریقۂ عالیہ کا وسیلہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ۔ اور ظاہر ہے کہ وسیلہ جس قدر قوی ہوگا ۔ اسی قدر راہ وصول میں اقرب ہوگا ۔ اور قطع منازل بہت جلد ہو جائے گی ۔ وہ جو کچھ اس طریقہ کے اکابروں نے فرمایا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بلند و بالا ہے ۔ بالکل درست ہے ۔ کیونکہ ان کی نسبت (یعنی دوام حضور یا دوام آگاہی) حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے نسبت ہے ۔ جو پیغمبروں کے بعد افضل البشر ہیں ۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آگاہی یقیناً سب آگاہیوں سے ارفع و اعلیٰ ہے ۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس طریقۂ مبارک کے بہت بڑے رکن ہیں ۔ اور آپ کے جدید علوم و معارف پر شریعت کی مہر تصدیق ہے ۔ چنانچہ آپ مکتوب نمبر ۲۹۰ جلد اول میں اپنے طریقہ کا بیان یوں لکھتے ہیں ۔ اس طریقہ کا بیان بدایت سے نہایت تک یہ ہے کہ جس کے ساتھ حق تعالیٰ نے مجھے ممتاز فرمایا ہے ۔ اس طریقہ کی

حضرات نقشبندیہ نے جو کمال اتباع سنت اختیار کیا ہے۔ اسی کے سبب سے وہ دوسروں سے سبقت لے گئے ہیں اور کمال متابعت و مشابہت ان کی فضیلت کی دلیل ہے۔ وہ اپنے عزیمت سے حتی المقدور غافل نہیں رہتے۔ اور اپنے وقت کی پابندی کرتے ہیں۔ وہ احوال مواجیہ کو احکام شریعت کے تابع رکھتے ہیں۔ اور حقائق و معارف کو علوم دینیہ کے خادم سمجھ کر جواہر نفسیہ شرعیہ کے عوض میں وجد و حال کو رائج نہیں کرتے اور صوفیا کے ترہات پر مغرور نہیں ہوتے۔ اسی واسطے ان کا وقت وحال دوام و استمرار پر ہے۔ نقش ماسوا ان کے دل سے اس طرح محو ہو جاتا ہے کہ اگر ہزار سال ماسوا کے حاضر کرنے میں تکلف کریں۔ تب بھی ماسوا ان سے دور رہے گا۔ جو تجلیات ذاتی دوسروں کے لئے مثل برق ہیں وہ تجلیات مشائخ نقشبندیہ کے لئے دائمی ہیں۔ جن حضور کے پیچھے غیبت ہو۔ ان کے نزدیک اعتبار سے نکما ہے۔

خداوند کریم عزوجل اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ (سورہ نور ع ۵)

ترجمہ: وہ مرد کہ غافل نہیں کرتی۔ ان کو سوداگری اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے نقشبندیہ اسی صفت کے مستحق ہیں جو اوپر کی آیت میں مذکور ہے۔ کیونکہ وہ ہر حال میں یاد الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔ کسی وقت میں بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہتے۔

جب حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ صوفیہ میں طالب حق کو دیکھا اور سنا کہ کسی نے سالہا سال سے سونا چھوڑ دیا۔ اور کسی نے رات کو جاگنا اور دن کو روزہ رکھنا اختیار کیا۔ کسی نے روزانہ دو ختم کلام اللہ شریف کا معمول بنایا کسی نے روزانہ دو سو رکعتیں پڑھنے کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ کسی نے صرف ایک کمبل سے بارہ بارہ سال گذار دیئے کسی نے تمام عمر کے لئے آسمان کی طرف دیکھنا چھوڑ دیا۔ کسی نے پیر پھیلانا بند کر دیا۔ بعض لوگ بوجہ ضعف پیری یا بیماری اذکار و عبادت ادا کرنے میں معذور ہو گئے اور اپنا اکثر وقت غفلت میں گذارتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ۔ ترجمہ: اللہ کا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں۔

جب حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی طرف غور کیا اور بہت سے لوگوں کو راہ قرب میں وقت کے سبب سے غافل پایا۔ تو حضرت نقشبند رح کے دل میں جوش آیا اور آپ اللہ کی درگاہ میں سر بسجدہ ہو کر عرض کرنے لگے۔

کلمات نقشبندیہ کا بیان

امام الطریقت حضرت خواجہ سید بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سلسلہ کی بنا گیارہ کلمات پر رکھی ہے۔ اور ان کلمات کا اشارہ اعمال و اشغال کی طرف ہے۔ ان میں سے آٹھ کلمات حضرت عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور تین حضرت نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں حضرت عبدالخالق غجدوانی رح کے آٹھ کلمات یہ ہیں۔ اوّل ہوش در دم۔ دوم نظر بر قدم۔ سوم سفر در وطن۔ چہارم خلوت در انجمن۔ پنجم یادکرد۔ ششم بازگشت۔ ہفتم نگہداشت۔ ہشتم یادداشت۔

اور حضرت خواجہ نقشبند رح کے تین کلمات یہ ہیں:۔ اوّل وقوف زمانی۔ دوم وقوف عددی۔ سوم وقوف قلبی۔

اب میں انشاء اللہ ان کلمات کی تشریح کرتا ہوں۔ اللہ پاک مجھکو اور سب مسلمان بھائی بہنوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اوّل۔ ہوش در دم

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے ہر ایک سانس کی نگہبانی کرے۔ کوئی ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ رہے۔ ہر ایک سانس یادِ الٰہی میں گذارے۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین رح فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ کرو۔ بلکہ سانس لیتے اور نکالتے وقت اور اس کے درمیان اللہ کا ذکر کیا کرو۔ ایک لمحہ بھی یادِ حق سے غافل نہ ہو۔ اور سالک پر یہ ضروری ہے کہ ہر ایک سانس میں اپنے مقصد کو تلاش کرے۔ کوئی سانس غفلت و معصیت میں نہ گذارے۔ یہاں تک کہ حضورِ الٰہی حاصل ہو جائے۔ اگر کوئی سانس غفلت میں گذر جائے تو اس سے توبہ استغفار کرے۔ اپنے سانس کی نگہبانی کے واسطے ذکر پاس انفاس کی مداومت کرنا زیادہ تر مفید ہے۔

بنیاد و نسبت نقشبندیہ ہے۔ جو متضمن اندراج نہایت در بدایت ہے۔ اس بنیاد پر عمارتیں اور محل بنائے گئے اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ بڑھتا۔

بخارا اور سمرقند سے بیج زمین ہند جس کا مایہ خاک یثرب اور بطحا سے ہے بویا گیا۔ اور اس کو سالہا سال سے آب فضل سے سیراب کیا گیا۔ اور تربیت احسان سے پرورش کیا گیا۔ جب یہ کھیتی کمال کو پہونچی تو یہ علوم و معارف پھل لائے۔

حضرت مجدد مکتوب نمبر ۲۸۱ دفتر اول میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:۔ کہ اس طریق میں ایک قدم رکھنا۔ دوسرے طریقوں میں سات قدم رکھنے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو بہ طریق تبعیت و وراثت کمالات نبوت کی طرف کھلتا ہے۔ اس طریقۂ عالیہ سے مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی نہایت کمالات ولایت کی نہایت تک وہاں کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند　　　　برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

از دل سالک راہ جاذبہ صحبت شاں　　　　می برد وسوسۂ خلوتِ و فکر چلہ را

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور　　　　حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند　　　　روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ۔ نقشبندیہ حضرات قافلہ کے عجب سردار ہیں کہ اپنے قافلہ یعنی متوسلین کو پوشیدہ طور پر حرم شریف میں لے جاتے ہیں۔ ان کی جذب کرنے والی صحبت راہ چلنے والے سالک کے دل سے خلوت کا وسوسہ اور چلہ کی فکر کو لے جاتی ہے۔ اگر کوئی کوتاہ نظر اس گروہ کو قصور و عیب کا طعنہ دے۔ بخدا زبان سے اس شکایت کو ظاہر کروں گا۔ تمام بہادران جہاں بزرگان دین اس زنجیر میں بندھے ہوئے ہیں۔ لومڑی مکر و فریب سے اس زنجیر کو کیسے توڑ سکتی ہے

مشائخ نقشبندیہ کے نزدیک وصول الی اللہ کے واسطے پانچ چیزیں ضروری ہیں۔ اول اہل اللہ کی صحبت، دوم رابطۂ شیخ، سوم شغل، چہارم مراقبہ، پنجم محاسبہ

سوم ۔ سفر در وطن

اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس میں سفر کرے۔ یعنی اپنی برائی کی تلاش کرے اور صفات ذمیمہ، حبِ جاہ و مال، عُجب و حسد، بغض و عداوت وغیرہ کو دور کرکے اپنے اندر صفات حمیدہ صبر و شکر، توکل و رضا، اور تسلیم وغیرہ کو پیدا کرے۔ اور اپنے اخلاق بشریہ کو اخلاق ملکیہ سے تبدیل کرکے تخلقوا باخلاق اللہ کے مطابق بن جائے۔ اور یقینی بات یہ ہے کہ جب تک خصائل رذیلہ سے دل پاک و صاف نہ ہوگا۔ تو کیوں کر اس دل میں نورِ خدا وندی کا گذر ہوگا۔

حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

صد تمنا در دلا داری فضول	یعنی	سینکڑوں آرزوئیں لغو دل میں تو رکھتا ہے
کے نورِ خدا در دل نزول		(ایسا ہو تو) کیا تیرے دل میں نورِ خدا نازل ہوگا

اور مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں	یعنی	تو خدا کو بھی چاہتا ہے اور ذلیل دنیا کو بھی
ایں خیال است و محال است و جنوں		یہ محض خیال اور جنون اور محال بات ہے

ان دونوں بیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ جب تک صفات ذمیمہ سے دل پاک و صاف نہ ہوگا تا وقت انوار الٰہی ہرگز دل میں دکھائی نہ دیں گے۔

جس دل میں غیر اللہ کی محبت ہے وہی اس کا بت ہے۔ جب تک بت خانہ کو توڑ کر خانۂ کعبہ نہ بنائے گا۔ عند اللہ بُت پرست ہے۔ اسی تصور میں حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

بت پرستی می کنی ہم بت گری	یعنی	تو بت پرستی کرتا ہے اور بت بناتا بھی ہے (یہاں
تا دلت رشکِ بتانِ آذری		تک) کہ تیرا دل آذر کے بتوں کے لئے باعث رشک ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں تصویر ہو اُس گھر میں رحمت کے فرشتے نازل نہیں ہوتے۔ اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت مولانا غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس دل میں غیر اللہ کا مقصود (خیال) ہو۔ اس دل میں اللہ کی رحمت کا نزول نہیں ہوتا۔
خلیفۃ الرسول حضرت امام الائمہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس نے اللہ کی محبت کا خالص

دوم ۔ نظر بر قدم

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک راہ چلتے وقت اپنی نظر پیر کے لپشت پر رکھے۔ تاکہ ادھر اُدھر بیجا نظر نہ جاتے۔ اور دل محسوسات متفرقہ میں گرفتار ہوکر پراگندہ نہ ہوجائے اور رنگ برنگ کے اشیاء (دکان، مکان، نامحرم عورت وغیرہ) کو دیکھ کر دل کی یکسوئی میں فرق نہ آجائے۔ جو کہ قرب خداوندی کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ یہ سب باتیں حصول مقصود کے لئے مانع ہیں۔ جس طرح ہوش دردم اندرونی خطرات کے لئے دافع تھے۔ اسی طرح یہ عمل (نظر بر قدم) بیرونی خطرات کے لئے دافع ہے۔

یا اس سے دوسری مراد یہ ہے کہ سالک اپنے نیکی وبدی کے قدم پر نظر کرے کہ کون غالب ہے۔ اگر بدی میں قدم کو آگے پاتے تو اُسے پیچھے ہٹا دے۔ اور نیکی کے قدم کو آگے بڑھا دے۔ رشحات میں ہے کہ شاید نظر بر قدم سرعت سیر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی مسافت ہستی کے قطع کرنے میں اور عقبات خود پرستی کے طے کرنے میں قدم نظر سے پیچھے نہ رہے۔ بلکہ منتہائے نظر پر قدم رہے۔ چنانچہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی مدح میں فرماتے ہیں۔

سکر رخود کردہ لسرعت سفر ۔۔۔ باز نماندہ قدمش از نظر

ترجمہ ۔ بہت سے لوگ کہ خود جلدی کے ساتھ سفر کیا۔ باقی نہ رہا اس کا قدم نظر کے سامنے۔

تیسری مراد یہ ہے کہ اپنے قرب کو دیکھے کہ ترقی کا قدم کس جگہ پر ہے۔ چوتھی مراد یہ ہے کہ اپنی ولایت کو دیکھے کہ کس نبیؑ کے قدم کے نیچے ہے۔

وقت رفتن بر قدم باید نظر !	ترجمہ۔ چلتے وقت پاؤں پر نظر ہونی چاہیے
ہست سنت حضرت خیر البشر !	کیونکہ یہ رسول اللہ صلعم کی سنت ہے
اندریں حکمت بس ست و بے شمار	اس میں بہت سی حکمتیں ہیں
دیدہ خواہد طالب حق آشکار	کہ جس کو طالب خدا صاف دیکھے گا۔
اتباع حضرت محمد مصطفےٰ	نبی علیہ السلام کی پیروی
می رساند نزد حق جل و علا	اللہ تک پہونچاتی ہے۔

چہارم - خلوت در انجمن

اس سے مراد یہ ہے کہ عام مجلس جہاں دل بھٹکنے اور منتشر ہونے کا محل ہے۔ وہاں باطنی طور پر خدا کے ساتھ خلوت اختیار کرے۔ یعنی ظاہر میں خلائق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ رہا کرے۔ یہاں تک کہ کھانے اور پینے، پڑھنے اور پڑھانے، چلنے اور پھرنے اٹھنے اور بیٹھنے سوتے و جاگتے، پاک و ناپاک وغیرہ تمام حالات میں اللہ کے دھیان میں غرق رہے۔ حضرت مجدد نقشبندرحمۃ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے حق میں اللہ پاک نے اپنے کلام پاک میں فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ (سورہ نور ع)

ترجمہ۔ میرے بندے وہ لوگ ہیں کہ جن کو سوداگری اور لین دین میرے ذکر سے غافل نہیں کرتے

حضرت اولیا کبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن کا مطلب یہ ہے کہ سالک جب بازار میں جاتے تو اس کے ذکر کا یہ عالم ہو کہ بجز ذکر الٰہی کے اسے کوئی اور آواز سنائی نہ دے۔ ایک بزرگ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از بروں درمیان بازارم وز دروں خلوتیست با یارم

ترجمہ۔ ظاہر جسم تو میرا بازار میں ہے اور میرا باطن یعنی دل خدا کے ساتھ ہے

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ سالک اگر ذکر میں جد و جہد اہتمام تمام کے ساتھ کرے۔ تو یہ دولت پانچ چھ روز میں حاصل ہو سکتی ہے۔ مشائخ نقشبندیہ نے چلہ کی بجائے اسی خلوت کو غنیمت سمجھ کر اختیار کیا۔ کیونکہ چلہ سے بھی وہی حاصل ہوتا ہے جو خلوت در انجمن کا مقصود ہے۔ نقشبندیہ کی خلوت میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ چلوں کی خلوت میں جن جن ریاؤں کا اندیشہ رہتا ہے۔ ان ریاؤں سے نقشبندیہ کی خلوت بالکل پاک و صاف رہتی ہے اور عبادت کا بھی بے ریا ہونا ضروری ہے۔ اور سالکان طریقت کو چاہئے کہ اپنی ظاہری حالت کو ایسی بنا رکھیں کہ عام لوگ دیکھ کر اسے کامل اہل اللہ گمان نہ کر سکے۔ حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

از دروں شو آشنا و ز بروں بیگانہ وش ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

مزہ چکھا تو اس نے خود کو طلبِ دنیا سے باز رکھا اور سب لوگوں سے کنارہ کش ہو گیا۔

کینہ و بغض و حسد، حقد و ریا　　خودسری خودبینی و مکر و دغا
ایں خصائل ناقصہ را دور کن　　قلبِ خود از یادِ حق معمور کن
تا شود قلبِ سیاہ نور و ضیا　　تا شود خانۂ دلت خانۂ خدا

ترجمہ۔ کینہ و بغض، حسد، حقد اور ریا۔ خودسری، خودبینی اور مکر و دغا۔ یہ بری عادتیں چھوڑ دے۔ اور اپنے دل کو یادِ حق سے آباد کر۔ تاکہ تیرا سیاہ دل منور و روشن ہو جائے۔ اور تیرا دل خانۂ خدا بن جائے۔

حضرات مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ نے جو مقام بقا میں سیرِ آفاقی کو چھوڑ کر سیرِ انفسی کو اختیار کیا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سیرِ آفاقی دور و دراز کا سفر ہے۔ اس کا پورا انجام دینا سالک کے لئے دشوار ہے۔ اس لئے مشائخ نقشبندیہ نے سیرِ آفاقی کو سیرِ انفسی کے ضمن میں قطع کرنا مناسب سمجھا۔ دوسرے سلسلوں میں سلوک کو سیرِ آفاقی سے شروع کر کے سیرِ انفسی پر ختم کرتے ہیں اور سیرِ انفسی سے سلوک کی ابتدا کرنا سلسلۂ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔ اندراج نہایت در بدایت کے یہی معنی ہیں کہ جو سیرِ انفسی دوسروں کی نہایت ہے۔ وہ اکابر نقشبندیہ کی بدایت ہے۔

واضح رہے کہ سالک سیرِ آفاقی میں مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈتا ہے۔ اور سیرِ انفسی میں مطلوب کو اپنے میں تلاش کرتے ہوئے دل کے گرد پھرتا ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے۔ ؎

ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست　　باتو زیرِ گلیم است ہر چہ ہست

یعنی اندھوں کی طرح ہر طرف ہاتھ مت لے جا۔ جو کچھ ہے تیرے کمبل کے نیچے ہے۔

مگر شہود انفسی میں گرفتار نہ رہنا چاہئیے بلکہ اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل تصور کر کے حق سبحانہٗ و تعالیٰ کو آفاق و انفس سے باہر طلب کرنا چاہئیے۔

حق سبحانہٗ و تعالیٰ جس طرح ورائے آفاق ہے اس طرح ورائے انفس بھی ہے۔ پس اس کو آفاق و انفس سے باہر ہی تلاش کرنا چاہئیے۔

صفت میں سیر کرے۔ جب بھی ختم نہیں ہوگی۔ لہذا ضروری ہے کہ لفظ لا سے ان سب کی نفی کر کے ذات بحت کی طرف قدم بڑھائیے۔ حضرت مولانا رومی رح فرماتے ہیں ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست　　　هر که بر وے می رسی بر وے مایست

ترجمہ:۔ اے بھائی خدا کی بے انتہا درگاہیں ہیں۔ جب تو کسی درگاہ پہ پہونچ جائے اسکو نہایت جان کر مت ٹھہر۔

ہفتم - نگہداشت

اس سے مطلب یہ ہے کہ قلب کے خطرات و وساوس پر نگاہ رکھے۔ ذکر کرتے وقت دل میں ماسوا اللہ کے کوئی خیال وخطرہ یا وسوسہ آجائے تو اسے فوراً دور کردے۔ اللہ کے سوا کسی قسم کا خیال بھی دل میں نہ آنے دے۔

حضرت خواجہ بزرگ محمد نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک پر لازم ہے کہ خطرات کو ابتدائے ظہور میں روک دے۔ اس واسطے کہ جب ظاہر ہوجائیں گے تو نفس اس کی طرف مائل ہو جائے گا۔ اور جب نفس پر وہ قبضہ کرلیں گے تو پھر ان کا دور کرنا مشکل ہو جائے گا۔ اور یقینی بات ہے کہ جب تک دل خطرات سے پاک وصاف ہوکر مانند آئینہ کے نہ ہو جائے۔ اس وقت تک انوار الٰہی و برکات و فیضان اس دل میں سما نہیں سکتے۔ اسی لئے مولانا رومیؒ فرماتے ہیں۔

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش　　　تا بگوشت آید از گردوں خروش
تا کنی فہم آں معمّہ ہاش را　　　تا کنی ادراک امر فاش را

ترجمہ: وسوسوں کی روئی کان سے باہر نکال۔ تاکہ تیرے (دل کے) کان میں آسمان سے آوازیں آئیں۔ تاکہ تو ان اسرار کو سمجھ سکے اور تاکہ تو راز کی باتوں کو جان سکے۔

ہشتم - یادداشت

اس سے مطلب یہ ہے کہ یاد رکھنا۔ یعنی اپنے مقصود کو ہمیشہ ذہن میں رکھنا وصول الی اللہ کے واسطے راہ حق میں شوق وذوق کے ساتھ مطلوب حقیقی کی یاد ہمیشہ دل میں رکھنا۔ نیکی و بدی، حلال وحرام، پاک وناپاک جو جو چیزیں مانع مقصود ہیں ان سب چیزوں کو ہمیشہ دل میں یاد رکھنا۔ تاکہ خدا

ترجمہ ۔ اندر یعنی دل میں خدا کی یاد رکھ اور ظاہر میں بیگانہ بنا رہ ۔ یہ عمدہ روش دنیا میں بہت کم ہے۔

پنجم۔ یاد کرد

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر حالت و ہر وقت ذکر میں مشغول رہے۔ خواہ زبانی ہو یا قلبی ذکر اسم ذات ہو یا نفی اثبات۔ جس طرح شیخ سے تعلیم ملی ہے ۔ اسی طرح ذکر کرتے ہوئے اللہ کی حضوری حاصل کرے۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

باش دائم اے پسر در یاد حق ۔۔۔ گر خبرداری ز عدل و دادِ حق

ترجمہ ۔ اے عزیز ہمیشہ یاد حق میں رہا کر۔ اگر تجھے خدا کے انعامات کی خبر ہے۔

ششم۔ بازگشت

اس سے مراد یہ ہے کہ رجوع کرنا پھرنا یعنی تھوڑے سے ذکر کرنے کے بعد مناجات کی طرف رجوع ہونا، یعنی تھوڑی دیر ذکر کرنے کے بعد زبان سے کہنا کہ اللّٰھم انت مقصودی ومرادی ورضاک مطلوبی ۔ ترجمہ یا اللہ تو ہی میرا مقصود و مراد ہے ۔ اور تیری رضامندی میرا مطلوب ہے ۔ تو اپنی محبت و معرفت مجھے عطا کر ۔ اور ذکر لا الہ الا اللہ کرتے وقت دل میں یہ تصور کرنا کہ اللہ تعالٰے کے قرب کے سوا اور کوئی مقصود نہیں ۔ مشائخ نقشبندیہ کا معمول ہے کہ کلمہ توحید لا الہ الا اللہ کے ضمن میں لا مقصود الا اللہ کا ملاحظہ کرنا ۔ کیونکہ جو معبود ہوتا ہے وہ مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ اَفَرَأَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ سے ظاہر ہے۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ ذکر کے بعد اَللّٰھُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَمُرَادِیْ وَرِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ بار بار پڑھنا شرط عظیم فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ طالب کو چاہئے کہ اس سے غافل نہ رہے۔ اور جب سالک کو ذکر و فکر سے سرور یا کوئی نور یا عالم غیب کی کوئی چیز نظر آئے تو چاہئے کہ اس پر مغرور نہ ہو جائے ۔ اور اس کو اپنا مقصود نہ سمجھ بیٹھے ۔ کیونکہ سالک اگر لاکھوں سال اسماء و صفات میں سے کسی ایک

رضامندی کے سوا میرا کوئی مقصود و مراد نہیں۔ اور یادداشت سے مراد نگاہداشت کی مضبوطی ہے

وقوفِ عددی

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک نفی و اثبات کے ذکر کے عدد سے واقف رہے یعنی ذکر میں سانس کو عدد پر چھوڑا کرے۔ جفت پر نہ چھوڑا کرے۔ مشائخ نقشبندیہ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص آداب و شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک سانس میں اکیس ۲۱ بار تک ذکر نفی و اثبات کر سکے۔ تو اسی وقت نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ذکر کی تکرار زیادہ کرنا شرط نہیں۔ بلکہ وقوف سے کہنا شرط ہے۔ جب عدد اکیس ۲۱ سے متجاوز کرنے کے بعد بھی نتیجہ ظاہر نہ ہو تو سمجھنا چاہئے کہ ضرور اس عمل میں کسی قسم کی غلطی۔ یا کمی رہ گئی ہو گی جس سے نتیجہ ظاہر نہ ہوا۔ ذکر کا نتیجہ یہ ہے کہ لا نفی کے وقت وجود انسانی فنا ہو جائے۔ اثبات یعنی لفظ الا اللہ کہتے وقت جذبات الٰہی کے تصرفات کے آثار میں سے کوئی اثر محسوس ہو جائے۔ بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ نے فلاں شخص کو وقوف عددی کا حکم کیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شیخ اپنے مرید کو مع رعایت عدد ذکر قلبی کا حکم کرتا ہے یہ نہیں کہ صرف رعایت عدد کا حکم کرتا ہے۔ بلکہ ذکر قلبی کے ساتھ رعایت عدد کا حکم کرتا ہے۔

وقوفِ زمانی

اس کے دو معنی ہیں ایک یہ ہے کہ سالک اپنے وقت کی پابندی کرے اور اپنے وقت کا واعی رہے کہ قیمتی وقت کس کام پر صرف ہو رہا ہے۔ جو وقت طاعت میں گذرے اس پر خداوند کریم کا شکر بجا لائے اور جو وقت معصیت و غفلت میں گذرے اس پر ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرے۔ صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے محاسبہ کہتے ہیں۔ خداوند کریم اپنے کلام مجید میں فرماتا ہے۔

وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ

اور رسول کی اطاعت میں کمی نہ ہو۔ اور خدا اور رسول کی مرضی و اطاعت کے خلاف کوئی کام نہ ہو جاتے کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کر کے مقام مقصود تک ہرگز نہیں پہونچ سکتا۔ چنانچہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

ترجمہ۔ جس کسی نے نبی کریم صلعم کے خلاف راستہ اختیار کیا۔ وہ ہرگز منزل مقصود کو نہیں پہنچ سکے گا

دیگر بزرگوں نے لفظ یاد داشت کی تشریح اس طرح کی ہے۔ وصول الی اللہ کے واسطے ہمیشہ کے لئے اللہ کے ساتھ باخبر ہو جانا۔ ایک بزرگ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

دارم ہمہ جا باہمہ کس در ہمہ حال — در دل ز تو آرزو و در دیدہ خیال

ترجمہ:۔ (اگرچہ) تمام جگہ سب لوگوں کے ساتھ ہر حال میں (رہتا ہوں لیکن) دل میں تیری آرزو اور آنکھوں میں تیرا ہی خیال رکھتا ہوں۔

حب اللہ کے ساتھ اس قدر لگاؤ پیدا ہو جائے کہ اپنی ہستی کو بھول جائے۔ اور اللہ کے سوا ہر ایک شئے اس کی نظر و نگاہ سے دل و دماغ سے عقل و شعور سے محو ہو جائے۔ یہاں تک کہ اللہ کی ذات اور اس کے جلوہ کے بغیر کوئی چیز اس کے شعور میں باقی نہ رہے تو اسے فنا کہتے ہیں۔ اور جب اس میں شعور کا شعور بھی باقی نہ رہے تب اسکو فناء الفنا اور عین الیقین بھی کہتے ہیں۔ اور یاد داشت فناء الفناء کے بعد پوری حاصل ہوتی ہے۔ جب سالک کو یاد داشت کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ تب وہ ایک لحظہ بھی خدا سے غافل نہیں رہتا۔ یہاں تک کہ خوشی و غمی۔ فائدہ و نقصان ہر حال میں خدا کے ساتھ رہتا ہے۔ اور جو شخص فنا و بقا سے مشرف ہو وہ ولی ہے۔

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے اخیر کے چار کلموں کی تشریح یوں فرمائی ہے۔

یاد کرد سے مراد ذکر میں مشغول رہنا یعنی جس ذکر کی تلقین شیخ سے ملی ہے اس کی تکرار میں ہمیشہ مشغول رہنا۔ یہاں تک کہ مرتبہ حضوری حاصل ہو جائے۔ اور باز گشت سے مراد مناجات کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہونا۔ اور کلمہ طیبہ کے ذکر کے بعد زبان سے کہنا۔ (کہ خدایا مقصود میرا تو ہی ہے اور تیری رضا) یعنی اللھم انت مقصودی ورضاک مطلوبی اور نگاہ داشت سے مراد اس رجوع کی محافظت کرنا بغیر زبان سے یعنی ذکر کے ساتھ دل میں تصور رکھنا کہ الٰہی تیری ذات و تیری

نگہبانی کرے اور اس کے دار و مدار پر واقف رہا کرے۔ قلب کی نگہبانی سے مراد یہ ہے کہ اُسے ذکر سے غافل رہنے نہ دے۔ اور شیطانی و نفسانی خطرات سے اور غیر اللہ کی محبت سے پراگندہ نہ ہونے دے۔ اور قلب کے مدار پر واقف رہنے سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر آن ہر لمحہ اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے کہ اس کا مدار یاد الٰہی میں یا غفلت و معصیت میں ہو رہا ہے۔

اگر اس کو غفلت میں پائے تو فوراً اُسے ذکر میں مشغول کرے تاکہ شیطان اس پر مسلط نہ ہو جائے۔ جو دل اللہ کی یاد سے غافل رہتا ہے اس میں شیطان تصرّف کرتا ہے۔ اور جو دل ذاکر ہے وہ مانند عرش اللہ ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ وقوف قلبی سے مراد یہ ہے کہ قلب کو اللہ کی طرف متوجہ یعنی اکمل رجوع کرے۔ تاکہ سب طرف سے توجہ (خیال) ہٹ کر معبود حقیقی کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اور غیر اللہ کی محبت اور نفسانی و شیطانی خطرات کا گذر نہ ہو سکے۔ خصوصاً ذکر کرتے وقت اس کی سخت ضرورت ہے۔ اسی واسطے حضرت نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر میں حبس دم اور رعایت عدد کو ضروری نہیں قرار دیا۔ بلکہ فوائد میں قرار دیا ہے۔ اور حضرت امام الطریقت خواجہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وقوف قلبی وصول الی اللہ کا بہت بڑا رکن ہے۔ اور اس کی سخت ضرورت ہے اور دار و مدار طریقہ نقشبندیہ کا اسی پر ہے کسی بزرگ نے خوب کہا ہے ؎

علی قبضِ قلبک کُن کانّک طائرٌ + فمن ذالک الاحوال نبک تولّد

ترجمہ: اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح ہو جا اور اسے سہہ۔ پس اس طریقہ سے جس طرح انڈے سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ تیرے دل میں نور خدا پیدا ہوگا۔

(سورۃ زمر رکوع ۶) ترجمہ۔ اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔ اس سے پہلے کہ آوے تم پر عذاب۔ پھر تمہاری کوئی مدد نہ کی جاوے۔ دوسری جگہ خداوند کریم فرماتا ہے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورہ یٰسین رکوع ۴) ترجمہ۔ آج کا دن وہ ہے کہ مہر لگے گی ان کے منہ پر اور بات کریں گے ہم سے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پیر ان چیزوں کے متعلق جن کو وہ کیا کرتے تھے۔

اسی بناء پر مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

روز محشر ہر نہاں پیدا شود   خود بخود ہر مجرمے رسوا شود

ترجمہ۔ قیامت کے دن ہر چھپی ہوئی بات ظاہر ہو جائے گی اور خود بخود ہر مجرم اپنی خطاؤں کے اظہار کی وجہ سے ذلیل ہوگا

یعنی قیامت کے دن ہر پوشیدہ بات ظاہر ہو جائے گی اور خود بخود ہر مجرم اپنی خطاؤں کے اظہار کی وجہ سے ذلیل ہوگا۔

اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ یعنی تم اپنے نفسوں کا حساب کرو۔ حساب دینے سے پہلے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنے نفس پر واقف رہا کرے اور پاس انفاس کو ملحوظ رکھے۔ یعنی ہر وقت خیال رکھے کہ اپنا وقت حضوری میں گذرتا ہے۔ یا غفلت میں۔ اور وقت کا کوئی ایک لحظہ بھی غفلت میں نہ گذارے۔

وقوف قلبی

اس کے دو معنیٰ ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر کے وقت دل اللہ عزّوجل سے واقف و آگاہ رہے۔ اور دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ ذکر کرتے وقت قلب کو ذکر سے بے خبر نہ ہونے دے۔ اور سالک قلب کی طرف متوجہ ہو کر اس کو ذکر کے مفہوم پر آگاہ کرے۔ اور سالک اپنی زبان کو بند رکھ کر قلب کی زبان سے ذکر کرے۔ اور اپنے ظاہری و باطنی کان سے اس ذکر کی آواز سننے پر متوجہ رہے۔

حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وقوف قلبی کا مطلب یہ ہے کہ سالک دل کی

اپنے وصول کو بھول گئے۔ اور کدورت کے سبب مادہ وجود اور جبیت کے اپنے مولائے کریم سے دور ہو گئے۔ اس لئے مشائخ نقشبندیہ اپنی توجہ ان لطائف پر ڈالتے ہیں اور ساتھ ہی اذکار کی تلقین کرتے ہیں۔ تاکہ یہ لطائف اپنے وصول کو یاد کر کے ان کی طرف عروج کریں اور ہر ایک لطیفہ فنا و بقا حاصل کرے۔

کشف و الہام کے اقسام

کشف والہام خداوند کریم کی ایک خاص نعمت ہے جو قرب خداوندی کے سبب اولیائے کاملین پر ہوا کرتا ہے۔ کشف کے لغوی معنی کھولنا اور ظاہر کرنا ہیں۔ الہام کے لغوی معنی دل میں خداتعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا القا ہونا ہے۔ القاء الخبر فی القلب من اللہ تعالیٰ۔ کشف رنگ برنگ قسم کا ہوا کرتا ہے۔ اور اس کے بہت سے اقسام ہیں۔

جیسا کہ کشف عیانی، کشف حسی، کشف وجدانی، کشف ادراکی، کشف القبور، کشف القلوب اور بعض کو صرف خواب بعض کو ان سب قسم کے مکشوفات خداوند کریم عنایت فرماتا ہے۔

کشف عیانی و حسی دیگر مکشوفات کے مقابلے میں قوی ہیں۔

اور یہ دونوں کشف صحیح طور پر خدا کے خاص خواص بندوں پر ہوا کرتا ہے۔ کشف عیانی کو عالم ناسوت و ملکوت و عالم جبروت و عالم لاہوت میں سیر کرنے کے وقت اپنی سیر کا پورا علم ہوتا ہے۔ اور کشف حسی کو عیانی کے مقابلہ میں سیر کا علم تھوڑا کم ہوتا ہے۔

اکثر طلاب کو اس زمانۂ پُر آشوب میں اکل حلال کی قلت کے سبب کشف عیانی و حسی نہیں ہوتے، بلکہ کشف وجدانی ہوا کرتے ہیں۔ کشف عیانی و وجدانی میں یہ فرق ہے کہ صاحب کشف عیانی عالم مثال میں ظاہرا دیکھتا ہے۔ کہ گویا وہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی سیر کر رہا ہے اور صاحب کشف وجدانی کو اپنی سیر کا پورا علم نہیں ہوتا۔ اور عالم مثال کی کوئی جگہ و چیز دکھائی نہیں دیتی مگر اپنے ادراک سے تبدیلات و خیالات اور تغیرات وارادوں کو محسوس کرتا رہتا ہے۔ جس طرح کہ ہوا تو نظر نہیں آتی مگر احساس سے اس کا ادراک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح صاحب کشف وجدانی کو اگرچہ عالم مثال کی سیر میں کوئی شئے نظر نہیں آتی۔ مگر باطنی احساس کے ذریعہ سب کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔ ہر شخص پر

لطائف کے اقسام

لطائف لطیفہ کی جمع ہے اور لطیفہ ماخوذ ہے لطفؔ سے۔ جس کے معنی خوبی، نرمی، نازکی کے ہیں۔ اور لطیفہ کے لغوی معنیٰ نکوئی، خوبی، چیز نیک، ہے۔ پس صوفیوں نے چند مبارک و پاکیزہ جگہ کو لطیفہ کے نام سے تعبیر و تجویز کیا ہے۔ جس میں سالک پر خدا وند کریم کے حقائق و معارف کے پوشیدہ راز کھلتے ہیں اور جس کے ذریعہ عاشقانِ خدا کو قرب حق و معرفت مولیٰ حاصل ہوتا ہے اسی کا نام لطیفہ ہے۔

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے۔ پانچ عالم خلق کے اور پانچ عالم امر کے ہیں آیۂ کریمہ الا لہ الخلق والامر (سورہ اعراف رکوع) میں ان ہی دو نوع کی طرف اشارہ ہے۔ جو بغیر واسطہ صرف قول کُنْ سے پیدا ہوئی وہ عالم امر ہے۔ اور جو بالواسطہ مادہ سے پیدا ہوئی وہ عالم خلق ہے۔ عالم امر کے لطائف یہ ہیں۔ قلب، روح، سِرّ، خفی، اخفیٰ۔

اور عالم خلق کے لطائف یہ ہیں۔ نفس ناطقہ، آب، آتش، خاک، باد۔ اہل عرفان کے نزدیک مجموعہ کائنات جو ہے خلق ہو یا امر عالم کبیر ہے۔ اور وجود انسان عالم صغیر ہے۔ جس طرح لطائف عالم خلق کے اصول عالم کبیر میں عرش کے نیچے موجود ہیں۔ اسی طرح لطائف عالم امر کے اصول عالم کبیر میں عرش کے اوپر موجود ہیں۔ لطائف علویہ کو لطائف سفلیہ سے مناسبت ہے جیسا کہ قلب کو نفس سے۔ روح کو ہوا سے۔ سِرّ کو پانی سے۔ خفی کو آگ سے۔ اخفیٰ کو خاک سے مناسبت ہے۔ اسی واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب ہیکل انسان کو پیدا کیا تو اپنی قدرت کاملہ سے لطائف عالم امر کو انسان کے بدن میں چند جگہوں سے تعلق و تعشق بخشا۔ تاکہ انسان جامع خلق و امر اور مستحق اسم عالم صغیر ہو جائے۔ جیسا کہ بائیں پستان کے دو انگلی نیچے لطیفۂ قلب ہے اور دائیں پستان کے دو انگلی نیچے لطیفۂ روح ہے۔ قلب اور روح کے درمیان سینہ میں لطیفۂ سِرّ کا مقام ہے۔ اور زیر حلق درمیان سینہ لطیفۂ خفی واقع ہے۔ اور سر کے تالو پر لطیفۂ اخفیٰ کا مقام ہے۔ چونکہ لطائف علویہ جو انوار مجردہ تھے اس پیکر جسمانی و ظلمانی میں آکر اپنے آپ کو ا

کشف دوم

۱۳۵۶ھ میں گاؤں سب پور میں ایک رات کو بعد تہجد روتے روتے جب میں بے ہوش ہو گیا۔ تو مجھے اس بے خودی کے عالم میں ندی کے کنارے قبرستان پر وہ بزرگ نظر آئے جو پہلے ایک دفعہ بعد فجر نظر آتے تھے۔ اور سلہٹ و شونام گنج۔ دو شہر نظر آئے۔ اور جو پہاڑ کشف میں نظر آیا تھا۔ اس میں سلہٹ شہر سے ایک بزرگ کے ساتھ شونام گنج ہو کر جاتے ہوئے سب راستے دکھائی دئے۔

جب مجھے ہوش آیا تو حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر، دعا پڑھتے ہوئے مسجد سے باہر ہوا۔

اس وقت اندھیری رات تھی جب قبرستان میں پہونچا تو نیفیز آدمی کے عقب قبرستان کے کنارے میں ایک سفید پوش آدمی نظر آیا۔ جب میں نے اسے قریب ہو کر غور سے دیکھا تو اسی بزرگ کو پایا۔ جن کو کشف میں دیکھا تھا۔ اور ان سے میرے بہت سے مقصد حل ہوئے۔ پھر میں ان بزرگ کے حکم کے مطابق سلہٹ درگاہ سے جلال الدین بخاری صاحب کے ساتھ شونام گنج ہوتے ہوئے پہاڑ پر گیا تو اسی راستے سے گذرا۔ جو سیب پور مسجد میں عالم کشف میں نظر آیا تھا۔ اور پہاڑ پر جا کر وہی پایا جو ۱۳۴۴ھ ہجری میں بعد فجر مکشوف ہوا تھا۔

الہام اوّل

مورخہ ۱۳۶۱ھ ماہ رجب کی شب جمعہ کو میں حبس دم کر رہا تھا۔ اس عالم میں باطن سے کسی کی مناجات سنائی دی۔ جس میں کوئی بارگاہ الٰہی میں التجا کر رہا تھا کہ اے خداوند کریم تو اپنے مقرب بندوں میں سے کسی بندہ کو میرے لئے وسیلہ و سبب بنا تاکہ میں اس کے ذریعہ تیرا قرب و معرفت حاصل کر سکوں۔ اس مناجات کے سنتے ہی میرے باطن میں آواز آئی کہ اگر تجھ میں ہمت ہو تو اس کی تربیت کے لئے تیار ہو جا۔ میں تیرے سپرد کرتا ہوں۔ میں نے یہ آواز سن کر خداوند کریم سے عرض کی کہ الٰہی تو ہر چیز پر قادر ہے اور ہر بات تیرے دربار میں روشن ہے۔ اگر میں اس کی تربیت کے قابل ہوں تو اس کو میرے سپرد کر۔ اور اس کی پوری تعلیم و تربیت کی توفیق دے۔ اسی وقت میرے باطن میں آواز آئی کہ میں نے

کشف ایک طرح کا نہیں ہوتا، بلکہ جداگانہ طور پر ہوا کرتا ہے۔ جو پوشیدہ راز اللہ تبارک و
کی طرف سے دل میں کھلتا ہے اور جس بات کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے دل میں القا ہوتا
اس کا نام الہام ہے۔ اور جو پوشیدہ راز حقیقت کی صورت میں باطنی نظر سے دکھائی دیتا
اس کا نام کشف ہے۔ مجھ پر جو جو کشف والہام واقع ہوگئے ان میں سے دو کشف و دو الہام
کرتا ہوں۔ تاکہ کسی کو کشف اور الہام کے سمجھنے میں کوئی دقت نہ رہے۔

کشف اوّل

۱۳۴۹ھ ماہ ربیع الاول روز دوشنبہ بعد فجر لیٹے ہوئے اللہ کے ذکر میں مشغول تھا
کی حالت میں مجھے بیخودی کا عالم ہوا۔ اس بیخودی کے عالم میں ایک پہاڑ نظر آیا۔ اور اس پہاڑ
اپنے کو اہل اللہ کی تلاش میں مشغول پایا۔ جب ایک بہت بڑے درخت کے نیچے میری نظر پڑی تو
ایک بزرگ کو خدائے قدوس کی عبادت میں مشغول پایا۔ اور وہ بزرگ سفید پوش تھے۔ نیز درخت
کے نیچے ایک بہت بڑا پتھر اور چند قسم کے پھل میوے دیکھنے میں آئے۔ بزرگ کے ساتھ تھوڑے
پر جب گیا۔ تو گھر کے مثل ایک بہت بڑی خندق میں بہت سے بزرگوں کو بیٹھے ہوئے اللہ کے ذکر میں
دیکھا۔ اور وہ سب میرے ساتھ اخلاق سے پیش آئے اور بہت کچھ نیک سلوک کیا۔ جس سے میری
طبیعت میں ایک عجیب کیفیت پیدا ہوئی تھی۔ ۱۳۵۵ھ ماہ رمضان المبارک میں اہل اللہ کی
تلاش کا شوق و ذوق میرے دل میں حد سے زیادہ ہوگیا۔ تو اس وقت میں ایک قسم کی بے خودی و بے
قراری کے عالم میں اہل اللہ کی تلاش میں نکل پڑا اور مسلسل تین سال تک اہل اللہ کے تلاش میں مشغول
رہا۔ اور شہروں میں جیسے آکھاؤرا، بھیراب بازار، کشور گنج، گوری پور، سنبھو گنج، میمن سنگھ
پھلسری گھاٹ، بہادر آباد، نترا کونہ، شوشنگ، دورگا پور، شونام گنج۔ چھاتک، سلہٹ، پھلیا
گنج، کلاؤرا، بدرپور، حبلہ کنڈی، لالہ گھاٹ، سلچر، کوملا، لکشام، پھینی، چٹگام وغیرہ اور پہاڑوں
میں رگونند، لاؤر۔ گور، جنتا، دیناج پور، وغیرہ میں اپنے مقصود کو حاصل کرنے کے لئے اہل اللہ
کی تلاش کرتا رہا۔ کسی جگہ کامیاب نہ ہونے کے سبب دل میں مایوسی کی کیفیت اور کاہلی سی پیدا ہوگئی
اخیر میں تھک کر بارگاہ الٰہی میں بے انتہا رونے لگا۔ یہاں تک کہ ایک رات کو تہجد کے بعد میں روتے
روتے بے ہوش ہوگیا۔

سیر و سلوک اور جذبہ کا بیان

سیر کے لغوی معنیٰ چلنے کے ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک سیر کا مطلب یہ ہے کہ پاکیزہ دل سے مخلوقات میں اپنے مقصود کی تلاش کرنا۔ اور سلوک کے لغوی معنی یہ ہے کہ سیدھی راہ چلنا، خدا کی خوشنودی ڈھونڈنا۔ صوفیوں کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا خداوند کریم سے اپنا رشتہ جوڑنا اور اس سے تعلق قائم کرنا۔

اور جذب کے لغوی معنیٰ کشش اور کھینچنے کے ہیں۔ اور صوفیوں کے نزدیک جذبہ کا مطلب یہ ہے کہ خداوند کریم کی محبت اور اس ذات محبت کی تلاش میں غرق ہو کر اپنی ہستی کو بالکل بھول جانا اور اس ذات محبت کو اپنی طرف کھینچنا۔ جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ طریقہ نقشبندیہ جذبہ کو سلوک پر مقدم کرتے ہیں۔ یعنی پیر کامل اپنے مرید کو پہلے ریاضت کا حکم دیتا ہے۔ اور ان ریاضتوں سے مرید کے عناصر و نفس کو مصفّٰی کرتا ہے۔ جب مرید اپنے نفس و عناصر کی طہارت اپنے سے باہر عالم مثال میں دیکھتا ہے۔ مثلاً ستارہ یا ہلال یا ماہ ناقص یا بدر کامل یا آفتاب۔ تو اس وقت شیخ مرید کو فنا و تصفیۂ نفس کی بشارت دیتا ہے۔ اسے سلوک کہتے ہیں۔ اور اس سیر کو سیر آفاقی کہتے ہیں۔ کیونکہ سالک اپنے سے خارج عالم مثال میں جو منجملہ آفاق ہیں اس میں اپنے احوال و انوار دیکھتا ہے۔ اس کے بعد شیخ محض اپنی توجہ سے مرید کے لطائف عالم امر کے تزکیہ میں مشغول ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ فنا و بقا حاصل کر لیتا ہے۔ اس کو جذبہ کہتے ہیں۔ اور اس سیر کو سیر انفسی کہتے ہیں۔

کیونکہ اس سیر میں سالک جو کچھ قرب و معرفت کے اسرار اور اسماء و صفات کے انوار دیکھتا ہے وہ اپنے اندر دیکھتا ہے۔ اسی لئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس سیر کو سیر انفسی فرماتے ہیں۔ کہ انفس اسمائے و صفات باری تعالیٰ کے ظلال و عکوس کے آئینے ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ سالک کی سیر صرف نفس ہی میں ہوتی ہے۔ بلکہ درحقیقت یہاں انفس کے آئینوں میں ظلال اسماء و صفات کی سیر ہی مشتمل ہے۔ طریقۂ نقشبندیہ میں جذبہ کو سلوک پر مقدم کرتے ہیں اور ابتدا لطائف عالم امر سے کرتے ہیں۔ سلوک جذبہ کے ضمن میں اور سیر آفاقی سیر انفسی کے ضمن میں طے ہو جاتی ہے۔ حضرت مجدد

تیرے سپرد کرتا ہوں۔ تو اس کی تعلیم وتربیت میں کمی نہ کر۔ اور وہ تیرے پاس فلاں تاریخ کو حاضر ہوگا میں نے الہام کی تاریخ وغیرہ لکھ رکھی۔ اور اس کا انتظار کرتا رہا۔ خدا کے فضل وکرم سے الہام کے مطابق مورخہ ۱ ماہ رمضان کو وہ شخص میرے پاس حاضر ہوا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم یہاں کس لئے آئے ہو۔ اس نے یوں بیان کیا کہ میں مورخہ ماہ رجب ۱۳۶۱ھ جمعہ کی شب میں بارگاہ الٰہی میں بعد تہجد درد بھرے دل سے اس طرح مناجات کر کے سو گیا تھا۔ کہ اے خداوند کریم تو اپنے مقرب بندوں میں سے کسی بندے کو تیرا قرب حاصل کرنے کے لئے میرا وسیلہ وسبب بنا تو خواب کے عالم میں آپ کو دیکھا کہ آپ سفید لباس پہن کر میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے آپ سے اپنا مقصود بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اطمینان سے آؤ۔ میں انشاء اللہ تم کو اچھی طرح تعلیم دوں گا۔ اور مجھے اپنا نام و پتہ بتایا۔ اسی خواب کے نام وپتہ کے مطابق آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ میں نے اس کے بیان کو سن کر اور اپنے الہام کو صحیح پا کر اس کی تعلیم وتربیت شروع کی۔

الہام دوم

ایک سالک دائرہ کمالات نبوت کے مقام میں کامیاب نہ ہونے کے سبب مورخہ ماہ محرم ۱۳۶۲ھ دوشنبہ کو میرے پاس حاضر ہوا۔ اور اس کے مقام کی تمام حالتیں میرے آگے بیان کیں۔ میں اس کے علاج کے لئے بارگاہ الٰہی میں جب متوجہ ہوا تو میری طبیعت میں الہام کی کیفیت طاری ہو کر بارگاہ الٰہی سے میرے دل میں القا ہوا۔ کہ یہ سالک فلاں کبیرہ گناہ میں مبتلا ہے۔ جس کے سبب وہ کمالات نبوت میں ناکام ہے۔ اگر یہ سالک اس کبیرہ گناہ سے خالص توبہ کرے اور سوا لاکھ (۱۲۵ ہزار) مرتبہ استغفار اور سوا لاکھ (۱۲۵ ہزار) درود شریف پڑھے تو اس کے گناہ کا کفارہ اور کمالات نبوت میں کامیابی کا ذریعہ بن جائے گا۔ پس میں نے اس سالک کے سامنے اپنا الہام بیان کیا۔ اس نے میرے پاس اپنے گناہ کا اقرار کر کے خالص توبہ کی اور میں نے اپنے الہام کے مطابق اس کو استغفار و درود شریف کی تعلیم دی۔ کہ جس پر عمل کرنے کے بعد اس کو کمالات نبوت میں کامیابی حاصل ہوگئی۔

کرنی چاہئے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں۔

نقشبندد و ہر نقش نمی بند   ہر دم از لوح غیبی نقش دگر پیش آرند

نقشبندانے دلیاب از نقش پاک   نقش ما ہم گرچہ پاک از لوح خاک

ترجمہ:۔ نقشبند ہیں لیکن ہر نقش کے اسیر نہیں ہیں۔ ہر وقت ہیو تونی سے دوسرا نقش سامنے لاتے ہیں نقشبند ہے۔ لیکن نقش پاک ہے۔ ہمارا نقش بھی اگرچہ پاک ہے خاک کے لوح سے

ذکر کی فضیلت

ذکر الٰہی سالکوں کیلئے قرب خداوندی حاصل کرنے کا نہایت آسان طریقہ و مفید ذریعہ ہے اور تمام مخلوق کے لئے باعثِ رحمت و برکت ہے۔ اسی لئے ہر ایک شئے اللہ کی تسبیح (ذکر) کرتی ہے فرمان خداوندی وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ۔ ترجمہ:۔ نہیں ہے کوئی شئے مگر وہ خدا کی تسبیح ذکر کرتی ہے حمد کے ساتھ۔ سالک کو چاہئے کہ ہمیشہ اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ اور ایک لمحہ بھی اس پاک ذات سے غافل نہ رہے۔ کیونکہ جو دل اللہ کی یاد سے غافل ہے اس میں شیطان تصرف کرتا ہے اور اس کے دل میں طرح طرح کا وسوسہ ڈال کر اسے قرب خداوندی و نور ہدایت سے بعید اور کفر کے قریب کر دیتا ہے۔ اسی واسطے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے مومنوں کو مطلع کیا کہ کسی حالت میں بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ جیسا کہ آیت قرآنی شاہد ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (سورۃ منافقون)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! نہ غافل کر دے تم کو تمہارا مال اور نہ تمہاری اولاد۔ اللہ کے ذکر سے اور جو لوگ ایسا کریں گے (یعنی مال و دولت جاہ و حشمت اور بال بچے میں مشغول ہو کر تم میں سے جو اللہ کا ذکر نہ کرے گا) وہی نقصان اٹھانے والے ہوں گے اور اللہ جل شانہٗ اپنے کلام مجید میں ایمان والوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا۔ ترجمہ:۔ اے لوگو جو ایمان لاتے ہو ذکر کرو اللہ کا بکثرت اور اس کی پاکی (تسبیح و تہلیل) بیان کیا کرو صبح و شام۔

سالکان طریقت اور مسلمانانِ عالم کو چاہئے کہ صرف نماز پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ نماز کے علاوہ

الف ثانی رح اس کی توضیح و تشریح یوں فرماتے ہیں کہ سیر و سلوک اور جذبہ و تصفیہ سے مقصود
نفس کو اوصاف رذیلہ و ردیہ سے پاک کرنا ہے۔ انفس کی گرفتاری اور وسوسۂ نفس کا حصول سب سے
بڑی برائی ہے۔ آفاق کی گرفتاری انفس کی گرفتاری کے سبب سے ہے۔ کیونکہ جس چیز کو جو کوئی
دوست رکھتا ہے اپنی دوستی کے سبب سے دوست رکھتا ہے۔ مثلاً اگر فرزند و مال کو دوست رکھتا ہے
تو اپنے فائدے کے واسطے دوست رکھتا ہے۔ چونکہ سیر انفسی میں خدائے تعالیٰ کی محبت کے غلبہ کے
سبب اپنی دوستی زائل ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس کے ضمن میں فرزند و مال کی دوستی بھی زائل ہو جاتی ہے
پس ثابت ہو گیا کہ اپنی ذات کی گرفتاری کے دور ہو جانے سے دوسروں کی گرفتاری بھی دور ہو جاتی
ہے۔ اسی طرح سیر انفسی کے ضمن میں سیر آفاقی بھی قطع ہو جاتی ہے۔ اس صورت میں سیر انفسی و سیر آفاقی
کے معنی بھی بلا تکلف درست رہتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں وہ سیر انفس میں بھی ہے اور آفاق میں بھی
ہے۔ انفس کے تعلقات کا قطع بتدریج انفس میں سیر ہے۔ اور آفاق کے تعلقات کا قطع جو سیر
انفسی کے ضمن میں ہوتا ہے۔ آفاق ہی میں سیر ہے۔ دیگر مشائخ نے جو ان دونوں کے معنی بیان کئے
ہیں۔ اس میں تکلف ہے۔ پس طریقۂ نقشبندیہ راہ اقرب ہوا۔ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ دوسروں کی
انتہا نقشبندیہ کی ابتدا میں مندرج ہے۔

واضح رہے کہ سیر انفسی و سیر آفاقی دونوں ولایت کے رکن ہیں۔ شہود انفسی کو کمال بتاتے
ہوئے کہتے ہیں کہ اپنے سے باہر شہود دریافت نہیں۔ مگر حضرت مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں کہ مطلوب
جو بیچوں و بیچگوں ہے آفاق و انفس سے باہر ہے۔ آفاق و انفس کے آئینوں میں اس کی ذات اور
اسمائے صفات کی گنجائش نہیں۔ ان میں جو ظاہر ہوتا ہے۔ وہ ظلال اسما و صفات ہے۔ بلکہ اسما
و صفات کی ظلیت بھی ان دونوں سے باہر ہے۔ چونکہ آفاق و انفس سلوک و جذبہ سے باہر ولایت
اولیاء کی گذرگاہ نہیں۔ اس واسطے اکابر نقشبندیہ نے بھی آفاق و انفس اور سلوک و جذبہ سے باہر
کی خبر نہیں دی ہے اور کمالات ولایت کے مطابق فرما دیا ہے کہ اہل اللہ فناء و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے
ہیں وہ اپنے اندر دیکھتے ہیں۔ اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے مطابق وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ
لیکن الحمد للہ اگرچہ ان بزرگوں نے انفس سے باہر کی خبر نہیں دی ہے۔ مگر وہ انفس کی گرفتاری
میں بھی نہیں۔ وہ انفس کو بھی آفاق کی طرح لا کے تحت میں لا کر اس کی نفی کر دیتے ہیں۔ چنانچہ خواجہ بزرگ
کا ارشاد ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہیں۔ حقیقت کلمہ لا سے اس کی نفی

اور ہم کو جو اسلام اور ہدایت نصیب کی ہے اس کی ثنا کر رہے ہیں اور اس کا شکر ادا کر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو قسم ہے خدا کی بتلاؤ صرف اسی لئے بیٹھے ہو؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ قسم ہے پاک ذات کی اس کے سوا اور کسی غرض سے نہیں بیٹھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ سنو! میں نے تم لوگوں کو تہمت سمجھ کر قسم نہیں دی مگر بات یہ ہے کہ میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور مجھکو اطلاع دی کہ حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے متعلق فرشتوں سے فخر و مباہات کر رہا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان گھٹنے ٹیکے بیٹھا رہتا ہے ابن آدم کے قلب پر۔ جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان ہٹ جاتا ہے۔ اگر وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ (بخاری)

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کی یاد کرنے والے اور یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے یعنی یاد کرنے والا زندہ ہے اور یاد نہ کرنے والا مردہ ہے۔ (بخاری و مسلم از مشکوٰۃ)

حدیث قدسی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور میرے ذکر سے اس کے ہونٹوں کو حرکت ہوتی ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ ابن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے احکام بہت ہیں۔ آپؐ مجھے کوئی ایسی چیز (عمل) بتا دیجئے جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یعنی تمہاری زبان ہمیشہ ذکر الٰہی سے تر رہا کرے۔

(مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی و ابن ماجہ)

سالکان طریقت کو معلوم ہو کہ حضور انور سردار انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً فَاِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ یعنی جسم انسانی میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ وہ جب اچھا ہوتا ہے تو تمام جسم اچھا ہوتا ہے اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ وہ (ٹکڑا) قلب ہے۔ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں گندگی کا ایک داغ لگتا ہے۔ اسی طرح جیسے جیسے گناہ زیادہ ہوتے جاتے

بھی ہر حالت میں ذکر ہی کیا کرے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاف یہ حکم دیا کہ نماز سے فارغ ہو کر بھی ہر حال میں اپنے پروردگار کو یاد رکھو یعنی اس کا ذکر کیا کرو۔ ارشاد مولائے کریم ہے۔ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (سورۂ نساء رکوع) ترجمہ۔ پس جب تم نماز سے فارغ ہو چکو تو ذکر کیا کرو اللہ عزوجل کا (یعنی اللہ کو یاد کرو) کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم راہ خدا میں جنگ کے لیے جاؤ اس وقت بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو۔ بلکہ ہر وقت اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ ترجمہ۔ اے ایمان والو! جب تمہارا مقابلہ ہو کسی جماعت سے تو مضبوطی سے جم جاؤ۔ اور اللہ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کو کامیابی حاصل ہو۔ اللہ کے ذکر سے دینی و دنیوی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اور مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ اور ہر کام میں کامیابی و برکت حاصل ہوتی ہے۔ اور مذکورہ آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ مومنوں کے لئے صلاح و فلاح حاصل کرنے کا ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ اور سورۂ جمعہ میں بھی اسی طرح ارشاد خداوندی ہے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی اور اللہ کا ذکر کرو بکثرت تاکہ تم فلاح پاؤ

مذکورہ آیت قرآنی کے علاوہ فضائل ذکر کے متعلق بہت سی احادیث بھی صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں۔ ان میں سے چند حدیث یہ ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ قیامت کے دن اللہ کے بندوں میں سے کون لوگ زیادہ اچھے درجوں پر ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر کرنے والے مرد اور عورت (مشکوٰۃ بحوالہ مسند امام احمد و جامع ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو فرمایا ہے کہ جب باغہائے جنت پر تمہارا گذر ہو تو کچھ کھایا پیا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغہائے جنت کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کے حلقے (ترمذی)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک وقت صحابہ کرام کی ایک جماعت میں حضور صلی اللہ سے نقل کرتے ہوئے ایک حدیث اس طرح روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کے ایک حلقہ (جماعت) پر گذر ہوا اور آپؐ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ یہاں کس غرض سے بیٹھے ہو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس لئے بیٹھے ہیں کہ ہم اللہ کا ذکر کریں۔

وبرکات کے آثار وثمرات سے نوازتا ہے۔ یعنی سالک ذکر الٰہی میں مشغول ہو کر ماسوا اللہ سے فراموش ہوجاتا ہے کے بعد اس پر خداوند کریم کا نہایت فضل وکرم ہوتا ہے۔ اور وہ تجلی ذات کے آثار وبرکات بھی ایسے عظمت والے ہیں جس سے سالک کو معصیت کے گرد وغبار سے نکال کر اللہ کی طرف ہمیشہ کے لئے کھینچ لیتے ہیں۔ اور اس کا دل بھی تجلی ذات والنوار الٰہی سے معمور ومنور ہو جاتا ہے۔ اور وہ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کے مطابق تجلی ذات کے رنگ سے رنگ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ تجلی ذات اسے مشاہدہ ہونے لگتی ہے۔ اس وقت سالک کو احکام خداوندی واطاعت نبوی صلعم بجا لانا نہایت آسان معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کی فرماں برداری کرنا اسے حکومت وسلطنت سے بھی زیادہ پیارا لگتا ہے۔ اسی مقام میں حضرت خاقانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی　　دمے بیاد حق بودن بہ از ملک سلیمانی

ترجمہ۔ تیس سال کے بعد یہ حقیقت خاقانی پر ثابت ہوئی کہ ایک دم یاد حق میں مشغول رہنا ملک سلیمانی سے افضل ہے۔ اس عالم میں سالک کو اپنے مولائے کریم کی نافرمانی کرنا نہایت گراں ودشوار محسوس ہوتا ہے۔ اور ہمیشہ اس کا دل اللہ تبارک وتعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بیزار رہتا ہے۔ اگر سہواً اس سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور اطاعت کے خلاف کوئی کام سرزد ہو جائے تو وہ نہایت شرمندہ ہو کر اپنے مولائے کریم سے توبہ واستغفار کرتا ہے۔ سالک کو ایسی مختلف پسندیدہ حالت میں مبتلا دیکھ کر اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر نہایت مہربان ہوجاتا ہے۔ اور اسے اولیاء، ابدال اور غوث وقطب وغیرہ کے درجات سے نوازتا ہے۔ اور اسے اسرار علوم علوی وسفلی سے باخبر کرتا ہے۔ اور اس پر رموز الٰہیہ منکشف ہونے لگتے ہیں۔ اس وقت وہ دنیا داری سے بے تعلق اور دنیا کی سب چیزوں سے بے رغبت ہوجاتا ہے۔ اور محبت خداوندی اس کے دل میں ہر چیز سے زیادہ قوی ہوجاتی ہے۔ اور ہر محبت کے مقابلہ میں محبت خداوندی اسے عزیز معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کی زندگی کا ہر قدم اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اٹھتا ہے۔ اور اللہ کی محبت میں وہ اپنی زندگی کے ہر سانس کو ذکر الٰہی کے ساتھ پورا کرتا ہے۔ اور دنیا کی تمام تشویشات اس کے دل سے اللہ کی محبت کو زائل نہیں کرسکتی بلکہ اس کی ضد میں اللہ کی محبت اور زیادہ ہوجاتی ہے اور اس محبت کو اپنی زندگی کا اصل مقصود سمجھتا ہے۔ ایسے مخلص بندوں کے متعلق ہی اللہ پاک کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ اور جو لوگ ایمان والے ہیں ان کو سب سے زیادہ

اتنے ہی دل میں معصیت کی گندگی اور اندھیری بڑھتی جائے گی۔ اور اس دل کو صاف کرنے کے لئے ذکر الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شئے کی صیقل ہوا کرتی ہے اور قلوب کی صیقل ذکر الٰہی سے ہوا کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ دعوات کبیر للبیہقی)

سالکان طریقت پر ہر گناہ سے بچنا لازم ہے کیونکہ گناہ ایک قسم کی پلیدی و گندگی ہے جو دھواں کی صورت پذیر ہو کر دل کو گھیر لیتا ہے۔ اور وہ دھواں بھی نہایت خطرناک ہے۔ جب وہ دل میں پہونچتا ہے تو دل کی بینائی (نور) کو ضائع کر دیتا ہے۔ دل کی بینائی دیدار حق کا اصلی ذریعہ ہے۔ اہل اللہ کو جو تجلی ذات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے دل کی آنکھ ہی سے خداوند کریم یعنی تجلی ذات کا مشاہدہ کرتے (دیکھتے) ہیں سالکان طریقت یعنی طالبان حق کو چاہئے کہ ذکر الٰہی سے اپنے دل کی بینائی کو قائم رکھیں اور اس کی روشنی (نور) زیادہ کرنے کے لئے کثرت سے ذکر الٰہی (یعنی تسبیح و تہلیل اور حمد و ثنا) کیا کریں۔ کیونکہ اللہ کے ذکر ہی سے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ ذکر الٰہی کو قابل قبول بنانے کے لئے اس کی طرف دل کا لگاؤ ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جتنا ہی دل کا لگاؤ زیادہ تر قوی ہوگا۔ اتنے ہی راہ قرب آسان ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ جو دل کا لگاؤ ہے اس کی انتہا میں عشق خداوندی کا مقام ہے۔ اور عشق خداوندی کی انتہا محبت کی لہروں میں قرب خداوندی کا ثمرہ ہے سالک کو چاہئے کہ ہمیشہ اس کے دھیان میں محو رہے اور ہر آن اسے یاد کرے۔ اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہر قدم اس کی رضا پر رکھے اور اس کے ہر ایک امر کی تعمیل و تکمیل کرے۔ اور ہر نواہی سے اجتناب کرے۔ جب بندہ کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہے تو اسے وہ دوست رکھتا ہے۔ اور فرشتوں کو بھی دوست رکھنے کا حکم کرتا ہے۔ اور لوگوں میں وہ عزیز ہو جاتا ہے۔ اور چاروں طرف اُس کی مقبولیت کی شہرت ہونے لگتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ تاجدار بادشاہ بھی تارک الدنیا فقیر کے دروازے کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اس کی خدمت میں سر جھکا کر درگاہ خداوندی میں اپنے لئے دعائے خیر کرنے کی عرض کرتا ہے۔ جب ذاکرین کی نگاہ عالم خیالاتِ فاسدہ اور ماسوا اللہ سے نکل کر یکسوئی کے ساتھ ذکر اللہ میں لگ جاتی ہے۔ اور اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ کے مطابق ہر دنیوی چیز کی محبت سے محبتِ خداوندی اس کے دل میں نہایت قوی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ اس عالم میں سالک بے مثال طور پر ذکر الٰہی میں مستغرق ہو کر ماسوا اللہ سے فراموش اور دنیا سے بے رغبت اور دنیا داروں سے بے تعلق ہو جاتا ہے جس سے اس پر خداوند کریم نظرِ کرم فرماتا ہے۔ اور اپنے تجلی ذات کا پردہ اٹھا کر اس بندۂ خاص کو انوار

ترجمہ۔ ذکر الٰہی اس روح کے لئے غذا ہے۔ اور اس زخمی دل کے لئے مرہم ہے۔ معلوم ہو کہ ذکر حق جو اصل ذات حق ہے وہ عارف باللہ ہی کو ملا کرتا ہے۔ اور اس کا اصل ثمرہ اسی کو حاصل ہوتا ہے اور وہی اللہ کے ذکر کی قدر کرتا ہے جو اللہ سے وصل اور دنیا سے فصل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ذکر الٰہی کی حقیقت پر پہنچ کر عشق خداوندی کا ثمرہ حاصل کیا تھا۔ وہ اللہ سے وصل کر کے ذکر اللہ کی تعریف اس طرح کی ہے ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام	شیر و شکر می شود جانم تمام
خود چہ شیریں ست نام پاک تو	خوشتر از آب حیات ادراک تو

ترجمہ:۔ اللہ اللہ یہ کیا میٹھا نام ہے کہ دودھ و شکر کی طرح میری جان ہوئی جاتی ہے تیرا نام پاک خود کتنا میٹھا ہے۔ اور تیرا ادراک آب حیات سے بدرجہا افضل ہے۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ دل میں اللہ کا نور پیدا کرے اور خصائل رذیلہ سے اپنے دل کو پاک کرے خصائل رذیلہ یہ ہیں:۔ حرص، طمع، بخل، حرام، غیبت، کذب، حسد، کبر، ریا، کینہ، غضب، شہوات نفسانی وغیرہ۔ یہ سب خصائل ایسے ہیں کہ ذکر الٰہی کے انوار کو کھا لیتے ہیں اور دل میں اندھیرا کر دیتے ہیں اور ذکر الٰہی کو دل میں جمنے نہیں دیتے۔ جس سے کہ دل میں انوار الٰہی پیدا ہو سکیں۔ جس دل میں اللہ کا نور نہیں ہے۔ وہ "دل" دل ہی نہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں نہ باشد نور دل دل نیست آں	چوں نباشد روح جز گل نیست آں

ترجمہ:۔ اور جب نہ ہو نور دل میں وہ دل ہی نہیں اور جب نہ ہو روح جزو تو وہ گل ہی نہیں۔

حقیقتہً دل انوار الٰہی کی جگہ ہے۔ اگر وہ انوار الٰہی سے خالی (ویران) ہو تو وہ شیطان کا حجرہ بن جاتا ہے۔ جس طرح اگر کسی مکان میں انسان کی آبادی نہ ہو تو اس میں جنات (دیتے ہیں) تصرف کرتے ہیں۔ اسی طرح جب دل ذکر الٰہی سے غافل اور تجلی ذات سے خالی ہوتا ہے۔ تب اس میں شیطان کا لشکر آباد ہوتا ہے۔ اور وہ سب انسان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈال کر دل کو حق کی طرف سے موڑ دیتا ہے۔

اسی واسطے حضرت حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

دل اس کو کہتے ہیں جو دل ذکر الٰہی اور تجلی ذات سے معمور ہوا ور اللہ تبارک و تعالیٰ اسے نظر رحمت سے دیکھتا ہو۔ اور جو ذکر الٰہی سے غافل اور انوار الٰہی سے خالی (ویران) ہو اور فضول خیالات سے بھرا ہوا ہو وہ دل دیو، بھوت اور شیطان کا حجرہ (گھر) ہے۔ حقیقتہً وہ دل دل ہی نہیں۔

محبت اللہ سے ہوتی ہے۔ جب ذکر الٰہی کرتے کرتے سالکان طریقت پر وہ لوبت آموختی ہے جو عارف باللہ سے مناسبت اور خصوصیت ہے۔ تو اس وقت ان کے دلوں میں اللہ کے خوف سے لرزہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی باتوں کو سنتے ہی ان کے بدن کے رونگٹے (بال) کھڑے ہو جاتے ہیں اور ان کی ظاہری و باطنی حالت اس آیت کے مطابق ہو جاتی ہے۔ آیت کریمہ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ترجمہ۔ اللہ نے اتاری سب سے بہتر بات (جو) کتاب ہے یکساں دہرائی جانیوالی۔ (اس کو سننے سے) بال کھڑے ہو جاتے ہیں چمڑوں پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے۔ پھر نرم ہو جاتے ہیں چمڑے ان کے اور دل ان کے ذکر الٰہی کی طرف (سورۂ الزمر رکوع ۳)

ایسے با کمال پسندیدہ بندوں کے افعال ہی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں مروی ہے۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُلَخَّصًا وَمَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِيْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِيْ يَمْشِيْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِيْ لَاُعْطِيَنَّهٗ وَاِنِ اسْتَعَاذَنِيْ لَاُعِيْذَنَّهٗ ۔ ترجمہ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ (فرماتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ) میرا بندہ نوافل کے ذریعہ ہمیشہ میرے قرب کی تلاش کرتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اور وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اور وہ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو دیتا ہوں۔ اگر وہ مجھ سے پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔

پس معلوم ہوا کہ طالب المولیٰ کو ذکر الٰہی دنیا کے فریب و جال سے نکال کر خدا کا مقرب بنا دیتا ہے۔ اور جہنم کے کھٹکے سے نجات دلا کر جنت میں پہونچانے والا ہے۔ اور دنیا کی تمام نعمتوں سے ذکر الٰہی افضل ہے۔ پس ذکر اللہ آئینہ دل کا سہارا ہے اور طالبان حق کے لئے عشق صدا وندی سے زخمی ہوئے دلوں کا مرہم ہے اور ایمان والی روحوں کی غذا ہے۔ حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ذکر حق آمد غذا ایں روح را　　　مرہم آمد ایں دل مجروح را

میں فکر کرنا اس لئے ممانعت ہے کہ اس کی ذات وصفات کو پورا احاطہ کرنا دشوار ہے۔ کیونکہ اس کی ذات مخلوق کے وہم وگمان سے باہر ہے۔ فرمان خداوندی ہے کہ سُبحَانَہٗ وتعالیٰ عما یصفون اور عارف باللہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس — ہست رب الناس را با جان ناس
زانکہ فصل وصل نبود در روان — غیر فصل ووصل نندیشد گمان
مر صفاتش را چنان دان اے پسر — کز وے اندر نیاید وہم جز اثر
ظاہرش آثار و نور رحمتش — لیک کے داند جز او ماہیتش
ہیچ ماہیات اوصاف و کمال — کس نداند جز بہ آثار و مثال
صد ہزاراں وصف گر گوئی ز پیش — جملہ وصف اوست او زیں جملہ بیش

ترجمہ۔ جو اتصال کہ پروردگار کا انسان کے ساتھ ہے وہ نہ قیاس میں آسکتا ہے نہ عقل میں۔ چونکہ اس کا قرب فصل و وصل سے بالاتر ہے اس لئے انسان کا گمان (خیال) بھی اس تک نہیں پہونچ سکتا۔ بلکہ صرف فصل ووصل کے چکر ہی میں رہتا ہے۔ اس کی تعریف بس اس قدر سمجھو کہ انسان کے وہم وخیال میں سوائے اثر کے اور کچھ نہیں آسکتا۔ اس کی رحمت کے انوار واثر ظاہر ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت سوائے اس کے کون جان سکتا ہے چاہے کوئی لاکھ اس کی تعریف کرے۔ لیکن وہ ان تمام اوصاف اور تعریفوں سے بالاتر ہے۔

تفکر ایک آئینہ ہے۔ جس میں نیکی اور بدی نظر آتی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ایک گھڑی غور وفکر کرنا ساری رات کی عبادت سے افضل ہے۔ فکر تین قسم پر منقسم ہے اول یہ ہے کہ جو مصنوعات میں کی جاتی ہے۔ جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی موجودگی معلوم ہوتی ہے اور ایمان کی تقویت ہوتی ہے۔ یہ شان علمائے حقانی کی ہے۔ دوسری قسم یہ ہے جو کہ رب العزت کی مہربانیوں اور احسانوں اور بڑی بڑی نعمتوں پر کی جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ یہ شان عاقلین اور خدا کے پسندیدہ ومقبول بندوں کی ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ جو کہ اپنے اعمال (اچھے بُرے کاموں) پر اور اخلاص پیدا کرنے میں کی جاتی ہے۔ یہ صفات عابدوں کی ہے
فکر کی بدولت دینی ودنیوی ہر کام کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ اور بے فکری و بے پروائی کے سبب اکثر لوگ ناکامیاب رہتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ صوفیائے کرام ذکر اللہ کے ساتھ ہی ساتھ خلق

اے عزیز تو اپنے دل کو ذکر الٰہی سے معمور رکھنا۔ اور ہر قسم کی پلیدی و گندگی سے اپنے دل کو بچا۔ تجھ کو نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوگی۔ جس نعمت کی کوئی مثال نہیں۔ ہر نیکی کا بدلہ، رنگ برنگ صورت میں ملا کرتا ہے۔ لیکن ذکر الٰہی کا بدلا دنیوی فوائد کے علاوہ بھی ذات پاک کا دیدار ہے۔ اور اس کا اصل ثمرہ ذات بحت کا تقرب ہے۔ دنیوی شغل میں پھنسکر اپنے قیمتی وقت کو ضائع نہ کر بلکہ اپنے وقت کو ذکر الٰہی اور اس کی جستجو میں صرف کر۔ یہی تیرے واسطے بہتر ہے اور صلاح و فلاح حاصل کرنے کا سب سے اعلیٰ وارفع ذریعہ ہے۔

فکر کی فضیلت

معلوم ہو کہ وصول اللہ کے واسطے خدا کی مخلوق پر غور و فکر کرنا بھی ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ بغیر فکر کے عبادت بھی ناقص رہتی ہے۔ اسی طرح فکر کے علاوہ صرف ذکر تن تنہا قابل قبول ہونا محال ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا ہے آسمان اور زمین میں سب انسان کے فائدے کے لئے بنایا ہے ان میں سے کوئی ایک چیز پر اگر بندہ غور و فکر کرے تو آسانی کے ساتھ خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون۔ ترجمہ: اور ہم یہ سب مثالیں بیان (پیش) کرتے ہیں ان کے لئے تاکہ وہ لوگ فکر کریں۔ (سورۃ حشر ع ۳)

اور دوسری جگہ فکر کرنے والے کے متعلق اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ ویتفکرون فی خلق السموات والارض ترجمہ: فکر کرتے ہیں وہ لوگ (میری خلق پر) جو کچھ پیدا کیا ہے ہم نے آسمان اور زمین کے بیچ میں۔ اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ فاقصص القصص لعلهم یتفکرون۔ ترجمہ: سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ فکر کریں۔ حدیث شریف میں ایک ساعت کی فکر کو ساٹھ سال کی عبادت سے افضل فرمایا ہے۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی فرمان ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی مخلوقات میں فکر کرو اور اللہ کی ذات میں فکر نہ کرو کیونکہ تم اس کا اندازہ نہ کر سکو گے۔ اس لئے کہ عاقلین بھی اس ذات کی معرفت میں حیران ہیں۔

زیں وصیت کرد مارا مصطفےٰ
بحث کم جوئید در ذات خدا

ترجمہ: یہ وصیت کی ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ بحث کم کرو ذات خدا میں اس کی ذات

اور دن بھر ان شرائط کی نگہبانی کرے۔ تاکہ ان سب کے خلاف کوئی کام سرزد نہ ہونے پائے۔ اسی شرط و معاہدہ کو صوفیائے کرام مشارطہ کہتے ہیں۔ پھر دنیوی جھنجھٹ سے فارغ ہوکر نفس سے حساب طلب کرے۔

محاسبہ کا بیان

محاسبہ کے لغوی معنی حساب کرنا ہے۔ صوفیائے کرام اپنے نفس سے حساب طلب کرنے کو محاسبہ کہتے ہیں۔ یعنی صوفیائے کرام رات کو اپنے نفس سے اوقات کے حساب طلب کرتے ہیں کہ دن کو اپنا وقت کس کس کام پر صرف ہوا۔ پس جس کو محاسبہ کرنے کا ارادہ ہو تو اسے چاہئے کہ رات کو جب دنیوی کام کاج سے فارغ ہوکر آرام فرمائے (سوئے) تو صبح سے لے کر سونے کے وقت تک جو وقت صرف ہوا اس کے ہر ایک حصہ اور لمحہ کو یاد کرے کہ کون سا منٹ کہاں اور کس کام میں گذرا معصیت (گناہ) میں یا نورانیت (نیکی) میں۔ جو وقت نورانیت میں گذرا ہوا یاد آئے اس پر شکر خداوندی ادا کرے۔ یعنی الحمد للہ کہے۔ اسی طرح ہر ایک نیکی یاد آنے پر الحمد للہ کہتا جائے اور دوران محاسبہ میں جب کوئی گناہ سرزد ہوا یاد آئے تو اس پر نادم ہو اور درگاہ بے نیاز میں خلوص دل سے توبہ کرے اور ساتھ ہی ساتھ توبہ کا صیغہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ زبان سے کہتا جائے۔ اسی طرح تمام اوقات پر نگاہ دوڑاتے جائے اور ساتھ ساتھ توبہ واستغفار و شکر خداوندی ادا کرتا جائے۔ اسی کا نام محاسبہ ہے۔ محاسبہ کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ حَاسِبُوْا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا۔ یعنی تم اپنے نفس کا حساب کرو۔ حساب دینے سے پہلے محاسبہ کے ذریعہ قرب کے مقامات میں نہایت ترقی حاصل ہوتی ہے۔ اور ہر مقامات میں فیضان کا مقدار بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اور باطن کو صاف رکھنے کا بہترین ذریعہ محاسبہ ہے۔ پس اے سالک تو محاسبہ سے ہرگز محروم نہ رہا کر۔ بلکہ روزانہ محاسبہ کیا کر۔ اور گناہ پہ بقدر ضرورت سزا دیا کر تاکہ شرائط کا پابند ہو جائے۔

مراقبہ کا بیان

لفظ مراقبہ ماخوذ ہے رقابت بمعنی محافظت سے۔ یا رقوب بمعنی انتظار سے۔ پس

خدا پر فکر کرنا اپنے لئے لازم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ اس کی دی ہوئی نعمتوں میں فکر کرنے سے محبت خداوندی میں زیادتی ہوتی ہے اور ذکر الٰہی میں بھی لذت کی زیادتی ہوتی ہے۔ اسی لئے اہل اللہ فکر کو عقل کا مغز بتاتے ہیں۔ ذکر کے عالم میں فکر کا استغراق زیادہ ہونا مشاہدۂ انوار کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ پس اے سالک تو ضرور بالضرور اپنی عملی زندگی و خلق خدا پر فکر کیا کر تاکہ تجھے نعمائے خداوندی حاصل ہو جائیں

مشارطہ کا بیان

مشارطہ کے لغوی معنیٰ شرط کرنا ہے۔ جب کوئی شخص سوداگری میں شرکت (تجارت) کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ ضرور اپنے بھاگیدار (حصہ دار) سے پہلے ہی شرط و معاہدہ کر لیتا ہے تاکہ وہ لین میں دھوکہ نہ دے اور تجارت کو بخیر و خوبی انجام دینے میں سستی اور غفلت نہ کرے۔ اسی طرح صوفیائے کرام بھی اپنے نفس سے نیکی کرنے کا عہد و اقرار کر لیتے ہیں۔ تاکہ آخرت کی دائمی سوداگری میں کوئی نقصان نہ آجائے اور بھاگیدار نفس مال خیر (نیکی) کے بجائے کہیں مال شر (بدی) خرید کر نہ بیٹھے۔ پس اے سالک تو بھی اپنے نفس کی چال سے باخبر رہا کر کیونکہ وہ تیرا بھاگیدار ہے۔ اور تجھے اس کے ساتھ تمام زندگی آخرت کی سوداگری میں گذارنا ہے۔ اور آخرت کی سوداگری دنیا کی سوداگری سے بدرجہا افضل و بالاتر ہے۔ اسی طرح اس کا ایک نقصان دنیا کے لاکھوں نقصانوں سے بڑھ کر ہے۔ تیرا بھاگیدار نفس سراسر دھوکہ باز ہے۔ اور وہ عقلِ سلیم سے محروم ہونے کے سبب آخرت کی تجارت کے طریقہ سے ناآشنا ہے۔ نہ اس میں سوداگری کرنے کی صلاحیت ہے نہ خیر و شر کی تمیز۔ بلکہ وہ سراپا گنہ گار، بدکار و سیہ کار ہے۔ تجھے اس کے شر سے آگاہ رہنا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ تجھے کہیں دھوکہ دے بیٹھے۔ اور اپنی غلطی سے تجھے آخرت کے انعامات و ثمرات اور قرب خداوندی و دیدار حق سے محروم نہ کر دے۔ پس اے سالک تو اس (نفس) کی ہر حال میں نگہبانی کر اور اسے اچھی باتوں کی تعلیم دے۔ اور اچھے کاموں پر لگا رکھ یعنی تمام فرائض اور احکام الٰہی کی تعمیل و تکمیل کرنے اور نوافل نماز اور دیگر وظائف عبادت اذکار الٰہی تلاوت قرآن مجید، صدقہ خیرات وغیرہ ادا کرنے اور دن بھر تمام امور میں صدق، اخلاص، ادب، خدمتِ خلق، تواضع وغیرہ بجا لانے اور حرص، طمع، بخل حرام غیبت، کینہ، حسد، کبر، ریا، کینہ، غضب، شہوت دھوکہ وغیرہ سے بچنے کا حکم کر۔ اور اس (نفس) سے ان سب باتوں کے پابند رہنے پر عہد و اقرار لے

ہو کر حضرت صدیق اکبرؓ کے باطن میں آ رہا ہے۔ اور ان کے دل سے منتقل ہوتے ہوئے آپ سلسلہ کے یکے بعد دیگرے پیران عظام کے دل سے منتقل ہو کر میرے پیر و مرشد کے دل میں آیا اور جس طرح میرے پیر کے دل سے میرے دل میں آ رہا ہے۔ اسی طرح بار بار نگاہ تصور دہراتا رہے۔ اور اس تصور فیض کے سلسلہ کو پختہ کرے۔

مراقبہ رویت

اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ترجمہ۔ کیا وہ (لوگ) نہیں جانتے کہ بیشک اللہ (ان سب کو) دیکھ رہا ہے۔ مذکورہ آیت کے معنی کو مدنظر رکھ کر تصور جمائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اسی تصور میں مستغرق و محو رہے۔

مراقبہ معیت

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ ترجمہ۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ مذکورہ آیت کے معنی کو مدنظر رکھ کر تصور کرے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میرے ساتھ ہے اور ظاہر و باطن کے ہر حال کو دیکھ رہا ہے۔

مراقبہ فنا

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۔ ترجمہ (تمام کائنات میں جتنی مخلوقات ہیں) سب فنا ہو جائیں گی اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت (والی) اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔

مذکورہ آیت کے معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی ذات اور جو کچھ ہے سب کو فانی تصور کرے اور رب العزت کو دائم قائم تصور کرے۔ اسی خیال میں مستغرق و محو رہے۔

مقامات کے مراقبات کا بیان

حضرت سعد الدین کاشغری قدس اللہ سرہ کا قول ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس

مراقبہ سے مراد تمام حواس ظاہرہ و باطنہ کو جمع کر کے مطلوب کے انتظار میں بیٹھنا ہے۔ جب کسی کو مراقبہ کرنے کا ارادہ ہو تو چاہئے کہ پہلے باوضو خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے با ادب قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے۔ اور ہر قسم کے خیالات و خطرات کو دل سے نکال دے کہ اپنے شعور اور وجود میں بھی باقی نہ رہے۔ اور جس چیز کے لئے مراقبہ کرنے کا ارادہ ہو اس کی طرف لطیفہ خیال کے لطافت کے ساتھ لطیف نظر ڈالے (خیال کرے) اور اس خیال کے جوہر مقصود کو ہر ماسوا اللہ کے خیالات سے بچا کر پاکیزہ طور پر اپنے باطن میں اخذ کرے۔ یعنی مراقبہ کے بیچ میں غیر اللہ کے خیالات کو دل میں آنے نہ دے۔ اور جس چیز کے لئے مراقبہ کیا جا رہا ہے اس مقصود کے جوہر کو مدنظر رکھ کر دل کے میدان کو دیگر فضول خیالات سے بالکل خالی کر دے۔ اور اس خیال میں ایسا غرق ہو جائے کہ اپنی ہستی کا بھی شعور نہ رہے۔ انشاء اللہ جب حالت مراقبہ میں ایسا استغراق حاصل ہو جائے گا تو ہرگز مراقبات کے ثمرات سے محروم نہیں رہے گا۔ جب حالت مراقبہ میں کوئی انوار کی چمک اور تجلیات کی جھلک نظر آئے تو نہ ڈرے اور نہ گھبرائے۔ کیونکہ اس کے بعد ہی مراقبات کے ثمرات ملتے ہیں۔ یعنی اس چمک و جھلک کے مٹ جانے کے بعد حالت سکوت میں انوار کے صحرا میں مقصود (مراقبہ کا منشار) منکشف ہوتا ہے۔

پیر کے دل سے
فیض اخذ کرنے کا طریقہ

اول ماسوا اللہ کے خیالات سے دل کو پاک و صاف کر کے یکسو نگاہ سے آنکھ بند کر کے خیال کرے کہ میرا باطن میرے پیر کے باطن سے ملا ہوا ہے۔ اور ان کا باطن ان کے پیر سے ملا ہوا ہے۔ اسی طرح اپنے سلسلہ کے مشائخ پر نگاہ دوڑائے۔ اور تصور کرے کہ اسی طرح یکے بعد دیگرے ملتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باطن کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ان کا باطن سردار الانبیاء و اولیاء حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن سے ملا ہوا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ باطن دربار خداوندی کی فیوضات سے لبریز ہے حضور صلعم کے باطن سے فلاں رنگ کا فیض منتقل

ہو کر حضرت صدیق اکبرؓ کے باطن میں آ رہا ہے۔ اور ان کے دل سے منتقل ہوتے ہوئے اپنے سلسلہ کے یکے بعد دیگرے پیران عظام کے دل سے منتقل ہو کر میرے پیر و مرشد کے دل میں آیا اور بفضل الٰہی میرے پیر کے دل سے میرے دل میں آ رہا ہے۔ اسی طرح بار بار بنگاہ تصور دہراتا رہے۔ اور اس تصور و فیض کے سلسلہ کو پختہ کرے۔

مراقبہ رویت

اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ترجمہ۔ کیا وہ (لوگ) نہیں جانتے کہ بیشک اللہ (ان سب کو) دیکھ رہا ہے۔ مذکورہ آیت کے معنی کو مدنظر رکھ کر تصور جمائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے اسی تصور میں مستغرق و محو رہے۔

مراقبہ معیت

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔ ترجمہ اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔ مذکورہ آیت کے معنی کو مدنظر رکھ کر تصور کرے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ میرے ساتھ ہے اور ظاہر و باطن کے ہر حال کو دیکھ رہا ہے۔

مراقبہ فنار

کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ۔ ترجمہ (تمام کائنات میں جتنی مخلوقات ہیں) سب فنا ہو جائیں گی اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت (والی) اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔

مذکورہ آیت کے معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی ذات اور جو کچھ ہے سب کو فانی تصور کرے اور رب العزت کو دائم قائم تصور کرے۔ اسی خیال میں مستغرق و محو رہے۔

مقامات کے مراقبات کا بیان

حضرت سعدالدین کاشغری قدس اللہ سرہٗ کا قول ہے کہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس

مراقبہ سے مراد تمام حواس ظاہرہ و باطنہ کو جمع کرکے مطلوب کے انتظار میں بیٹھنا ہے۔ جب کسی کو مراقبہ کرنے کا ارادہ ہو تو چاہئے کہ پہلے باوضو خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے با ادب قبلہ کی طرف منہ کرکے بیٹھ جائے۔ اور ہر قسم کے خیالات و خطرات کو دل سے نکال دے کہ اپنے شعور اور غور میں بھی باقی نہ رہے۔ اور جس چیز کے لئے مراقبہ کرنے کا ارادہ ہو اس کی طرف لطیفہ خیال کے لطائف کے ساتھ لطیف نظر ڈالے (خیال کرے) اور اس خیال کے جوہر مقصود کو ہر ماسوا اللہ کے خیالات سے بچا کر پاکیزہ طور پر اپنے باطن میں اخذ کرے۔ یعنی مراقبہ کے بیچ میں غیر اللہ کے خیالات کو دل میں آنے نہ دے۔ اور جس چیز کے لئے مراقبہ کیا جا رہا ہے اس مقصود کے جوہر کو مد نظر رکھ کر دل کے میدان کو دیگر فضول خیالات سے بالکل خالی کر دے۔ اور اس خیال میں ایسا غرق ہو جائے کہ اپنی ہستی کا بھی شعور نہ رہے۔ انشاء اللہ جب حالت مراقبہ میں ایسا استغراق حاصل ہو جائے گا تو ہرگز مراقبات کے ثمرات سے محروم نہیں رہے گا۔ جب حالت مراقبہ میں کوئی انوار کی چمک اور تجلیات کی جھلک نظر آئے تو نہ ڈرے اور نہ گھبرائے۔ کیونکہ اس کے بعد ہی مراقبات کے ثمرات ملتے ہیں۔ یعنی اس چمک و جھلک کے مٹ جانے کے بعد حالت سکوت میں انوار کے صحرا میں مقصود (مراقبہ کا منشاء) منکشف ہوتا ہے۔

پیر کے دل سے

فیض اخذ کرنے کا طریقہ

اول ماسوا اللہ کے خیالات سے دل کو پاک و صاف کرکے یکسو نگاہ سے آنکھ بند کرکے خیال کرے کہ میرا باطن میرے پیر کے باطن سے ملا ہوا ہے۔ اور ان کا باطن ان کے پیر سے ملا ہوا ہے۔ اسی طرح اپنے سلسلہ کے مشائخ پر نگاہ دوڑائے۔ اور تصور کرے کہ اسی طرح یکے بعد دیگرے ملتے ہوئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باطن کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ان کا باطن سردار الانبیاء و اولیاء حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باطن سے ملا ہوا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ باطن دربار خداوندی کی فیوضات سے لبریز ہے حضور صلعم کے باطن سے فلاں رنگ کا فیض منتقل

دائرہ امکان کا مراقبہ

اس دائرہ میں مراقبۂ احدیت کیا جاتا ہے۔ جس کا طریقہ یوں ہے۔ اولاً دل کو ہر قسم کے خطرات اور دنیوی خیالات سے پاک وصاف یعنی خالی کرے۔ پھر یوں تصور کرے کہ میرے لطیفۂ قلب میں فیض آرہا ہے۔ اس ذات بحت سے جو جمیع صفات وکمالات کا جامع اور تمام عیوب ونقائص سے پاکیزہ اور متبرک ہے اور جو مسمّٰی ہے اسم ذات کا

دائرہ ولایت صغریٰ کا مراقبہ

اس دائرہ میں مراقبۂ معیت کیا جاتا ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً ہر قسم کے خطرات اور دنیوی خیالات سے دل کو پاک وصاف کرکے یہ تصور کرے کہ میرے لطیفۂ قلب میں فیض آرہا ہے اس ذات پاک سے جو ہر حال میں میرے ظاہر اور باطن کے ساتھ ہے۔ اور میرے عناصر بلکہ ہر ذرّہ ممکنات کے ساتھ ہے جو مفہوم ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ کا۔ اسی تصور میں محو رہے۔

دائرہ ولایت کبریٰ کا مراقبہ

اس دائرہ میں مراقبۂ اقربیت کیا جاتا ہے۔ جو مفہوم ہے آیت کریمہ نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ کا اس مراقبہ میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ فیض آرہا ہے اقربیت کا میرے لطیفۂ نفس اور لطائف عالم امر میں اس ذات بحت سے جو شہ رگ کے قریب ہے۔ اور جو ملتا ہے دائرہ ولایت کبریٰ کا اس تصور کو دل ہی جا کر محو ہو جائے اور فیض اخذ کرتا جائے۔

دائرہ ولایت علیا کا مراقبہ

اس دائرہ میں مراقبۂ اسم باطن کا کیا جاتا ہے۔ جو مفہوم ہے ھوالباطن کا اور مراقبہ میں اس طرح تصور کیا جاتا ہے کہ فیض آرہا ہے میرے عناصر ثلاثہ پر (یعنی پانی، آگ اور ہوا) ولایت علیا سے جو ملتا ہے اسم هُوَ الْبَاطِنُ کا یہ تصور دل میں قائم رکھ کر ولایت علیا سے فیض اخذ کرے۔

اللہ سرہٗ العزیز نے فرمایا ہے کہ میں نے مراقبہ کا طریقہ ایک بلی سے سیکھا ہے۔ ایک روز میں راستے میں جا رہا تھا کہ ایک بلی پر میری نظر پڑی جو چوہے کے بل کے آگے گھات لگائے بیٹھی تھی۔ اس کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ اس کا بال تک نہ ہلتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران ہوا ناگاہ میرے باطن میں غیب سے آواز آئی۔ اے پست ہمت! میں تیرا مقصود چوہے سے کم نہیں۔ تو مرے طلب میں اس اس بلی سے کم نہ ہو۔ میں نے اس روز سے مراقبہ کا یہ طریقہ اختیار کیا اور میں اس سے پورا فیض یاب ہوا۔ طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ میں سلوک کے مقامات میں مراقبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً دل کو غیر اللہ کے خیالات و تصورات سے پاک و صاف کردے۔ پھر آنکھیں بند کر کے لطائف عشرہ میں سے کسی ایک لطیفہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور انوار الٰہیہ میں تصور جائے اور مبدائے فیوض سے اس لطیفہ پر فیض آنے کا انتظار کرے اور اسی تصور میں مستغرق رہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مراقبات کے واسطے چند مقامات تعبیر کئے ہیں۔ جن کو تین ولایت اور تین کمالات اور تین حقائق انبیاء علیہم السلام اور تین حقائق الٰہیہ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی دیگر مقامات مثلاً دائرۂ امکان۔ حب صرفہ۔ معبودیت صرفہ۔ لاتعین۔ قیومیت سیف قاطع۔ حقیقت صوم وغیرہ کے طرف اشارہ کیا ہے۔ ان سب مقامات کے ہر ایک مقام میں جدا گانہ حالات و کیفیات اور علوم و رموز اور معارف و اسرار پوشیدہ ہیں۔ مطابق قول خداوندی رفیع الدرجات ذوالعرش کے اور حدیث شریف لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ میں انہی مقامات کے قرب الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ اگرچہ یہ قرب خداوندی بے مثال اور فہم و ادراک سے باہر ہے۔ مگر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو مختلف دائروں میں تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ جو سالک صاحب کشف ہے اس کو عالم مثال میں دائروں کی شکل میں نظر آتا ہے۔ چنانچہ تمام عالم نظر کشفی میں بصورت دائرہ نظر آتا ہے۔ اور عرش مجید بھی اس میں منکشف ہوتا ہے۔ اس دائرہ کے قوس تحتانی میں لطائف عالم خلق یعنی نفس آب، آتش، خاک، باد، اور قوس فوقانی میں لطائف عالم امر یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ مشہود ہوتا ہے۔ اس کا نام دائرہ امکان ہے۔

حضرت مشائخ نقشبندان نے ہر ایک مقامات میں جدا جدا مراقبہ تجویز کیا ہے۔ جس کی نیت وغیرہ نیچے درج کی جاتی ہے۔

دائرہ حقیقت محمدی کا مراقبہ

اس مقام میں مراقبہ کرتے وقت اس طرح نیت کرے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات پاک سے جو خود ہی محب اور خود ہی محبوب ہے۔ اور جو منشا ہے حقیقت محمدی کا اسی خیال میں مستغرق ہوکر فیض اخذ کرے۔

دائرہ حقیقت احمدی کا مراقبہ

اس دائرہ میں اس طرح مراقبہ کرے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات پاک سے جس نے اپنے دوست کو مظہر کیا اپنے نور سے اور اسم احمد سے مخصوص کیا جو منشا ہے حقیقت احمدی کا۔ اسی خیال میں محو ہوکر فیض اخذ کرے۔

دائرہ حب صرفہ کا مراقبہ

اس مقام میں مراقبہ کرتے وقت اس طرح نیت کرے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات پاک سے جو منشا ہے دائرہ حب صرفہ کا، اسی خیال میں محو ہوکر فیض اخذ کرتا ہے۔

دائرہ حقیقت کعبۃ اللہ کا مراقبہ

اس دائرہ مکرمہ میں اس طرح مراقبہ کیا جاتا ہے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات بحت سے جو مسجود ہے جمیع ممکنات کا اور منشا ہے حقیقت کعبۃ اللہ کا۔ اسی تصور میں محو ہوکر فیض اخذ کرے۔

دائرہ حقیقت قرآن کا مراقبہ

اس دائرہ میں مراقبہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر دائرہ حقیقت قرآن سے جو مبدا اور منشا ہے عبادت بے مثال اللہ جل شانہ کا۔ اسی تصور میں محو ہوکر فیض اخذ کرے۔

دائرہ کمالات نبوت کا مراقبہ

اس دائرہ میں مراقبہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ فیض آرہا ہے میرے عنصر خاکی پر اس ذات بحت سے جو منشا ہے کمالات کا۔ یہ تصور دل میں قائم رکھ کر بارگاہ الٰہی سے فیض اخذ کرے۔

دائرہ کمالات رسالت کا مراقبہ

اس دائرہ میں مراقبہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ فیض آرہا ہے۔ میری ہیئت وحدانی پر۔ اس ذات بحت سے جو منشا ہے کمالاتِ رسالت کا۔ یہ تصور قائم رکھ کر بارگاہ خداوندی سے فیض اخذ کرے۔

دائرہ کمالات الوالعزم کا مراقبہ

اس دائرہ میں مراقبہ اس طرح کیا جاتا ہے کہ فیض آرہا ہے۔ میری ہیئت وحدانی پر اس ذات بحت سے جو منشا ہے کمالات الوالعزم کا۔ اسی تصور میں محو ہو کر بارگاہ الٰہی سے فیض اخذ کرے۔

دائرہ حقیقت ابراہیمی کا مراقبہ

اس دائرہ کے مراقبہ میں اس طرح نیت کرے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات پاک سے جو اپنی صفت کو دوست رکھتا ہے اور جو مشاہدہ ہے حقیقت ابراہیمی کا۔ اسی تصور میں محو ہو کر بارگاہ الٰہی سے فیض اخذ کرے

دائرہ حقیقت موسوی کا مراقبہ

اس دائرہ میں مراقبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ غیر اللہ سے دل کو پاک وصاف کر کے اس طرح نیت کرے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات پاک سے جو دوست رکھتا ہے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی محبوبیت کے لحاظ سے۔ جو منشا ہے حقیقت موسوی کا۔ اسی تصور میں محو ہو کر فیض اخذ کرے۔

کہ مرید کی اصلاح کامل طور پر نہ ہو سکے۔ دیگر زائد مقامات کا مراقبہ اپنے شیخ سے بوقت ضرورت دریافت کرے۔

سلوک کی ابتدار

اور اذکار الٰہی کی تعلیم!

ذکر الٰہی کرنے کے لئے بہت سے طریقے ہیں۔ لیکن صوفیائے کرام نے چند طریقے ایسے نکالے ہیں جس سے روح کو نہایت ترقی و قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے۔ اور نفس امارہ بھی اپنی پستی سے ترقی کر کے لوامہ، مطمئنہ، ملہمہ وغیرہ درجات کے شرف حاصل کرتا ہے۔ میں بفضل الٰہی اپنے اہتمام سلوک کے مطابق اس کتاب میں اذکار الٰہی کا طریقہ درج کرتا ہوں اور اس کے احوال و کیفیات اور تجلی ذات (انوار الٰہی) کے ثمرات بھی اپنے تجربہ و مشاہدہ کے مطابق بیان کرتا ہوں۔ امید ہے کہ ہر مسلمان عالم اور سالکان طریقت اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ یعنی اس کتاب پر عمل کر کے آسانی کے ساتھ خدا کا تقرب حاصل کریں گے۔ داخل سلسلہ کے بعد سب سے اول ذکر پاس انفاس کی مداومت کرنا سالک کے لئے نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ اس سے راہ قرب نہایت آسان ہوتی ہے۔ اور دل میں نہایت زور و شور کے ساتھ عشق خداوندی کی گرمی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اور شوق کو اس طرح بڑھا دیتا ہے کہ سالک کا قدم کبھی پیچھے ہٹنے نہیں دیتا بلکہ رفتہ رفتہ حق کی طرف کھینچتا رہتا ہے۔ اور خصوصاً ذکر پاس انفاس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ ذکر پاک و ناپاک اور دنیوی مشاغل وغیرہ ہر حالات میں کر سکتے ہیں۔ کسی حالت میں اس کی رکاوٹ نہیں۔ طریقہ اس کا یہ ہے۔

اول طریقہ نفی و اثبات کے سانس کرنے کا:۔

جب سانس باہر نکلتی ہے۔ تو دل کو ماسوا اللہ سے خالی کرتے ہوئے لا الٰہ دل میں کہنا۔ اور جب سانس کو اندر لیتے ہیں تو ذات پاک اور اس کی محبت کی غرض سے اِلّا اللّٰہ سانس کے ساتھ دل میں کہنا۔ دیگر طریقہ یہ ہے کہ سانس کو اندر لیتے وقت لا الٰہ کو دل میں کہے اور سانس باہر نکلتے وقت

دائرہ حقیقت صلوٰۃ کا مراقبہ

اس دائرہ متبرکہ میں مراقبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اولاً غیر اللہ کو دل سے نکال کر نیت کرے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر دائرہ حقیقت صلوٰۃ کے مبداء سے جو منشاء ہے صلوٰۃ کا اسی تصور میں محو ہو کر فیض اخذ کرے۔

دائرہ معبودیت صرفہ کا مراقبہ

اس دائرہ مبارکہ کے مراقبہ میں اس طرح نیت کرے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات پاک کی خاص تجلی سے جو معبود حقیقی ہے اور اس مقام کے قرب و معرفت کا مقصود ہے۔ اسی خیال میں محو ہو کر فیض اخذ کرے۔

دائرہ مقام لاتعین کا مراقبہ

اس مقام میں مراقبہ کرتے وقت اس طرح نیت کرے کہ فیض آرہا ہے میری ہیئت وحدانی پر اس ذات پاک سے جو تعینات سے مبرا ہے۔ اسی خیال میں محو ہو کر فیض اخذ کرے۔

اطلاع

معلوم ہو کہ مذکورہ مراقبات اور اس کی نیت جو اوپر کے بیانات میں درج کی گئی وہ میں نے اپنے سلسلہ کے مطابق تحریر کیا ہے۔ ان سب اصول کے علاوہ بھی بہت سے مختلف اصول ہیں جو مشائخ طریقت اپنے سلسلہ کے مطابق تعلیم کرتے ہیں۔ ہر ایک شیخ کا دستور العمل تعلیم و تربیت کا جداگانہ ہے اسی طرح ان کا اصول و طریقہ بھی الگ الگ ہے۔ ہر ایک مرید کو ایک طرح سے تعلیم و تربیت نہیں کی جاتی ہے۔ بلکہ جداگانہ طریقہ پر اس کے مرض و مزاج کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح مرید کی طبیعت کے مطابق مراقبہ کی تعلیم کرنا چاہیے اور ہمیشہ اسے گناہوں سے بچنے کی نصیحت اور وصیت کرتے رہنا چاہیے۔ اور اس پر اوراد و وظائف کا اتنا بوجھ دینا نہیں چاہیے جس سے وہ گھبرا کر اور شکستہ ہو کر چھوڑ دے اور اتنا کم بھی نہیں ہونا چاہیے کہ جس سے

فتح ایک بار پڑھے۔

بعد عصر:-

مذکورہ ظہر کے کل وظائف ورد کرنے کے بعد سورہ فتح کی جگہ پر سورۃ الرحمٰن ایک بار پڑھے۔

بعد مغرب:-

تعوذ و تسمیہ کے ساتھ آیۃ الکرسی ایک بار، اللّٰھم اجرنی من النار سات بار پڑھنے کے بعد دیگر مذکورہ وظائف جو فجر کے لئے اوپر بیان کیے گئے وہ سب وظائف ادا کرے اور سورہ یٰسین کی جگہ پر سورہ واقعہ تلاوت کرے بعد میں دو رکعت نوافل حفظ الایمان اور چھ رکعت یا بیس رکعت اوابین پڑھے۔

بعد عشاء:-

ظہر کے بعد پڑھنے کے لئے جو جو وظائف اوپر لکھے گئے ہیں۔ وہی سب وظائف بعد عشاء پڑھا کرے اور سورہ فتح کی جگہ سورہ ملک تلاوت کرے اور کچھ نوافل پڑھا کرے اس کے علاوہ سالکان طریقت کو نماز تہجد کا بھی پابند ہونا نہایت ضروری ہے۔

استغفار یہ ہے:-

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔

درود شریف یہ ہے:-

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

معلوم ہو کہ مذکورہ وظائف نماز کے علاوہ بھی اکثر وقت پڑھنے کے لئے کوئی درود شریف یا کوئی استغفار کے صیغے اور دو یا تین بہتر دعائیں مقرر کر لینا نہایت افضل ہے اور یہ سب چیزیں سالکین کے واسطے از حد ضروری ہیں۔ میں (مصنف) اکثر وقت یہ سب دعائیں پڑھا کرتا ہوں۔

الا اللہ کو دل میں کہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ دل میں اس کے معنی و مطلب اور اس کی عظمت کا خیال (تصور) رکھئے۔

دوسرا طریقہ اسم ذات کے ساتھ

سانس کو اندر لیتے وقت دل میں کہے اللہ اور باہر کرتے وقت کہے اللہ یا سانس کو باہر کرتے وقت کہے الا اور اندر لیتے وقت کہے اللہ۔ اسی طرح ہمیشہ ہر حال (پاک و ناپاک، سوتے جاگتے، چلتے پھرتے، کھاتے پیتے اور دنیوی ہر قسم کے مشغلہ کے حالات میں ذکر الہی (اللہ کی یاد) کیا کرے۔ کوئی ایک سانس بھی یاد الہی سے غافل نہ رہے۔ یعنی ہر سانس کے ساتھ اللہ کا ذکر کرے۔ اور اس کے علاوہ پنجگانہ نماز کے بعد کچھ وظائف کیا کرے تاکہ اس سے بھی خیر و برکت حاصل ہو۔ معمولات و وظائف پنجگانہ نماز یہ ہے۔

بعد فجر۔

تعوذ و تسمیہ کے ساتھ آیۃ الکرسی ایک بار۔ اللھم اجرنی من النار سات بار۔ استغفر اللہ شریف گیارہ بار، درود شریف گیارہ بار۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم انیس بار۔ سبحان اللہ تینتیس بار الحمد للہ تینتیس بار۔ اللہ اکبر چونتیس بار۔ لا الہ الا اللہ عدد خلقہ و زنۃ عرشہ و رضاء نفسہ و مداد کلماتہ سات بار، سورہ یٰسین ایک بار۔ بعد سورج نکلنے کے چار رکعت نماز اشراق ادا کرے اور اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْ بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ تین سو تیرہ بار پڑھے۔ پھر کچھ قرآن کریم کی تلاوت کرے۔ اور فجر کی سنت و فرض کے درمیان سبحان اللہ وبحمدہ و سبحان اللہ العظیم سو مرتبہ ورد کرے۔

بعد ظہر۔

تعوذ و تسمیہ کے ساتھ آیۃ الکرسی ایک بار۔ استغفر اللہ شریف گیارہ بار۔ درود شریف گیارہ بار بسم اللہ الرحمن الرحیم انیس بار، سبحان اللہ تینتیس بار۔ الحمد للہ تینتیس بار اللہ اکبر چونتیس بار لا الہ الا اللہ عدد خلقہ و زنۃ عرشہ و رضاء نفسہ و مداد کلماتہ سات بار، سورہ

میرے پیر و مرشد حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ دستور تھا کہ تعلیم دیتے وقت اپنی شہادت کی انگلی سالک کے قلب پر رکھتے تھے۔ اس منور انگلی کی برکت سے اکثر سالک کے دل میں حرکت محسوس ہونے لگتی تھی اور آپ ذکر کا طریقہ یوں بیان کرتے تھے کہ سالک با وضو قبلہ کی طرف دو زانو بیٹھ کر سات مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم پڑھ کر گیارہ (۱۱) مرتبہ درود شریف اور ایک مرتبہ سورہ فاتحہ یعنی الحمد شریف۔ تین (۳) مرتبہ سورہ اخلاص یعنی سورہ قل ہو اللہ اور تین تین مرتبہ سورہ فلق اور ناس پڑھے۔ بعد میں پھر گیارہ (۱۱) مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے آل و اصحاب پر اور اپنے سلسلہ کے مشائخ پر اور سب مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات، شہداء و صالحین، صدیقین و کاملین کی ارواح کو بخشے اور اپنے واسطے اور اپنے پیر کا درجہ بلند ہونے کے لئے درگاہ خداوندی میں دعا کرے۔ پھر لطیفہ قلب کی طرف متوجہ ہو کر یوں خیال کرے کہ میرے دل میں سنہرے حرف سے لفظ اللہ نقش کیا ہوا ہے۔ یہ تصور دل میں قائم رکھتے ہوئے غیر اللہ کے خیالات و خطرات کو دل سے نکال کر اپنی زبان کو اوپر کے تالو میں بند رکھ کر خضوع و خشوع دل سے اللہ اللہ ذکر کرے۔ اگر ہمت ہو تو حبس دم کے ساتھ ذکر کرے۔ جب تنگی محسوس ہونے لگے اور حضور میں فتور آنے لگے تو سانس کو ناک سے نکال کر زبان سے یوں کہے۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَمُرَادِیْ وَرِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ۔ ترجمہ:۔ اے اللہ تو میرا مقصود و مراد ہے اور تیری رضا میرا مطلوب ہے۔ اسی طرح ہر روز چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) یا بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) مرتبہ لفظ اللہ کا ذکر کرے۔ اگر حبس دم کی ہمت نہ ہو تو فقط زبان کو تالو میں لگا کر کھلے دم سے ذکر اسم ذات کیا کرے مگر حبس دم کے ساتھ ذکر کرنے سے بہت جلد مقصود حاصل ہوتا ہے اور اس ذکر میں غلو معدہ افضل ہے۔ اور چلتے پھرتے وقت ذکر پاس انفاس کا معمول رکھے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھے۔ میرے پیر و مرشد نے ذکر کی چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) تعداد اس لئے مقرر کی ہے کہ انسان دن رات کے چوبیس (۲۴) گھنٹے میں چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) مرتبہ سانس لیتا ہے۔ اگر کوئی سانس اللہ کے ذکر سے غافل رہے تو مشائخ طریقت اُسے کفر میں شمار کرتے ہیں۔

ہر آں کہ غافل از حق یک زماں است در آں دم کافر است امّا نہاں است

ترجمہ: ہر وہ شخص جو کہ خدا سے ایک ساعت بھی غافل ہے۔ اس وقت (وہ) کافر ہے لیکن (لوگوں سے وہ کفر) پوشیدہ ہے۔

مگر دنیوی معاملات میں گرفتار رہنے کے سبب اس دوامی ذکر میں خلل آجاتا ہے۔ اس لئے انہوں نے

اوّل ۔ حسبی اللہ ونعم الوکیل ۔ دوم یا حی یا قیوم برحمتک استغیث۔
سوم ۔ استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ چہارم ۔ اللھم اجعلنی
صبورًا واجعلنی شکورًا واجعلنی فی عینی صغیرًا وفی اعین الناس کبیرًا پنجم ۔ اللھم
طھر قلبی عن غیرک ونور قلبی بنور معرفتک ابدًا ابدًا یا اللہ یا اللہ یا اللہ ۔ ششم ۔ اللھم
حرق قلبی بنار عشقک وارزقنی ازدیاد محبتک حتی لا یبقی شیئًا غیرک ۔ ہفتم ۔ اللھم
صل علی محمد وعلی آل محمد صلوٰۃً دائمۃً مقبولۃً تؤدی بھا عنا حقہ العظیم ۔

مقدمہ سلوک اور تعلیم لطائف و شیخ سے توجہ لینے کا طریقہ

جب سالک کا دل ذکر پاس انفاس اور وظائف نماز اور دیگر وظائف (تسبیح وتہلیل) میں پورے پورا جم جائے تو شیخ کو چاہیئے کہ لطیفۂ قلب کی تعلیم کرے ۔ انسان کے وجود میں چھ لطیفے ہیں جو سب لطائف کے جامع ہیں ۔ اول قلب ۔ دوم روح ۔ سوم سر ۔ چہارم خفی ۔ پنجم اخفیٰ ۔ ششم نفس ناطقہ ۔

لطیفۂ قلب

یہ لطیفہ نہایت پاکیزہ اور متبرک وخدا شناس ہے ۔ اور وجود انسانی میں تجلی ذات کی جائے ظہور ہے ۔ اور اس کا محل بائیں پستان کے دو انگلی نیچے ہے ۔ اور وہ زرد رنگ کے نور سے متجلی ہے ۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو اس لطیفہ میں قرب خداوندی حاصل ہوا ۔ اسی واسطے لوگ اس لطیفہ کو حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے زیر قدم کہتے ہیں ۔ سالک کو اس لطیفہ میں توجہ لینے کا یہ طریقہ ہے کہ آنکھیں بند کرکے اپنے قلب کی طرف متوجہ ہو جائے اور اس خیال میں محو ہو جائے کہ میرے دل میں ذکر الٰہی کا فیض (نور) آرہا ہے ۔ میرے پیر کے دل سے اور میرے پیر کے دل میں فیض آرہا ہے ۔ مبداء فیاض (درگاہ خداوند) سے اور شیخ اس وقت سالک پر اس طرح توجہ ڈالے کہ اپنے قلب کو سالک کے قلب کے مقابلہ میں رکھ کر یوں تصور کرے ۔ کہ دربار خداوندی و رسالت مآب اور مشائخ طریقت کی ارواح سے جو انوار میرے قلب میں آرہے ہیں وہ انوار سالک کے قلب میں جا رہے ہیں ۔

نقش جم جاتا ہے۔ اور باطن سے میٹھی میٹھی آواز سنائی دیتی ہے۔ تو اس کے دل سے دنیوی محبت ایسی محو ہو جاتی ہے کہ ذاتِ حق کے سوا مال و دولت جاہ و حشمت کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ جب لطیفۂ قلب میں کامیابی حاصل ہو جائے تو سالک کو چاہیئے کہ وہ لطیفۂ روح میں ذکر شروع کرے۔

لطیفۂ روح۔

یہ لطیفۂ روح مبارک انسان کے دائیں پستان کے دو انگلی نیچے ہے اور اس کا نور سرخ رنگ کا ہے۔ اور سب سے پہلے اس لطیفہ کی راہ سے حضرت سیدنا نوح اور ابراہیم علیہم السلام کو خداوندِ کریم کا قرب حاصل ہوا۔ جو سالک اس لطیفہ کے راستے قربِ خداوندی حاصل کرتا ہے اُسے صوفیائے کرام ابراہیمی مشرب کہتے ہیں۔ اس لطیفہ میں ذکر اسمِ ذات اس طرح کیا جاتا ہے کہ اولاً ہر قسم کے دنیوی خیالات و خطرات سے دل کو پاک و صاف کر کے یوں تصور کرے کہ میرا لطیفۂ روح سرخ نور سے منور ہے اور اس میں ذکر اسمِ ذات (اللہ اللہ) کی صدا ہو رہی ہے۔ اس تصور میں ایسا محو ہو جائے گویا کہ خود لطیفہ سے آواز سنائی دے رہی ہے۔ اس تصور کو دل میں جمائے رکھتے ہوئے زبان کو اوپر کے تالو میں بند رکھ کر باطنی زبان سے اللہ اللہ کرے۔ اس لطیفہ میں قلب کے ذکر کا نصف مدِ نظر رکھے۔ یعنی اگر قلب میں پہلے چوبیس ہزار (۲۴۰۰۰) مرتبہ ذکر کیا ہو تو اس کا نصف یعنی بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) قلب میں قائم رکھے۔ اور باقی بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) لطیفۂ روح میں پورا کرے۔ لطیفۂ روح میں کامیابی ہونے کے بعد لطیفۂ سرّ کا ذکر شروع کرے۔

لطیفۂ سرّ۔

اس لطیفۂ مبارکہ کی جگہ درمیان سینہ قلب اور روح دونوں لطیفوں کے بیچ میں ہے۔ اور نور اس کا مثل آفتاب کے ہے۔ اس لطیفہ میں سالک پر حقائق و معارف کے راز و نیاز بکثرت کھلتے ہیں سب سے اوّل حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر یہ لطیفہ منکشف ہوا۔ اور اس لطیفہ کی راہ سے قربِ خداوندی حاصل ہوا۔ اسی واسطے بزرگانِ دین اس لطیفہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم کہتے ہیں۔ جس کو اس لطیفہ کی راہ سے قربِ خداوندی حاصل ہو۔ اسے موسوی مشرب کہتے ہیں۔ اس لطیفہ میں ذکر اسمِ ذات اس طرح کیا جاتا ہے کہ اولاً دنیوی خیالات اور خطرات سے دل کو پاک و صاف کر کے یوں خیال کرے کہ میرا لطیفۂ سرّ درمیان سینہ سفید رنگ کے نور سے معمور و منور ہے اور اس سے ذکر الٰہی کی

بطور تدارک یہ صورت تجویز کی ہے تاکہ یہ معین تعداد از سر نو ایک ہی وقت میں پوری کی جائے

حضرت رامیتنی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ لوگ ایک دن میں ہزار دل سانس لیتے ہیں۔ اور روز محشر میں ہر آدمی سے ہر ایک سانس کی نسبت سوال ہوگا کہ اپنی سانس کو کس چیز پر چھوڑا اور کس چیز پر اندر لیا۔

زہر نفس بہ قیامت شمار خواہد بود — گنہ مکن کہ گنہ گار خوار خواہد بود

بسا سوار کہ فردا پیادہ خواہد بود — بسا پیادہ کہ فردا سوار خواہد بود

ترجمہ: قیامت کے دن ہر سانس کے متعلق باز پرس ہوگی (اس لئے) تو گناہ مت کر کیونکہ گنہ گار ذلیل و رسوا ہوگا۔ قیامت کے دن بہت سے سوار پیدل ہوں گے (جن کے اعمال اچھے نہیں ہیں) اور بہت سے (حاضرت) پیدل سوار ہوں گے (جن کے اعمال اچھے ہیں)

پس بندہ کو چاہیے کہ جو سانس بیفائدہ گذرے اس پر نادم ہو اور آئندہ کوئی سانس خدا کے ذکر بغیر گذارنے نہ دے۔ سالک کو اس ذکر کے ساتھ اپنے شیخ سے توجہ لیا کرنا بہتر ہے۔ توجہ میں یہ تصور کرے کہ میرا دل شیخ کے دل کے نیچے ہے۔ اس پاکیزہ دل سے میرے دل میں یوں فیض آرہا ہے جیسا کہ پرنالہ سے پانی گرا کرتا ہے۔ اس ذکر کو اس وقت تک جاری رکھنا چاہیئے جب تک وہ ذکر دل میں جم نہ جائے

لطیفوں میں کامیابی کی بہت سی علامتیں ہیں۔ ان سب میں سے بڑی تین علامتیں ہیں۔ اول علامت یہ ہے کہ عبادت و اطاعت میں سے سستی دور ہو جائے۔ اور گناہوں کی رغبت دل سے مٹ جائے اور معرفت مولیٰ و قرب خداوندی حاصل کرنے کا شوق و ذوق دل میں بڑھ جائے۔ یہ درجہ سب سالکین کو میسر ہوتا ہے۔

دوسری علامت یہ ہے کہ لطیفوں کی طرف متوجہ ہونے سے انکے نور مشاہدہ ہونے لگیں اور عبادت و اطاعت میں بے مثال لذت محسوس ہونے لگے اور لطیفوں میں بے ساختہ ذکر اللہ کی حرکت محسوس ہونے لگے۔ یہ درجہ بھی اکثر سالکین کو مل جاتا ہے۔ لیکن کوئی کوئی محروم بھی رہتا ہے۔

تیسری علامت یہ ہے کہ لطیفوں کا نور مشاہدہ ہونے لگے اور ساتھ ہی ساتھ اس سے ذکر الٰہی کی آواز سنائی دے۔ اور حرکت بھی محسوس ہونے لگے اور دل متفرق خیالات سے یکسو ہو جائے۔ اور محبت خداوندی و اطاعت رسول اللہ صلعم کا مادہ سالک کے اندر قوی ہو جائے۔ یہ درجہ بہت کم سالکین کو میسر ہوتا ہے۔ صرف مخصوص طالب خدا اس درجہ سے مشرف ہوتے ہیں۔ جب سالک کے دل میں لفظ اللہ کا

لطیفہ نفس :-

یہ لطیفہ نہایت لطیف اور بے مثال نور سے منور ہے۔ اور اس کی جگہ انسان کی ناف میں مقرر ہے۔ دنیوی ہر قسم کے خیالات وخطرات سے دل کو پاک وصاف کرکے تصور کرے کہ میرے لطیفۂ نفس سے اللہ اللہ ذکر کی آواز سنائی دے رہی ہے اس تصور کے ساتھ زبان کو اوپر کے تالو میں لگا کر دل میں اللہ اللہ ذکر کرے اور اس لطیفہ میں اخفیٰ کی نصف عدد ساڑھے سات سو مرتبہ ذکر کرے اور باقی ساڑھے سات سو عدد لطیفۂ اخفیٰ میں قائم رکھے۔ جب اس لطیفہ پر پوری کامیابی حاصل ہو جائے تو ساتواں لطیفہ قالب کا ذکر شروع کرے۔

لطیفۂ قالب :-

یہ لطیفہ انسان کا سارا جسم ہے۔ دنیوی ہر قسم کے خیالات وخطرات سے دل کو پاک وصاف کرکے اپنے تمام جسم کو ایک لطیفہ تصور کرے اور یکسو دل متوجہ ہو کر یوں تصور کرے کہ میرے تمام جسم میں اللہ اللہ ذکر ہو رہا ہے۔ اور مجھے اس کی آواز سنائی دے رہی ہے اس تصور میں محو ہو کر حضور قلب سے اللہ اللہ ذکر کرے۔ اور لطیفہ نفس کے نصف عدد تین سو پچھتر مرتبہ اس لطیفہ میں ذکر کرے باقی تین سو پچھتر مرتبہ نفس میں قائم رکھے۔ یعنی لطیفۂ نفس میں تین سو پچھتر مرتبہ اور لطیفہ قالب میں تین سو پچھتر مرتبہ ذکر اسم ذات کرے۔ جب یہ ساتواں لطیفہ جاری ہو جاتا ہے تو ہر بال سے ذکر کی آواز سنائی دیتی ہے اور سالک سے ہمیشہ کے لئے غفلت دور ہو جاتی ہے۔ اور عبادت واطاعت بجا لانے میں کسی قسم کی سستی نہیں آتی بلکہ ان کی طرف رغبت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے لطیفہ قالب کی انتہائی ترقی کے بعد دائرہ امکان اور ولایت صغریٰ کی سیر وسلوک کی ابتدا ہوتی ہے۔

ذکر نفی واثبات کا بیان

طریقہ نقشبندیہ میں سلوک پر جذبہ مقدم ہے اس لئے مشائخ نقشبندیہ ابتداء میں سالکین کو ذکر اسم ذات کی تلقین کرتے ہیں۔ پھر جب سالکین ذکر اسم ذات سے مستفیض ہو جاتے

آواز سنائی دے رہی ہے۔ اس خیال میں محو ہو کر زبان کو اوپر کے تالو میں لگا کر حضور قلب سے اللہ اللہ ذکر کرے۔ اور اس لطیفہ میں روح کا نصف عدد یعنی چھ ہزار لطیفہ روح میں قائم رکھے اور چھ ہزار لطیفہ سر میں پورا کرے۔ جب یہ لطیفے میں کامیابی حاصل ہو جائے تو لطیفہ خفی کا ذکر شروع کرے

لطیفہ خفی:-

اس لطیفہ کی جگہ زیر حلق درمیان سینہ ہے۔ اور وہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم اور سیاہ نور سے معمور و منور ہے۔ جو سالک اس لطیفہ کی راہ سے خداوند کریم کا قرب حاصل کرے اسے عیسوی مشرب کہتے ہیں۔ اولاً دنیوی ہر قسم کے خیالات و خطرات سے دل کو پاک و صاف کر کے اور لطیفہ کی طرف متوجہ ہو کر یوں تصور کرے کہ میرا لطیفہ خفی سیاہ نور سے چمک رہا ہے۔ اور اس سے ذکر اللہ اللہ کی صدا سنائی دے رہی ہے۔ اسی خیال میں پورے طور پر محو ہو کر حضور قلب سے اللہ اللہ ذکر کرے۔ لطیفہ سر میں نصف عدد یعنی تین ہزار مرتبہ قائم رکھے اور باقی تین ہزار مرتبہ لطیفہ خفی میں پورا کرے۔ جب لطیفہ خفی میں کامیابی حاصل ہو جائے تو لطیفہ اخفیٰ میں ذکر شروع کرے

لطیفہ اخفیٰ:

یہ لطیفہ مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے اور سبز رنگ کے نور سے معمور و منور ہے جو سالک اس لطیفہ کی راہ سے خداوند کریم عزوجل کا تقرب حاصل کرے اُسے صوفیائے کرام محمدی مشرب سے متصف کرتے ہیں اور جائے لطیفہ اخفیٰ سر کا تالو یعنی دماغ ہے۔ ان چاروں لطیفوں کی نسبت یہ لطیفہ نہایت لطیف و خوشنما ہے۔ دنیوی ہر قسم کے خیالات و خطرات سے دل کو پاک و صاف کر کے تصور کرے کہ میرا لطیفہ اخفیٰ سبز رنگ کے نور سے منور ہے اور اس سے اللہ اللہ ذکر کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ یہ تصور قائم رکھ کر حضور قلب سے اللہ اللہ ذکر کرے اور لطیفہ خفی کے نصف عدد یعنی ڈیڑھ ہزار مرتبہ اخفیٰ میں ذکر کرے اور باقی ڈیڑھ ہزار عدد خفی میں قائم رکھے۔ جب اس لطیفہ پر پوری کامیابی حاصل ہو جائے تو لطیفہ نفس میں ذکر شروع کرے۔

کہ ذکر کی حالت میں نفس برقرار رہے اور جنبش نہ کرے احقر (مصنف) نے بھی اس ذکر کا عمل پانی ہی میں کیا اور اس سے مجھ کو درگاہ خداوندی سے بہت کچھ نعمتیں حاصل ہوئیں۔

ذکر اثبات مجرّد کا بیان

اثبات مجرد کا مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ کی نفی کے بغیر صرف ذات بحت کا اثبات کرنا یعنی لا الٰہ الا اللہ کے بجائے صرف لفظ الا اللہ کا ذکر کرنا ہے۔ اثبات مجرد کے ذکر کی بنا حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہمعصر لوگوں نے ڈالی اور ان سے پہلے کسی مشائخ نقشبندیہ نے نہیں کیا اور نہ شریعت میں کہیں اثبات مجرد کا ثبوت ہے۔ اس واسطے کہ ذات بحت کا تصور کرنا ناممکن ہے۔ بلکہ شریعت میں اثبات مجرد بعض صفات یا بعض محامد یا بعض ادعیہ کے ساتھ وارد ہوا ہے۔ خاکسار نے اپنے مرشد سے سنا لوگوں سے فرماتے تھے کہ نفی و اثبات سلوک کے واسطے مفید تر ہے۔ اور اثبات مجرد جذبہ اور کشش کیواسطے زیادہ تر مفید ہے۔ اثبات مجرد کے ذکر کا طریقہ یہ ہے

الا اللہ کے لفظ کو اپنی ناف سے بشدت تمام نکال کر دماغ تک کھینچے اور حبس دم کے ساتھ تھوڑا تھوڑا زیادہ کرتا جائے۔ یہاں تک کہ بعض نقشبندیہ اس ذکر کو ایک ہی دم میں ایک ہزار بار کیا کرتے ہیں۔ میں نے اپنے پیر مرشد کو کبھی ۲۰، ۲۵ منٹ اور کبھی ۳۰ منٹ تک حبس دم کرتے دیکھا۔ میں نے اپنے حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت آپ کے اتنی دیر تک حبس دم کرنے کا کیا سبب ہے۔ میرے حضرت پیر و مرشد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ میں حبس دم کے ساتھ ذکر نفی و اثبات اور اثبات مجرد کرتا ہوں اور حالت حبس دم میں ذکر الٰہی کے ساتھ عرش اللہ کا طواف کرتا ہوں واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

سُلطانُ الاذکار کا بیان

سلطان الاذکار ایسے مبارک ذکر کا نام ہے جو سالک کو سالہا سال لطیفۂ قالب جاری ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جب سالک پر سلطان الاذکار کا درجہ کھلتا ہے تو وہ اپنے کو سارے ذکر میں ڈوبا ہوا پاتا ہے اور بدن کے ہر ہر بال سے ذکر الٰہی سنائی دیتا ہے یہاں تک کہ شجر، حجر، ہوا، درندہ، پرندہ وغیرہ سب

ہیں۔ تو اسے بعد میں ذکر نفی و اثبات لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تعلیم دیتے ہیں۔ کیونکہ اسم ذات کو جذبے اور نفی و اثبات کو سلوک سے زیادہ مناسبت ہے۔ ذکر نفی و اثبات کی ترکیب یوں ہے کہ با وضو قبلہ کی طرف دو زانو بیٹھے اور دل کو خطرات و وساوس سے پاک و صاف کر کے دم کو ناف کے نیچے بند کرے اور لا کو کھینچ کر دماغ تک لے جائے اور الٰہ کو دماغ سے دائیں مونڈھے تک لے جائے پھر الا اللّٰہ کی ضرب قلب میں اس طرح لگائے کہ اس کا اثر دیگر لطائف پر پہنچے۔ اس مجموعہ عمل سے صورت لامعکوس پیدا ہو جاتی ہے اس کلمہ کے معنی یوں تصور کرے "لا نہیں" "الٰہ" کوئی مقصود "الا اللّٰہ" مگر اللہ۔ یا اس کلمہ کے لفظی معنی یہ ہیں۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مگر یہاں مقصودیت کی نفی کا تصور اس لئے کیا جاتا ہے کہ معبودیت کی نفی سے مقصودیت کی نفی ابلغ و اکمل ہے۔ سبب یہ ہے کہ ہر معبود مقصود ہوتا ہے۔ مگر ہر مقصود معبود نہیں ہوتا۔ پس جب مقصودیت کی نفی کر دی گئی تو معبودیت کی نفی ضرور اس میں آ گئی۔ کیونکہ عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم ہے۔ اس ذکر میں اپنے سانس کو بے جوڑ عدد پر چھوڑے۔ یعنی جب تنگی محسوس ہو اور حضور میں فتور پڑنے لگے تو اپنی سانس کو ناف سے نکال کر تین یا پانچ یا سات یا اکیس وغیرہ بے جوڑ عدد پر چھوڑے۔ اس ذکر کو وقوف عددی کہتے ہیں۔ کیونکہ سالک کو اعداد سے واقف رہنا پڑتا ہے۔ اور سانس چھوڑتے وقت لا الٰہ الا اللّٰہ کے ساتھ محمد الرسول اللّٰہ بھی ملاتے۔ اور زبان سے یوں کہے کہ یا اللہ تو ہی میرا مقصود و مطلوب ہے تو اپنی محبت و معرفت کے راز مجھ پر کھول دے۔ اس کو صوفیائے کرام بازگشت کہتے ہیں اور اس ذکر کو کرتے وقت اپنے اعضاء و جوارح کو حرکت نہ دے۔ اس ذکر کو ہر روز ایک ہزار یا پانچ سو مرتبہ کرے۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس ذکر میں حبس دم و وقوف عددی ضروری نہیں۔ مگر حبس دم ہر دو فائدہ سے خالی نہیں۔ حبس دم کا فائدہ انشراح صدر و اطمینان قلب اور حصول لذّتِ روحانی و نفی خطرات ہے۔ اور رعایت کا فائدہ تفرقہ سے دل کی جمعیت ہے۔ جب ایک سانس میں لا الٰہ الا اللّٰہ اکیس بار کہہ سکے تو عموماً نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ماسوا سے فراموش ہو کر انوار الٰہیہ میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اگر اس عدد کے اندر نتیجہ ظاہر نہ ہو تو سمجھے کہ ادب طریقہ میں کوتاہی ہوئی ہے۔ پھر سے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے ذکر شروع کرے۔ بعض بعض سالک پر اس کا نتیجہ اکیس سے اوپر کھلتا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کو پانی میں غوطہ لگا کر یہ ذکر کرنے کا حکم دیا تھا۔ شاید پانی میں غوطہ لگانے کا حکم اس لئے دیا ہوگا

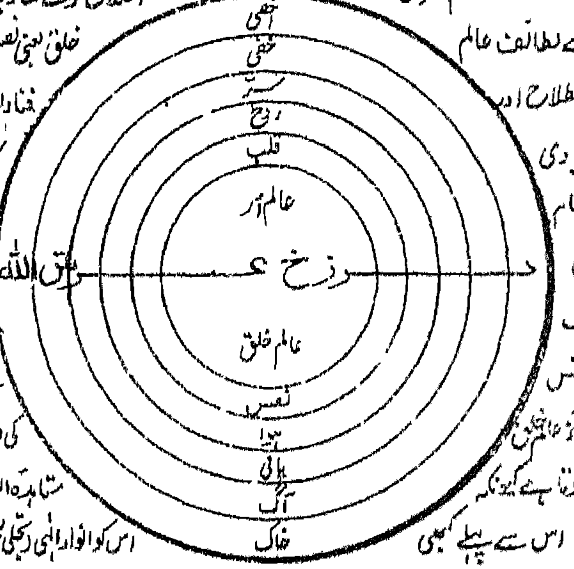
وحدت وجود سے وحدت شہود تک بتدریج جاتا ہے آخرکار وصل بیچون حاصل ہوجاتا ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سلطان الاذکار کی نسبت فرمایا ہے

چشم بند و گوش بند و لب ببند گر نہ بینی سر حق بر ما بخند

یعنی آنکھ اور کان اور لب کو بند کرلے اس پر بھی اگر خدا کا راز نہ دیکھنے میں آئے تو ہم پر ہنسیے

دائرہ امکان کا بیان

دائرۂ امکان وہ ہے جو کہ اذکار الٰہی سے کل لطائف منور ہوجانے کے بعد ان سب لطائف کے انوار ایک ساتھ مجموعہ ہوکر ایک دائرہ کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ وہی دائرۂ امکان ہے۔ اس دائرہ کے نصف اول میں لطائف عالم امر ہے اور اس لطائف کے انوار بھی نہایت جوسماہب اور ان انوار میں کیف انگیز لست ہے۔ اسی واسطے لطائف عالم امر کی فنا وبقا کی حالت میں سالک کو بیخودی کا عالم ہوتا ہے اور نصف ثانی میں لطائف عالم خلق کا مقام ہے اس کے انوار بھی نہایت لطیف ہیں۔ مگر لطائف عالم خلق کے انوار میں کوئی قسم کا لست نہیں ہے۔ جس سے کہ سالک کو حالت فنا وبقا میں بے ہوشی کا عالم ہوجائے۔ خصوصاً جو سالک لطائف عالم امر کی اصلاح کرکے فنا وبقا سے مشرف ہوتا ہے۔ ایسے لطائف عالم خلق یعنی نفس ناطقہ اور عناصر اربعہ کی اصطلاح اور فنا وبقا میں کسی قسم کی بے ہوشی، بیخودی کا عالم نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر ہر مقام میں اس کے ہوش وحواس قائم رہتے ہیں اور جو سالک سلوک کا ابتداء لطیفہ نفس سے شروع کرتا ہے اس کو لطیفۂ عالم خلق کی فنا وبقا میں بے ہوشی کا عالم ہوتا ہے کیونکہ مشاہدہ انوار یہاں یہ اس کا پہلا قدم ہے اس سے پہلے کبھی اس کو انوار الٰہی کی تجلی ذات



چیزوں سے وہ ذکر الٰہی کی آواز سنتا ہے جب سالک پر سلطان الاذکار کا عالم اور اس کی کیفیت غالب ہو جاتی ہے تو اس پر وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (سورہ بنی اسرائیل ع) نہیں ہے کوئی چیز مگر یہ کہ تسبیح کرتی ہے اس کی حمد کے ساتھ مگر تم لوگ ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے ہو) کا پوشیدہ راز کھل جاتا ہے۔ اس کے ایک طرفۃ العین کا ذکر اوروں کے صدہا سالہ ذکر سے بہتر ہے اسی مطلب میں حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ایں سخن از گوش دل باید شنود گوش گل ایں جا ندارد ہیچ سود [1]

جب سالک کے اندر کسی وقت غفلت کا غلبہ ہوتا ہے تو ان چیزوں کا ذکر سن کر سالک کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور سالک پر ہمیشہ نور کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ اکثر وقت وہ بے خودی کے عالم میں خداوند کریم کے عشق کے سمندر میں غرق رہتا ہے۔ اور جب ہوش میں آتا ہے تو اپنے کو عالم ملکوت میں پاتا ہے۔ اسی کیفیت کا نام ذکر کثیر ہے۔ مطابق آیت کریمہ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰهَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ترجمہ اے ایمان والو تم لوگ کثرت سے اللہ کا ذکر کرو۔ سلطان الاذکار کے حالات میں سالک ذکر الٰہی کے سوا کچھ نہیں سنتا لیکن اپنے خیال اور عقل و تمیز کو مجبور کر کے کسی بات سننے پر آمادہ ہو تو سنتا ہے۔ مگر ذکر اللہ کی آواز بھی تمام خلق سے برابر سنتا رہتا ہے اس میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سالک کے اندر ذکر کی کیفیت ایسی قوی ہونی چاہیئے کہ بازار سے گذرتے وقت ذکر اللہ کے بغیر کوئی بات سنائی نہ دے۔ ابتدائی حالت میں اگرچہ سالک کے اندر ایسی مکمل کیفیت پیدا نہ ہو تو ضرور ان شاء اللہ کچھ مدت بعد سالک میں اس کے آثار ظاہر ہونے لگیں گے سلطان الاذکار کرنے کا طریقہ یوں ہے۔

اول دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں سے دونوں کانوں کے سوراخ بند کرے اور دونوں ہاتھوں کی انگشت شہادت سے دونوں آنکھیں بند کرے اور دونوں بیچ والی انگلیوں سے نتھنے بند کرے۔ اور پھر خنصر و بنصر کو ہونٹوں پر رکھ کر سانس بند کرے اور لا الٰہ لفظ کو قلب سے کھینچ کر روح تک لے جائے اور الا اللہ کی ضرب روح سے قلب پر لگاتے حسب طاقت پر سانس چھوڑے اور زبان سے کہے کہ الٰہی تو میرا مقصود ہے۔ اپنی محبت و معرفت مجھے عطا کر۔ اس عمل کو ہر روز کم از کم دس مرتبہ کرے۔ اس طرح ذکر کرنے سے مقامات میں بہت ترقی ہوتی ہے اور سالک پر حقائق و معارف کے منازل کھلتے جاتے ہیں یعنی سالک

پارہ ۱۵

[1] ترجمہ: یہ بات دل کے کان سے سننی چاہیئے یہاں ظاہری کان کا کوئی فائدہ نہیں۔

تعلق ہے۔ ان میں سے پانچ لطائف عالم امر کے " قلب، روح، سر، خفی، اخفی ہیں۔ اور یہ پانچوں لطیفے فوق العرش یعنی عرش کے اوپر ہیں اور باقی پانچ لطائف " نفس ناطقہ " آب، باد، آتش، خاک عالم خلق کے ہیں۔ اور لطائف عالم خلق عرش کے نیچے ہیں۔ لطائف عالم امر فوق العرش ہونے کے سبب انھیں صوفیائے کرام لامکانی سے تعبیر کرتے ہیں۔ مگر ان کی لامکانیت بھی عین مکانیت سے ہے اور عالم خلق کے لطائف سے ان سب کی اکمل نسبت ہے۔ گویا کہ وہ عالم خلق کے مانند ہیں۔ عالم امر کے مانند عالم خلق کے لطائف بھی نہایت احسن والطف ہیں۔ ان کی لامکانیت بھی مانند مکانیت کے ہے۔ پس گویا کہ عالم برزخ ہے۔ درمیان مکانی اور لامکانی کے اور درمیان مثال اور مثالیہ کے اور اس کی دونوں عالم سے نہایت مناسبت ہے اسی واسطے لطائف عالم امر کو لطائف عالم خلق سے تعلق اور بدن عنصری سے خاص تعلق ہے۔ جیسا کہ اقسام لطائف میں درج ہو چکا ہے جس طرح عالم کبیر میں عرش برزخ ہے۔ درمیان عالم امر اور عالم خلق کے اور جامع ہے۔ ہر دو طرف خلق اور امر کا۔ اسی طرح قلب برزخ ہے عالم صغیر میں۔ لطائف عالم امر اور لطائف عالم خلق کے درمیان۔ اور جامع ہے ہر دو طرف عالم امر اور لطائف عالم خلق کے اسی واسطے قلب کو حقیقت جامعہ کہتے ہیں اور بطور تشبیہ عرش اللہ بھی کہتے ہیں (قلوب المومنین عرش اللہ) عالم خلق وہ ہے جو کہ بتدریج وقتاً فوقتاً پیدا ہوا اور عالم امر وہ ہے جو کہ لفظ کن کے ساتھ فوراً پیدا ہوا۔ سالکان طریقت میں جو صاحب کشف ہوتے ہیں ان پر تحت الثریٰ سے لے کر عرش، کرسی، لوح، قلم اور جنت و دوزخ وغیرہ سب کا احوال منکشف ہوتا ہے ایسا اکمل سالک وہ ہے جس کو اکل حلال، صدق مقال، کثرت عبادت، قلت طعام و منام حاصل ہو۔ اس مقام میں ذکر الٰہی کرتے کرتے جب وجد و سکر کی حالت آجاتی ہے جو فنا کی ابتدائی حالت ہے تو اس وقت تہلیل لسانی کرنا بے حد مفید ہے۔ اس لئے کہ تہلیل لسانی سے طبعیت کے وجد و سکر کے حالات میں افاقہ ہوتا ہے۔ اور اپنی نگاہ علم سے با ہوش و حواس انوار الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور آئندہ درمقامات کے انوار میں ہوش و حواس برقرار رکھنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات کے ساتھ مراقبہ احدیت کیا جاتا ہے اور مراقبہ کرنے کا طریقہ جیسے پہلے مراقبات کے بیان میں درج ہو چکے ہیں اس مقام کی انتہا میں ولایت صغریٰ کا دائرہ منکشف ہوتا ہے۔

کا مشاہدہ نہیں ہوا۔ جس سے کہ وہ اس تجلی میں برقرار رہ سکے۔ اور جو سالک کے سلوک کا قاعدہ لطائف عالم امر سے شروع کرتا ہے اس کو زیادہ قوی نشہ ور تجلیات سے گذر ہوتا ہے۔ یعنی لطائف عالم خلق کے انوار سے زیادہ قوی نشہ ور لطائف عالم امر کے انوار ہیں جب سالک کو لطائف عالم امر کے نشہ ور انوار سے گذر ہو جاتا ہے اور اس کی فنا و بقا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ تو اس کو لطائف عالم خلق کے انوار میں گذرنا اور ان تجلیات میں مستغرق رہنے میں دشواری نہیں ہوتی اس لئے سالکان نقشبندیہ ولایت صغریٰ کی فنا و بقا سے مشرف ہونے کے بعد جب ان سے ہمہ اوست کا نشہ ساقط ہو جاتا ہے تو پھر کبھی ان پر ویسی بے ہوشی کا دور نہیں ہوتا۔ جس سے کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نقص پیدا ہو بلکہ وہ اتم سلوک کے بعد تمام زندگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہے۔ اور شریعت محمدی پہ ثابت قدم رہتا ہے۔ اور جو سالکین ابتدائے سلوک میں لطائف عالم خلق کی اصلاح شروع کرتے ہیں تو انھیں ابتدائی حالت میں اشیاء کے انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے یعنی اشیاء میں جو جو انوار الٰہی پوشیدہ ہیں وہ سب اُسے مشاہدہ ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ ترقی کر کے لطائف عالم امر کی بے بہا نشہ ور تجلی ذات میں پہونچ کر مستغرق ہونے کے بعد اس کو کبھی ہوش کا عالم نہیں ہوتا۔ جس سے وہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کر سکے۔ بلکہ تمام زندگی وہ انوار الٰہی کے نشہ میں مستغرق رہتا ہے۔ اور محبت خداوندی کے نشہ میں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ شریعت کے ساتھ اس کا کوئی لگاؤ نہیں رہتا جس سے کہ وہ نیک و بد کی تمیز کر سکے۔ اور احکام الٰہی و شریعت محمدی پر چل سکے۔ وہ انوار الٰہی کے نشہ میں دریائے عشق کی موجوں میں کھیلتا رہتا ہے اور اپنی موج میں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو دیکھتا ہے وہ کہتا ہے کوئی اُسے روک تھام کرنے والا نہیں۔ سبب یہ ہے کہ لطائف عالم امر کے انوار میں زیادہ قوی نشہ ہے۔ جب سالک لطائف عالم خلق کے انوار سے گذر کر لطائف عالم امر کی تجلیات میں پہونچتا ہے تو وہ تجلیات کا نشہ اس کے لئے قابل برداشت نہیں۔ وہ ان تجلیات کے نشہ میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ کبھی اس کو ہوش کا عالم ہی نہیں ہوتا۔ جس سے کہ وہ احکام شریعت کی تعمیل و تکمیل کر سکے۔ جیسا کہ قلندران اور عالم امر کے قوی نشہ ور تجلیات میں سے گذر کر سالک کو عالم خلق کی قلیل نشہ ور تجلی میں اکمل نشہ نہیں ہوتا۔ جس سے کہ وہ حق اور ناحق کی تمیز نہ کر سکے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر مقام کو دائرے سے تعبیر کیا ہے۔ لفظ دائرہ کو ہر مقام میں استعمال کرنا اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ جس طرح دائرہ کا کوئی پہلو کوئی گوشہ اور کوئی سمت نہیں ہے۔ اسی طرح قرب خداوندی کے ہر مقام میں کوئی سمت اور کوئی حد نہیں ہے۔ لہذا لفظ دائرہ کو ہر مقام سے تعبیر کرنا نہایت موزوں ہے۔ ان دائروں میں سب سے اول دائرہ امکان ہے۔ جس کا دس لطیفوں سے

اور بے لگا ہو جائے گا۔ اس دائرہ میں سالک پر ظلال اسماء و صفات مشہود ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اس پر وجد و سکر کی حالت طاری ہوتی ہے۔ اس مقام کے احوال و انوار بے حجاب بے چوں اور رنگا گونیت ہے۔ اس مقام کے احوال کے سمجھنے اور سمجھانے میں بہت سے اختلافات ہیں۔ صوفی صوفیوں میں علماء علماء میں اور صوفی و علماء میں طرح طرح کا اختلاف ہے جس کی بنا پر میں علیحدہ طریقے۔ اہل عرفان اور صوفیائے کرام نے بہت سے رسالے اور کتابیں لکھی ہیں اور اس کی تردید میں بھی ان کے بہت سے مکتوبات موجود ہیں۔ اس زمانہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس مقام کے احوال و انوار کو الٹ سے بے خبر ہوتے ہوئے اہل حال اولیاء اللہ کی نقل کر کے اپنے لئے گمراہی اور جہنم کا سودا کر لیتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس مقام کے اہل حال اولیاء اللہ پر طعن و طنز کر کے اپنے کو خسر الدنیا والآخرۃ بنا لیتے ہیں۔ حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

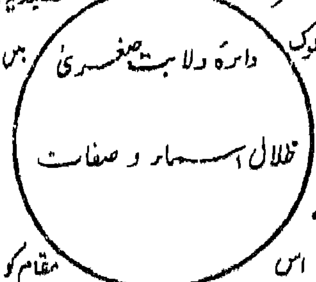
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد   کم کسے باشند زاو آگاہ شد

یعنی تمام دنیا اس وجہ سے گمراہ ہو گئی (کہ) اس مسئلہ سے بہت کم لوگ واقف ہوئے۔

اس لئے میں بارگاہ الٰہی میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک مجھے اس خاص نازک مسئلہ کو خدا و رسول کے پسندیدہ طریقے پر بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میرے سینے میں ایسا پاکیزہ علم ڈال دے جس سے میں اس خاص مسئلے کی حق بات کو صحیح بیان کر سکوں اور عام لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ سلطان الاذکار کی انتہا پر مقام ہمہ اوست یعنی لاموجود الا اللہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ بعض شیخ سالک کو اس مقام کے انوار مشاہدہ کرتے وقت لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھنے کی تعلیم کرتے ہیں اور بعض شیخ یہاں پر اس طرح مراقبہ کرنے کا حکم کرتے ہیں کہ تمام عالم میں باری تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں۔ مطابق ذکر لاموجود الا اللہ کے اور بعض شیخ یہاں کچھ تعلیم نہیں کرتے بلکہ سالک کو اپنی باطنی ہمت سے اس مقام کی انتہا میں کھینچ کر لے جاتے ہیں اور بے ساختہ سالک پر خود بخود اس مقام کا حال طاری ہو جاتا ہے۔ ایسے شیخ ہر زمانے میں موجود ہوتے ہیں مگر موجودہ زمانہ میں مشائخ کی اکثریت کے بعد اگر سالک ایسے بابرکت شیخ کی خدمت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اگر ایسا بابرکت شیخ مل جائے تو سالک کی بڑی خوش نصیبی ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ شیخ کی خدمت بابرکت سے فیض یاب ہونے کے لئے ہمیشہ کوشش کرے۔ موجودہ زمانے میں ایسے شیخ بہت ہیں جنہوں نے اپنے مریدوں کو صرف ذکر قلبی سے واقف کیا۔ نہ سلطان الاذکار سے باخبر کیا نہ ان کے مرید پر ہمہ اوست کا نور وارد ہوا۔ بلکہ خود شیخ بھی ان باتوں سے ناآشنا ہیں۔ شیخ کو چاہیئے کہ سالک کو اپنی تحت حفاظت اور

ولایت صغریٰ

یہ وہ مقام ہے جس میں سالکین درجۂ فنا و بقاء سے مشرف ہوتے ہیں۔ اسی مقام میں سالک کو ولایتِ اولیاء حاصل ہوتی ہے۔ صوفیائے کرام نے اس مقام کو چند ناموں سے تعبیر کیا ہے مثلاً ولایتِ صغریٰ، نسیانِ ماسوا اللہ، فنا و بقا، مقامِ جمع، کفرِ طریقت، ہمہ اوست، وحدۃ الوجود وغیرہ وغیرہ۔ ان میں سے ولایتِ صغریٰ اور نسیان ماسوا اللہ حضرات نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ کے قرار دادہ ہیں۔ ان حضرات کی تحقیقاتِ سلوک میں ہمہ اوست مقام کے آگے اور بہت سے مقامات زیادہ ترقی کے ہیں۔ اسی واسطے اس مقام کی ولایت کو ولایتِ صغریٰ یعنی چھوٹی ولایت کہتے ہیں اور دیگر طریقے کے مشائخ کبارؒ کے نزدیک مقام ہمہ اوست میں انتہائی ترقی اور قرب خداوندی ہے۔ اس مقام کو نسیان ماسوا اللہ کے نام سے تعبیر کرنا نہایت موزوں ہے۔ اس لئے کہ طالبِ حق اس مقام میں ماسوا اللہ سے فراموش اور سب طرف سے محو ہو کر اللہ کی طرف یکسو ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت اور تصورات تجلیٔ ذات کے علاوہ سب قسم کی محبت اور خیالات و تصورات دل سے مٹ جاتے ہیں۔ اور نسیان ماسوا اللہ کو شریعت سے نہایت مناسبت ہے۔ مطابق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اکثروا ذکر اللہ حتیٰ یقولوا مجنون۔ اتنی کثرت سے ذکر الٰہی کرو تاکہ لوگ تمکو دیوانہ کہنے لگیں۔ دوسری اور ایک حدیث حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے لن یؤمن احدکم حتیٰ یقال انہ لمجنون۔ ترجمہ تم میں سے کوئی ایمان والا ہرگز نہ ہوگا جب تک اس کو یہ کہا نہ جائے کہ وہ دیوانہ ہے۔ دنیا میں یہ بات مشہور ہے کہ جب کوئی شخص یاد الٰہی میں مشغول ہو کر دنیا سے بے رغبت اور دنیا داروں سے بے تعلق ہو جاتا ہے تو اس کو دنیا دار دیوانہ یا پاگل کہتے ہیں۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎



ہر کرا باشد ز یزداں کار و بار   یافت باشد آنجا بیروں شد ز کار

ترجمہ: جس کا تعلق اور لگاؤ خدا سے ہو جائے۔ وہ اس وقت دنیا کے کاروبار سے بے تعلق

جس سے ایک ظلِ نورانی اور نہایت خوشنما وجود کی بنیاد قائم ہوئی۔ یہی وجود حقیقتِ محمدی ہے۔ یعنی اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا نام و نشان نہ تھا۔ اس وقت جب رب العزت و قادرِ مطلق نے ارادہ کیا کہ خود کو اپنی مخلوق کے سامنے ظاہر کرے۔ اور عالم کو پیدا کرے تو اس کے مجموعہ انوار اسمار و صفات سے وجودِ محمدی کا عکس قائم کیا۔ جس کو حقیقتِ محمدی کہتے ہیں اور اس حقیقتِ محمدی کے نقطہ سے تمام عالم کا صعودی نقشہ کھینچ لیا۔ جس کو حقیقتِ ممکنہ سے موسوم کرتے ہیں (خلاصہ مکاشفات صفحہ ۸۹ میں ملاحظہ ہو)

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے باعث مبعوث ہوئے مطابق اس حدیث کے لولاک لما خلقت الافلاک۔ جس طرح مرکز دائرہ کا کسی قسم کا لگاؤ نہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی مخلوق کا مرتبہ نہیں

اسی مطلب پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ ترجمہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ وہ وقت حاصل ہے جس میں کوئی مقرب فرشتہ میری برابری کر سکتا ہے اور نہ کوئی برگزیدہ پیغمبر۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں خوب فرمایا ہے

یا صاحب الجمال ، یا سید البشر من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

طالب حق عدم کی طرف پیٹھ اور اسمار و صفات الٰہی کی طرف منہ کر کے قرب خداوندی حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں سیر الی اللہ کہتے ہیں۔ مطابق فرمان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم۔ کل شیء یرجع الی اصلہ۔ اور اس حدیث شریف کے ترجمہ کے تحت میں عارف باللہ حضرت مولانا روی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش باز جوید روزگار وصل خویش

ترجمہ جو کوئی اپنی اصل حقیقت سے دور رہا۔ ایک عرصہ تک وہ اس سے طالب وصل رہا۔ اور ڈھونڈتا رہا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حب الوطن شعبۃ من الایمان۔ ترجمہ وطن کی محبت ایمان کے شعبہ میں سے ہے۔ ہر مومن کا اصلی وطن حقیقت ممکنہ ہے جو دونوں کا قیام اور

مکاشفات اور مشاہدات کے مطابق تعلیم کرے۔ اپنے واردات سے ماہر طریقت کے مقامات کے احوال میں گفتگو نہ کرے۔ کیونکہ راہ طریقت میں بہت سی مشکلات ہیں اور انھیں مقامات کے احوال و انوار میں بہت ہی چون بیچگی و بیچگونیت ہے۔ جس کو سمجھنا نہایت دشوار ہے خصوصًا اس مقام ہمہ اوست یعنی ولایت صغریٰ میں سالک پر بے مثال انوار کی کیفیت اور احوال گذرتے ہیں۔ اس کو بیان کرنے سے زبان کوتاہ اور لکھنے سے قلم قاصر ہے۔ اس مقام میں سالک پر طرح طرح کے لذت کی بارش ہوتی ہے۔ اور خطرات و وساوس اور ہیبت کے طوفان کے بیچ سے اپنی نور ایمان کی کشتی کا گذر ہوتا ہے۔ ان سب مصیبتوں سے نجات حاصل کر کے بہت کم لوگ اپنی منزل مقصود کو پہونچتے ہیں۔ طریقت ایک سمندر ہے طالب حق کے لئے اور قرب اس کا کنارہ ہے جو شیخ دوران سلوک میں طریقت کے مشکلات اور احوال و انوار مشاہدہ کرتے ہوئے مقام ہمہ اوست کے احوال سے آشنا ہو کر قرب خداوندی پر پہونچا ہو وہی اپنے مریدوں کو اس نازک مسئلہ کی تعلیم دے سکتا ہے۔ اور لوگوں کو ضرورت کے موافق تشریح کر کے سمجھا سکتا ہے۔ ان کے علاوہ جو شیخ پر ہمہ اوست کا نور وارد نہ ہوا اور جس نے اس مقام عالی کے احوال کو مشاہدہ نہ کیا ہو اس کے لئے مناسب نہیں کہ صرف طریقت کی کتابوں سے سیکھ کر اور صوفیوں سے سن کر عقلی طور پر بلا حال ہمہ اوست کا مسئلہ کسی کو تعلیم کرے یا لوگوں کو تشریح کر کے سمجھائے ایسی غلطی کرنا حرام ہے اور شیخ کو اس غلطی سے باز آنا لازم ہے۔ اس لئے کہ مرید اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کے لئے شیخ کے پاس آتا ہے۔ اگر شیخ مذکورہ طور پر غلطی کرے تو شیطانی وساوس سے نور ایمان کھو جانے کا اندیشہ ہے اور اس مقام کی ابتدا میں سالک کے دل میں بے حد وساوس پیدا ہوتے ہیں۔ جس سے بہت سے لوگوں کی کشتی غرق ہو گئی اور بہتوں کے روحانی پیر ٹوٹ گئے اسی سبب سے بعض جاہل شیخ اس مقام میں گمراہ ہو گئے۔ اور اپنے مریدوں سے کہتے ہیں کہ میں اور تو جو کچھ دیکھ رہے ہیں یہ سب عین خدا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اللہ تبارک و تعالےٰ ہم کو اور سب مسلمان بھائیوں کو صراط المستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ناظرین اس مقام کے وساوس اور دھوکوں کا خلاصہ مکاشفات مجاہدہ میں ملاحظہ فرمائیں

طالب حق جب کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہے تو اس کے لطائف اور جسم پر معصیت کی گندگی سے پاک و صاف ہو جاتے ہیں اور وہ اپنی حیثیت کے موافق عروج کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی اصل جو حقیقت ممکنہ ہے اسے مشاہدہ کر لیتا ہے۔ حقیقت ممکنہ وہ ہے کہ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا کوئی شئے کی بنیاد نہ تھی اس لیے بنیادی کے عالم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے انوار اسماء صفات نے مجتمع ہو کر بنیادی عکس ڈالا۔

ہر کسے می مُرد یک بار — بےچارہ جامی بارہا

ترجمہ ہر ایک شخص ایک مرتبہ مرتا ہے۔ لیکن بےچارہ جامی کئی کئی بار۔

جب نور کی موج اپنے شباب پر پہنچتی ہے تو سب شکلیں غائب ہو جاتی ہیں۔ صرف ایک بے مثال نور ہی نور باقی رہتا ہے۔ جس کا خلاصہ لکھنے اور بولنے میں عقل کام نہیں کرتی۔ پھر یہ شاہد ہی کے رگ رگ میں اور خون کے ہر ہر قطرے میں خود بخود کچھ آ جاتی ہے دوسروں کو کچھ آتا وہی کہے دیتے رشتیار ہے۔ تب میں وہ بے مثال نور سے ایک نورانی شکل ظہور پذیر ہوتی ہے جس کی صورت و تشکیل سالک جیسی ہوتی ہے اور وہ شکل بھی عجیب ہے جس میں نور کا ظہور ہے۔ سالک اس وقت دیکھتا ہے کہ دنیا کے ہر حصہ میں اسی کا نور جلوہ گر ہے اور دنیا کی ہر چیز کو اس کے تابع پاتا ہے۔ جب ہر ایک دیکھتا ہے کہ وہ ایک ہے اور اس کے نور سے تمام عالم منور ہے اور تمام خلق آنکھ حکم کی منتظر ہے تو وہ بے ساختہ بےخودی کے عالم میں کہہ اٹھتا ہے کہ "انا الحق" اور سبحانی ما اعظم شانی۔ اسی مقام میں ہو کر حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؎

اللہ اللہ کن کہ اللہ می شوی — ایں سخن حق است مانند مثنوی

ترجمہ: اللہ اللہ کر کہ تو اللہ ہو جائے گا۔ یہ بات بالکل سچ ہے قسم خدا کی تو ہو جائیگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ سالک جب اپنے اصل سے وصل کر لیتا ہے اور اپنے کو اور تمام جہان کو نیست و نابود پاتا ہے اور اپنے حقیقی وجود کو ہر صفات سے متصف دیکھتا ہے اس وقت سالک کی عقل کچھ کام نہیں کرتی۔ وہ حیرت میں رہ جاتا ہے وہ اپنے اختیار سے کچھ نہیں کہتا اور کچھ نہیں کرتا بلکہ بے ساختہ اس کی زبان سے کچھ خلاف شرع کلام نکل جاتے ہیں اور بے ساختہ اس سے خلاف شرع کوئی کام بھی سرزد ہو جاتا ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ جب سالک اللہ تبارک وتعالیٰ کے عشق و محبت میں بے انتہا غرق ہو کر اپنے کو اور تمام خلق کو بھول جاتا ہے اور اس کی نگاہ علم سے غیر اللہ کے خیالات بالکل اٹھ جاتے ہیں۔ تو اس وقت تجلی ذات کا سالک پر بے انتہا نزول ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سالک تجلی ذات میں غرق ہو جاتا ہے۔ اس عالم میں یعنی انوار کے پرتو میں مستغرق رہنے کے باوجود بھی سالک کے عشق میں کمی نہیں آتی۔ بلکہ عشق خداوندی اور زیادہ غلبہ کرتا ہے۔ اور انوار کے ہر ذرہ ذرہ میں سالک اپنی صورت و شکل کو دیکھتا ہے۔ پھر عشق کا غلبہ اور زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد سالک بےخود اور بےخبر ہو جاتا ہے،

اسماء و صفات کے انوار کی جائے ظہور ہے۔ لہذا ہر ایک اجمال دار اپنی حقیقت کی طرف رجوع کرتا ہے
چونکہ حقیقت ساذجہ میں تمام مخلوق کی حقیقتوں کا اجمالی نقشہ موجود ہے جیسا کہ درخت کے تخم میں درخت کی
جڑ اور شاخیں اور پھول اور پتے اور پھل وغیرہ سب حقیقتیں مجموعی طور پر موجود رہتی ہے۔ اور اس کی تفصیل
درخت کامل ہو جانے کے بعد معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح حقیقت ساذجہ میں اسماء و صفات کے انوار ہادی
سبحان، رحمان، قہار، جبار، ساقی اور حق وغیرہ سب ایک ہی جگہ موجود ہوتے ہیں۔ سالک اپنے کو
حقیقت ساذجہ میں ہر صفات سے متصف دیکھتا ہے وہ اپنے علم کے مطابق درجہ ہمہ اوست میں انا الحق
سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ الفاظ بے خودی کے عالم میں کہہ اٹھتا ہے مذکورہ الفاظ جو خلاف شرع اور بے طرح
ہوتے ہیں وہ سب سالک کی زبان سے نکلنے کے دو سبب ہیں۔ ایک یہ ہے کہ دوران سلوک مقام ہمہ اوست
کی سیر الی اللہ میں سالک کی پیٹھ عدم کی طرف ہوتی ہے۔ اور اس کا منہ اسماء و صفات خداوندی کے
انوار کی طرف ہوتا ہے بس وہ سامنے جو کچھ دیکھتا ہے کہتا ہے مصرع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

یعنی قلندر جو کچھ کہتا ہے دیکھا ہوا کہتا ہے۔

اور شاعر مشرق اقبال نے بھی خوب فرمایا ہے

بیان راز دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے　　وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے نظروں کی آتا ہے

سیر الی اللہ سے حقیقت ساذجہ میں ترقی پا جانے کے بعد سالک جو کچھ دیکھتا ہے وہ سب حقیقتیں
لکھنے میں قلم کوتاہی کرتا ہے وہ تجلیات ہمیشہ قائم رہتی ہیں۔ دریا کی طرح نور کی موجیں آیا کرتی ہیں
نور کی موجوں کے ہر ایک قطرہ میں سالک اپنی شکل دیکھتا ہے انہی صورتوں کی طرف اشارہ کر کے مولانا روم
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام　　ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

یعنی میں نے سات سو ستر قالب دیکھا ہے اور سبزہ کی طرح کئی کئی بار میں اگا ہوں۔ یہ واقعہ
مشاہدہ ہوتے ہی سالک پر بے خودی کا عالم طاری ہوتا ہے اور اس بے خودی کے عالم میں سالک کی نگاہ
علم سے تمام شکلیں غائب ہو جاتی ہیں۔ اس حالت کو صوفیائے کرام فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر جب بے خودی
کے عالم ہی میں اس کی نگاہ علم قائم مقام پر آ جاتی ہے تو پھر سے سالک اپنی صورت کو پہلے کی طرح موجود
پاتا ہے۔ اسی طرح چند مدت تک سالک کو فنا و بقا ہوتا رہتا ہے۔ اسی فنا و بقا کی طرف اشارہ کر کے حضرت
جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ترجمہ: مریدوں کے پاس اس بزرگ درویش بایزیدؒ نے آکر کہا کہ میں خدا ہوں۔ (یہاں تک کہ) اس مست نے صاف یہ کہا کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پس (تم لوگ) میری عبادت (پرستش) کرو جب یہ حال گذر گیا تو صبح ان سے کہا گیا کہ آپ نے ایسا کہا تھا اور یہ (بات شریعت میں) درست نہیں ہے۔ تو حضرت بایزید رحؒ نے جواب میں فرمایا کہ ؎

حق منزہ از تن و من باتشم | چوں چنیں گویم بباید کشتنم

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ جسم وغیرہ سے پاک ہے اور میں جسم رکھتا ہوں۔ جس وقت میں ایسا کہوں تو مجھے مار ڈالنا چاہیئے۔ پھر جب حضرت بایزید رحؒ کو حال طاری ہوا تو یہ فرمایا۔ عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چوں ہمائے بیخودی پرواز کرد | آں سخن را بایزید آغاز کرد
عقل را سیل تحیر در ربود | زاں قوی تر گفت کاول گفتہ بود
نیست اندر جبہ ام الا خدا | چند جوئی در زمین و در سما

ترجمہ: جب بیخودی کا ہما اڑنے لگا۔ تو پھر بایزیدؒ نے وہی کہنا شروع کیا۔ تحیر کا دریا (ان کی) عقل کو بہا کر لے گیا۔ اور پہلے سے بھی زیادہ زور دے کر وہی الفاظ کہنے لگے کہ میرے لباس میں خدا ہے تم (لوگ) زمین و آسمان میں کب تک جستجو کرو گے۔ پھر حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ عالم ہوش میں فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اے بروں از وہم و قال و قیل من | خاک بر فرق من و تمثیل من

ترجمہ: اے خدا تیری ذات میرے قیاس و گفتگو سے باہر ہے میرے اور میرے تمثیلات کے سر پر خاک پڑے۔ پس مذکورہ حکایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ غلبۂ عشق و محبت کی حالت میں عقل قائم مقام نہیں رہتی دریائے تحیر عقل و تمیز کو بہا کر لے جاتے ہیں۔ اس وقت سالک کی زبان سے ایسے الفاظ نکلنا کچھ تعجب نہیں کیونکہ جب کوئی مجنوں سے پوچھتا کہ تو کون ہے تو اس وقت مجنوں کہتا تھا کہ انا لیلیٰ یعنی میں لیلیٰ ہوں۔ جب بندہ کی محبت میں بندہ اپنے کو بھول جاتا ہے تو کیا تعجب ہے کہ خدا کی محبت میں اپنے کو بھول کر خدا کہنے لگے۔ حضرت عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

از محبت تلخہا شیریں شود | از محبت مسہا زریں شود
از محبت خارہا گل می شود | از محبت سرکہا مل می شود

اور اس بےخودی کے عالم میں ذات بحت کو رو رو کے پکارتا ہے اور تجلی ذات میں اس کو ڈھونڈھتا رہا ہے۔ سالک کو اس بےتابی اور بےقراری کے عالم میں گرھتا دیکھ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور سالک کو اطمینان دینے کے لئے انوار الٰہی اور تجلی ذات کے ہر حصہ سے بآواز انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ الفاظ کی صدا آتی ہے یعنی سالک خداوند کریم کو جو صفت کے ساتھ ڈھونڈھتا ہے اسی کے مطابق تجلّی ذات سے جواب آتا ہے۔ اگر سالک صفت حق کی جستجو میں ہو تو تجلی ذات سے جواب آتا ہے کہ انا الحق اور اگر سبحان کی تلاش میں ہو تو جواب آتا ہے کہ سبحانی ما اعظم شانی۔ اسی طرح اگر کوئی سالک معبود کی تلاش میں ہو تو تجلی ذات سے جواب آتا ہے کہ لا الٰہ الا انا فاعبدون بہ سبب الفاظ سالک کی زبان سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ عشق خداوندی کی زیادتی اور طالب حق کی سچی طلب کے سبب انوار الٰہی یعنی تجلی ذات سالک کے جسم کے ہر رگ و ریشہ میں سما جاتی ہے اور جو تجلی ذات سالک کے اندر موجود ہے اس سے سالک کی طلب کے مطابق جواب آتا ہے۔ اس وقت سالک کے جسم کا کوئی حصہ اس کے اختیار میں نہیں رہتا جس سے کہ وہ اپنے کو ان سب الفاظ سے روک سکے اس کا تمام جسم تجلی ذات کے اختیار میں ہو جاتا ہے۔ پس تجلی ذات اس کو جو کہلاتی ہے وہ کہتا ہے اور جو کام لینا چاہتی ہے وہی کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحٌ

ترجمہ۔ میں نے اللہ کے دین میں کفر کیا اور میرے نزدیک یہ کفر واجب ہے، اور تمام مسلمانوں کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ مگر واضح ہو کہ مذکورہ خلاف شرع کلام یعنی ان سب الفاظوں سے بہ سبب سکر و وجدگی نہ کسی قسم کی طعن کرنے کی گنجائش ہے اور نہ قرب خداوندی و معرفت مولیٰ کے مرتبہ میں فرق آتا ہے مثلاً جیسا کہ مقام ہمہ اوست کے بیخودی کے عالم میں حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ "انا الحق" اور حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا سبحانی ما اعظم شانی۔

حضرت عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بایزید کی حکایت میں اس مسئلہ کی خوب توضیح و تشریح کی ہے۔ جس سے ہر شخص کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ جیسا کہ

با مریداں آں فقیر محتشم ! بایزید آمد کہ یزداں نک منم
گفت مستانہ عیاں آں ذوفنون لا الٰہ الا انا فاعبدون
چوں گذشت آں حال گفتند ش صباح تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح

پاک بذات خود مومن کے دل میں رہتا ہے ۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تجلی ذات سما جاتی ہے ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس طرح دنیا (عالم کبیر) میں حرم شریف کو بیت اللہ کا شرف عنایت کیا ۔ اسی طرح وجود انسانی (عالم صغیر) میں مومن کے قلب کو اللہ پاک نے عرش اللہ اور بیت اللہ قرار دیا ہے ۔ جس طرح بیت اللہ شریف میں ہمیشہ رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے ۔ اسی طرح مومن کے دل میں انوار کی بارش ہوتی ہے ۔ جس طرح انسان آنکھوں کے نور سے آسمان کو دیکھتا ہے اور آسمان آنکھوں میں سما جاتا ہے اور نہ آسمان آنکھوں کی پتلی میں گھس جاتا ہے اور نہ آنکھ آسمان میں ۔ اسی طرح مومن اپنے دل کے نور سے خداوند کریم کو دیکھتا ہے اور جب دل کو خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو مومن کے دل میں خدا یعنی تجلی ذات سما جاتی ہے (اس کا مفصل خلاصہ مکاشفات مجاہدہ میں ملاحظہ فرمائیے)

حدیث قدسی میں وارد ہے بی یسمع بی یبصر الی آخرہ اگر حقیقتاً بشر کی سماعت و بصارت وغیرہ خدائے تعالیٰ کی سماعت و بصارت کی طرح ہوتی تو پھر اس کو فنا ہونے کی کوئی ضرورت نہ تھی بلکہ ولی کی ذات بھی خود فانی ہے ۔ پھر صفات بقا کہاں ۔ یہ آیت قرآنی و حدیث قدسی کا مطلب اس طرح پر ہے جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں وارد ہے یا علی لحمک لحمی و دمک دمی ترجمہ: اے علی گوشت تمہارا گوشت میرا ہے اور خون تمہارا خون میرا ہے اگر حدیث کے معنی حقیقتاً مان لئے جائیں تو پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں ہو سکتی تھی ۔ ان آیات بینات وما رمیت الخ وفی انفسکم افلا تبصرون اور احادیث بی یسمع الخ ۔ لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبد مومن اور یا علی لحمک لحمی و دمک دمی سے مراد عنایت و کرم اور شرف و بزرگی کا اظہار ہے ۔ دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں اور ساتھ ہی ساتھ اس کے تقرب کا بھی اظہار ہے جب اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کو ہر لفظ تعریفیہ سے بلند تر فرمایا ہے یعنی سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ لا تدرکہ الابصار ۔ ترجمہ ۔ کسی کی نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں ۔ تو پھر جسم خاکی اور فانی کی کیا طاقت ہے کہ اس ذات پاک کا احاطہ کرے اور حالت جسمانی سے اس کا قرب حاصل کرے ۔ مطابق ارشاد باری تعالیٰ نحن اقرب الیہ من حبل الورید کے ترجمہ ۔ ہم اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ تو کہاں بلکہ اس کے ایک اسم و صفات کو بھی احاطہ و وصل کرنا خلق کے لئے محال ہے ۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کی تمام صفات قدیم ہیں اور وہ تمام حوادث سے منزہ اور مبرّیٰ ہے ۔ اور تمام مخلوقات حادث ہیں ۔ پس حادث اور قدیم کا ایک جگہ ہونا محال ہے ۔ نحن اقرب

از محبت نار نور می شود　　از محبت دیو حور می شود

ترجمہ: محبت میں مٹی کی اینٹ سونے کی اینٹ بن جاتی ہے۔ اور محبت میں کڑوی چیز میٹھی ہو جاتی ہے۔ محبت میں سرکہ شراب بن جاتا ہے (اسی طرح) محبت سے کانٹا پھول ہو جاتا ہے۔ محبت سے آگ نور بن جاتی ہے۔ (ایسے ہی) محبت میں بدصورت دیو خوبصورت حور (پری) بن جاتا ہے

جب سالک ہوش کے عالم میں آتا ہے تو اپنے آپ کو اور تمام خلق کو موجود پاتا ہے اور خالق و مخلوق میں تمیز کر لیتا ہے۔ اس حالت کا دور سالک پر کچھ عرصہ تک رہتا ہے کسی کو منٹ اور کسی کو دس منٹ اور کسی کو گھنٹہ بھر اور کسی کو دن بھر اور کسی کو مہینہ بھر اور کسی کو سالہا سال اسی حالت میں گذر جاتے ہیں۔ اس مقام عالی میں اور اس حالت میں خرق عادت کشف و کرامت کثرت سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس مقام میں صاحب کشف کو اپنے سینے میں تمام جہان کی حقیقت نظر آتی ہے۔ اسی واسطے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اولیاء بعد فنا و بقا ہر چہ می بینند در خود می بینند و ہر چہ می شناسند در خود می شناسند و حیرت ایشاں در وجود ایشاں، وفی انفسکم افلا تبصرون ترجمہ۔ اور تمہارے نفس میں ہے پس کیا تم نہیں دیکھتے حضرت عارف باللہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

انچہ حق ست اقرب از حبل الورید　　تو فگندی تیر فطرت را بعید

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ تیری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ تو تیر فطرت کو دور پھینک رہا ہے۔ اور ایک جگہ حدیث قدسی کے ترجمہ میں حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است　　من نہ گنجم در سرا بالا و پست

من نہ گنجم بر زمین و آسماں　　من بہ گنجم در قلوب مومناں

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے میری گنجائش نہ بلند مکان میں ہوتی ہے نہ پستی میں اور نہ میری گنجائش زمین میں ہوتی اور نہ آسمانوں میں (بلکہ) میری گنجائش (دیکھیے) مومن کے دل میں ہوتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جب خدائے تعالیٰ مومن کے قلب میں سما سکتا ہے تو تمام خلق کا مومن کے قلب میں سمانا کیا دشوار ہے۔ مگر معلوم ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا دل میں سمانے کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ

ہو۔ پس سالک کے لیے کھل جاتا ہے اور معلوم ہوا کہ سالک کو تجلی ذات میں جتنی زیادہ ترقی حاصل ہوگی اتنی ہی اس کے ولایت و کمالات کی مضبوطی ہوگی۔ تجلی ذات کے نزول کا خانہ کعبہ سے جو تعلق ہے وہ تجلی ذاتیہ کی ہیبت کے ساتھ ہے۔ اور خانہ کعبہ کو خاص قرب حاصل ہے۔ یہ مقابلہ بشر کے یعنی خانہ کعبہ میں اور انسان کے دلوں میں جو تجلی ذات نزول ہوتی ہے۔ اس میں فرق ہے خانہ کعبہ پہ تجلی ذات کا ہر وقت نزول ہوتا رہتا ہے۔ اور اولیائے کرام پر غفلت اور معصیت کے سبب کبھی کبھی تجلی ذات کا نزول ہونا موقوف رہا کرتا ہے اور کبھی کم زیادہ بھی ہوا کرتا ہے۔ اس حالت کو صوفیائے کرام نے قبض و بسط سے تعبیر کرتے ہیں۔ قبض و بسط کی دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ قلب ذکر میں مشغول رہنے کے باوجود بھی سالک کو یہ احساس ہوتا ہے کہ میرا دل ذکر سے غافل ہے اور خود سالک کو بھی ذکر کی لذت میں فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور کتنا ہی ذکر کریں۔ مگر سالک کو چین نہیں آتا۔ اس لیے سالک کی طبیعت پریشان ہو جاتی ہے۔ سالک کو چاہیے کہ ان حالات میں توبہ و استغفار کرے اور حقیقت شیخ سے بیان کرے۔ انشاءاللہ بفضل الٰہی شیخ کی توجہ سے انجام بخیر ہو جائے گا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ کثرت سے ذکر الٰہی کرنے کے بعد بھی سالک پر تجلی ذات کا نزول کم ہو جاتا ہے یعنی پہلے تجلی ذات کا جس مقدار پر نزول ہوا کرتا تھا اس میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس وقت سالک کو انوار الٰہی کا وزن کم محسوس ہوتا ہے اور طبیعت پھیکی پھیکی معلوم ہوتی ہے اور سالک کی طبیعت بھی بے لذت اور پریشان رہا کرتی ہے۔ اس وقت سالک کو سمجھنا چاہیے کہ یہ کیفیت اذکار الٰہی اور آداب سلوک میں نقص پیدا ہونے سے درپیش ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں سالک کو ذکر الٰہی اور سلوک کے آداب پر گہرا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے اور خود سے اصلاح نہ ہو سکے تو سالک پر لازم ہے کہ شیخ کو مطلع کرے۔

مطلب یہ ہے کہ یہ دائرہ ولایت صغریٰ میں اسماء و صفات کا ظلال ہے جس میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام کائنات کی ابتداء جائے ظہور ہے یعنی روز ازل میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ مجموعہ کائنات کا اسماء و صفات کے انوار سے جس طرح بنیاد قائم ہوتی ہے اسی طرح اسرار و رموز اس مقام میں سالک پر منکشف ہوتے ہیں۔ وہاں ہر ایک مخلوق کے لیے ایک مبداء تعین ہے وہ اپنی اپنی مخصوص جگہ سے افراد عالم کے ظاہر و باطن میں ان ظلال اسماء و صفات کے مقررہ اسماء و صفات باری تعالیٰ سے فیض لا متناہی ہوتا ہے۔ مطابق شان باری تعالیٰ ان اللہ لغنی عن العالمین کے ظلال اسماء و صفات کے انوار ہی سے مجموعہ عالم کا وجود ہے۔ اگر ظلال اسماء

الیہ من حبل الورید میں اللہ پاک جو اپنے کو بندہ کی شہ رگ سے قریب تر فرماتا ہے ۔ ارشاد انوار الہی اور تجلی ذات کی طرف ہے۔ اور ریاضت و مجاہدہ کرنے کے بعد اہل اللہ کو جو قرب حاصل ہوتا ہے وہ تجلی ذات کا قرب ہے اور جو مشاہدہ ہوتا ہے وہ بھی انوار الہی اور تجلی ذات ہے اور اسی کو مشاہدہ کرنے کے لئے اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے محنت و مشقت کی جاتی ہے کیونکہ تجلی ذات کا قرب حاصل کرنے کے بعد اہل اللہ کو ایسا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ ہم نے تجلی ذات کا ہی قرب حاصل کر لیا ہے اور بعض کو یہ گمان ہوتا ہے کہ جب ہم نے تجلی ذات کا قرب حاصل کر لیا اور اس کو مشاہدہ بھی کر سکے، تو شاید ممکن ہے کہ ذات بحت کو بھی مشاہدہ کر سکیں اور اس کا قرب حاصل کر سکیں۔ حالانکہ ذات بحت کا قرب حاصل کرنا اور اس کو مشاہدہ کرنا بالکل ناممکن ہے کیونکہ ارشاد ہے کہ لا تدرکہ الابصار یعنی کسی کی نگاہ اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اسی لئے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس
زانکہ فصل و وصل نبود در روان غیر فصل و وصل اندیشہ گمان
مر صفاتش را چنان دان اے پسر کز وے اندر نا ید وہم جز اثر
ظاہر ست آثار و نور رحمتش لیک کے داند جز او ماہیتش
ہیچ ماہیات اوصاف و کمال کس نداند جز بہ آثار و مثال
صد ہزاراں وصف گر گوئی و بیش جملہ وصف اوست او زیں جملہ بیش

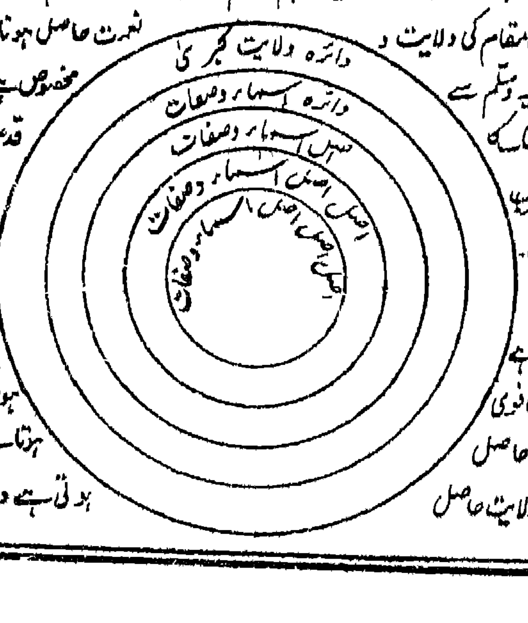
ترجمہ۔ جو اتصال کہ پروردگار کا انسان کے ساتھ ہے وہ نہ قیاس میں آسکتا ہے۔ عقل میں چونکہ اس کا قرب فصل و وصل سے بالاتر ہے۔ اس لئے انسان کا گمان (خیال) بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ صرف فصل و وصل کے چکر ہی میں رہتا ہے۔ اس کی تعریف اس قدر سمجھو کہ انسان کے وہم و خیال میں سوائے اثر کے کچھ نہیں آسکتا۔ اس کی رحمت کے انوار و آثار ظاہر ہیں۔ لیکن ان کی حقیقت سوائے اس کے کون جان سکتا ہے۔ چاہے کوئی لاکھوں کی تعریف کرے۔ لیکن وہ ان تمام اوصاف اور تعریفوں سے بالاتر ہے۔

تجلی ذات کا قرب حاصل ہو جانے کے بعد اولیاء کرام کے دل میں جو تمنا و شوق پیدا ہوتا ہے۔ ذات بحت کو احاطہ کرنے اور مشاہدہ کے ساتھ اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے وہ بھی ایک نعمت عظمیٰ ہے کیونکہ اس شوق سے بھی رفتہ رفتہ تجلی ذات میں بہت ترقی حاصل ہوتی ہے یعنی لامتناہی کو

ہر ایک مقام میں اذکار الٰہی کرتے ہوئے سلوک کو تمام کرنا افضل ہے۔ ہاں کوئی خاص سالک (مرید) کے لئے مذکورہ دستور اختیار کرے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اکثر وقت سالک دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مرید دوسرے مراد۔ مرید وہ ہے جو اپنی کوشش سے خدا تک پہونچے۔ اور مراد وہ ہے جس کو رب العزت خود اپنے قرب کی طرف کھینچے۔ مرید کے سب مقامات بند رہتے ہیں جس کے سبب تمام مقامات میں رسم سلوک باقاعدہ طے کرنا ضروری ہیں۔ اور مراد کے اکثر مقامات کھلے رہتے ہیں اور ان مقامات میں جو کسر باقی رہتی ہے۔ وہ شیخ کامل اپنی توجہ ڈال کر اس کی کسر کو پوری کرتا ہے۔ اور باقی مقامات جو بند ہیں اس میں تعلیم کرتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے مراد سالک کو مذکورہ طور پر تعلیم کرنا جائز ہے۔ ولایت صغریٰ کی سیر اتم ہونے کے بعد ولایت کبریٰ یعنی ولایت انبیاء کی سیر شروع ہوتی ہے۔

دائرہ ولایت کبریٰ کا بیان

یہ وہ دائرہ ہے جس کا دوسرا نام ولایت انبیاء ہے اس دائرہ کی اکمل ولایت انبیاء علیہم السلام کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔ اسی واسطے انبیاء علیہم السلام کی اتباع کرنا اس مقام کے سالک پر نہایت ضروری ہے۔ اس مقام کی ولایت د
کمال اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
جتنی ہی اتباع رسول اللہ صلعم میں سالک کا
قوی ہوگا۔ اتنا ہی اس کے لئے قرب
خداوندی و ولایت کا راستہ آسان ہوگا۔
اسی کمال اتباع انبیاء علیہم السلام
کے سبب چشمہ فیض جاری ہوجاتا ہے
جس سے سالک کا نور ایمان نہایت قوی
ہے۔ اور اسے اعلیٰ درجہ کا تقویٰ حاصل
اس مقام میں اولیائے کرام کو جو ولایت حاصل



نعمت حاصل ہونا
مخصوص ہے
قدم
ہوجاتا
ہوتا ہے
ہوتی ہے وہ

وصفات نہ ہوتا تو عالم کا وجود ہی نہ ہوتا۔ لہٰذا اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے ان ظلال کو پیدا کیا جو قابل قبول لطائف ہے۔ اور اس کو نہایت مناسبت اسماء وصفات باری تعالیٰ سے ہے۔ اسی مناسبت کے سبب افراد عالم میں سے ہر ایک فرد نے ان ظلال اسماء وصفات لامتناہی کی ایک ظل کو اپنے لئے معین کر لیا جس سے ہر ایک فرد کے لئے اپنے اپنے تعین شدہ اسماء وصفات خداوندی سے فیض لامتناہی کا مورد جاری ہے۔ اسی ظلال (جو سالک کے لئے معین ہے) کو مشائخ طریقت نے اس فرد (شخص یعنی سالک) کی مبداء تعین یا حقیقت یا عین ثابتہ قرار دیا ہے۔ اور سالک پر اس دائرہ میں لطائف عالم امر کی فناء بقا کا وقوع ہوتا ہے۔ اسی لئے سالک جب اس مقام کی سیر کرتے ہوئے اس ظل تک پہونچتا ہے جو اس کے مبداء تعین ہے۔ تو اس کے قلب میں فعل حق کی تجلی کا ظہور ہوتا ہے اور اس فعل حق کی تجلی میں سالک فناء قلب سے مشرف ہو جانے کے بعد وہ جماعت اولیاء میں داخل ہو جاتا ہے۔ ولایت کے تمام کمالات کا دارومدار فنائے قلب پر منحصر ہے۔ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ کس را تانہ گردد ایں فنا　　　نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ: جب تک کسی کو یہ فنا حاصل نہ ہو (اس وقت تک) اس کو درگاہ خداوندی کا راستہ نہیں مل سکتا۔

لطائف عالم امر کی فنائے تام پر ولایت صغریٰ کی سیر وسلوک ختم ہو جاتی ہے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے طالبان حق کو لطائف عالم امر کے سلوک اور تہذیب جدا جدا طریقے فرماتے تھے۔ لیکن آپ کے فرزندان گرامی اور آپ کے خلفاء قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم نے طالبوں کی سہولت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس راہ کو مختصر کر دیا اور طالبوں کو لطیفۂ قلب کے بعد لطیفۂ نفس کی تہذیب کراتے تھے۔ ان دونوں لطیفوں کے ضمن میں دوسرے چاروں لطیفوں کی تہذیب بھی ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد عام طور پر یہی دستور رہا۔ میرے تجربہ کے مطابق ہر مرید کے لئے یہی دستور رکھنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس زمانہ پر آشوب میں اکثر مرید کو آگے بڑھ کر مختلف مقامات میں مشکلات پیش آتی ہیں اور اکثر مقامات کے رموز الٰہیہ کو سمجھنا اسے دشوار محسوس ہوتا ہے۔ اور بعض وقت اس سے طریقت وسلوک کے خلاف رنگ برنگ کے کام سرزد ہوتے ہیں۔ یہ سب نقص سالک پر ابتدائی سلوک میں قاصر رہنے کے سبب پہنچ آتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض سالک سلوک کے مقامات کے احوال سے اور اس کے انوار و برکات اور فیضان سے بالکل ناآشنا رہتے ہیں۔ اسی لئے یکے بعد دیگرے

اصل پر مشتمل ہے۔ اور اس کے انوار و فیضان پہلے دائروں سے نہایت لطیف ہیں۔ ویسے ہی تیسرے دائرہ کی مثال پہلے دائروں کے مطابق نہایت احسن و الطف ہے۔ اور قوس ان سب دائروں کا لب لباب ہے۔ اسماء و صفات کے ان تینوں دائروں کا خداوند کریم سے نہایت تقرب حاصل ہے اور وہ اسماء صفات زائدہ اور شیونات ذاتیہ کی جائے ظہور ہے۔ اور ان سب دائروں کے پورے کمالات اسی کو حاصل ہوتے ہیں کہ جسے نفس مطمئنہ حاصل ہے۔ دوسرے اور تیسرے دائرے اور قوس میں مراقبۂ محبت کیا جاتا ہے جو مفہوم ہے یحبہم و یحبونہ کا۔ اس دائرہ کا حصہ فیض پاکیزہ نفس ناطقہ یعنی نفس مطمئنہ ہے جس کو عربی میں انا اور فارسی میں من۔ اور اردو میں لفظ میں سے تعبیر کرتے ہیں۔ ولایت کبریٰ کے تیسرے دائرہ میں مراقبۂ محبت ثانیہ کیا جاتا ہے۔ ان ڈھائی دائروں میں تہلیل لسانی اور تلاوت قرآن مجید کرنا فائدہ مند ہے۔ سالک کو اس دائرہ سے پہلے جو ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ فنائے نفس حاصل ہوتا ہے۔ وہ صرف صورت فناء ہے حقیقی فنا۔ اس دائرہ میں حاصل ہوتا ہے یعنی ولایت صغریٰ میں جو فنا حاصل ہوا تھا اس میں بے ہوشی اور بے خودی کا عالم (حالت وجدان) تھا۔ جس سے سالک اس فنا کو پورے پورا احاطہ نہ کر سکا۔ اس دائرہ میں سالک کو باہوش و حواس فنائے نفس حاصل ہوتا ہے جس سے یہ فنا پہلے فناء سے افضل و اکمل ہے مگر اس دائرہ کی فنا میں سالک کا ہوش و حواس برقرار رہنے کے باوجود وہ اپنے آپ کو تجلی ذات میں پوشیدہ پاتا ہے۔ اور انوار الٰہی میں مستغرق اور پوشیدہ رہنے کے سبب اس مقام کے مبتدی کو اولاً ہوشیاری اور مستی کی کوئی تمیز نہیں رہتی جس سے کہ اس مقام کی ولایت و کمالات کو احاطہ کر سکے اور اس پر چل سکے سالک اس مقام کی فنا و بقا سے مشرف ہونے کے بعد خداوند کریم کے ساتھ اس کا نہایت گہرا تعلق پیدا ہو جاتا ہے جس سے راہ راست پر قائم رہنا اس کے لئے نہایت آسان ہو جاتا ہے اور اس مقام کی فنا سے زیادہ اکمل فنا عناصر اربعہ کو کمالات نبوت میں ہوگی۔ دائرہ ولایت کبریٰ کے سلوک اتم ہونے کی علامت یہ ہے۔ کہ فیض باطن کے معاملہ کا جو تعلق دماغ کے ساتھ ہے وہ سالک کے سینہ سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے سالک پر شرح صدر واقع ہوتی ہے۔ شرح صدر کی علامت یہ ہے کہ قضاء و قدر کے احکاموں سے بالکل چوں و چرا اٹھ جاتا ہے۔ اور مقام رضاء کی طرف وہ نہایت عروج کرتا ہے۔ اسی مقام میں سالک حقیقی اسلام سے مشرف ہوتا ہے۔ یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی حقیقت پر پہونچکر قرب خداوندی کے انوار میں مستغرق اور دین محمدی (اسلام) پر دائم و قائم ہو جاتا ہے۔ حالت فناء سالک پر اس طرح واقع ہوتی ہے کہ لطائف عالم امر کے فناء و بقاء کے بعد جب سالک سے وجد و سکر کی حالت ساقط ہو جاتی ہے تو اس۔ احکام الٰہی پر ثابت قدم رہنا آسان ہے۔ یعنی شریعت کے مطابق چلنے اور احکام

ولایت انبیاء کا عکس ہے۔ اس مقام کی ولایت انبیاء علیہ السلام کو بلا واسطہ بارگاہ الٰہی سے حاصل ہوئی اور اولیائے کرام کو انبیاء علیہ السلام کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہ السلام کی ولایت خاص تھی۔ اور ولایت اولیاء عام ہے۔ یعنی جو کوئی وصول الی اللہ کے واسطے محنت و مشقت اور ریاضت و مجاہدہ کرے گا۔ اسے ولایت اولیاء حاصل ہو سکتی ہے۔ لیکن ولایت انبیاء ریاضت و مجاہدہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ اس کے انوار و برکات (فیضان) حاصل ہوتے ہیں اور ولایت انبیاء کا عکس اولیاء کرام کی ولایت پر گرتا ہے اور اس عکس کا رنگ (جلوہ) سالک کی ولایت میں قائم مقام ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ولایت انبیاء کل تھی اور ولایت اولیاء اس ولایت کا جزو ہے اس مقام میں سالک کی نظر باطن انبیاء علیہ السلام کی باطنی نظر سے اور نظر ظاہر ان کی ظاہری نظر سے متعلق ہو جاتی ہے۔ اور اس کی نسبت انبیاء علیہ السلام سے نہایت قوی ہو جاتی ہے۔ اور ان کے پاکیزہ باطن کے فیضان و انوار اور برکات سے سیراب و مستفیض ہوتا ہے اور اس مقام کے اکثر سالکین کو حضور الصمد صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود روحانی پرورش کرتے ہیں۔ اور ان کے باطنی فیضان کی برکات سے اکثر وقت سالک اپنی شکل کو شکل محمدی میں مشابہ پاتا ہے۔ یعنی ہمشکل دیکھتا ہے۔ اور ان کی روح اطہر میں اکثر وقت سالک اپنے کو پوشیدہ پاتا ہے۔ اور جو انوار و برکات سالک پر اترتے ہیں۔ وہ انوار کا جلوہ اکثر وقت سالک کے چہرہ پر فیلف قسم سے نظر آتا ہے۔ اس مقام میں تین دائرہ اور ایک قوس ہے۔ پہلے دائرہ کے نصف اول میں شیونات ذاتیہ کا اسرار ہے۔ اور نصف ثانی میں اسماء و صفات زائدہ متضمن ہیں۔ لطائف عالم امر کی انتہائی ترقی اس دائرہ (اسماء و صفات زائدہ و شیونات ذاتیہ) کی انتہائی میں حاصل ہوتی ہے۔ اس دائرہ میں مراقبہ اقربیت کیا جاتا ہے۔ جو کہ مفہوم ہے آیت کریمہ۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ کا اس دائرہ کے پہلے دائرہ کا نام ولایت کبریٰ ہے جس میں توحید شہودی منکشف ہوتی ہے۔ یعنی ہر اشیاء کا وجود نظر کشفی میں ظلی معلوم ہوتا ہے۔ مخلوقات کے حقائق جو انوار الٰہی کے پرتو سے موجود ہوئے وہ سب اس مقام کے انوار کے مقابلہ میں عدم ہیں۔

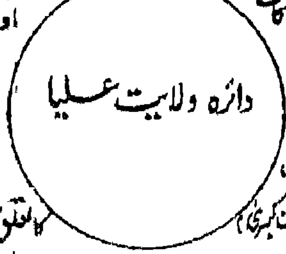
نیاوردم از خانہ چیزے نخست　　　　تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ترجمہ: میں تیری چیز کسی کے گھر سے نہیں لایا ہوں۔ ہر چیز تو نے دی ہے (مجھے) میں (خود) بھی تیری چیز ہوں

پس معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نسبت مخلوق سے قریب تر ہے۔ ولایت کبریٰ کا پہلا دائرہ جو اسماء و صفات زائدہ و شیونات ذاتیہ کا ہے اس کے بعد جو دوسرا دائرہ ہے۔ وہ پہلے دائرہ کے

دائرہ ولایت علیا کا بیان

یہ وہ مقام ہے جس کی ولایت نہایت لطیف و بابرکت ہے اس مقام کی اکمل ولایت ملائکہ علیہم السلام ہی کو حاصل ہے۔ لیکن بشر صرف کثرت بندگی و اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور احکام الٰہی کی تعمیل و تکمیل کرنے کے ذریعہ اس مقام کے انوار و برکات اور



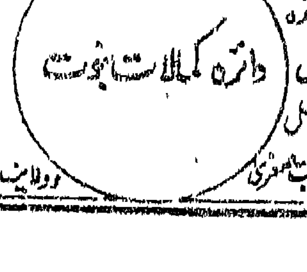
فیضان و نعمت اور ولایت سے مشرف ہوتا ہے۔ اس مقام کے فیضان کا تعلق اسم ہوالباطن سے ہے۔ اسی لئے دائرہ ولایت کبریٰ یعنی ولایت انبیاء سے اس مقام (ولایت علیا) کی ولایت نہایت لطیف اور مرتبہ میں بلند ہے۔ کیونکہ ولایت انبیاء (ولایت کبریٰ) کا تعلق اسم ہوالظاہر سے ہے۔ اسی واسطے انبیاء علیہم السلام دنیا پر ظاہر و مبعوث ہوتے۔ اور ولایت علیا کا تعلق اسم ہوالباطن سے ہے۔ اس لئے ملائکہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ اور ترقی ان کی اسماء و صفات اور شیونات ذاتیہ تک محدود ہے اس لئے کہ اسم ہوالظاہر کے مقابلہ میں اسم ہوالباطن کا زیادہ تعلق (مناسبت) اور تقرب ذات غائب الغیب سے ہے۔ اور ذات غیب الغائب سے قوی تعلق ہونا مقوی ولایت کا سبب ہے۔ پس معلوم ہوا ہے کہ ولایت انبیاء سے ولایت علیا افضل ہے اور ولایت علیا کو خداوند کریم کا زیادہ قرب اور معرفت حاصل ہے۔ ولایت کمالات کا جزو ہے اور ولایت کے درجہ (مرتبہ) سے کمالات کا درجہ بلند و افضل ہے۔ مگر معلوم ہو کہ ولایت علیا کو ولایت انبیاء سے اس لئے افضل نہیں کہا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب ملائکہ سے کم ہیں بلکہ ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام دونوں ہی خدا کے مقرب ہیں۔ اور اپنی اپنی شان و مرتبہ، اپنی جگہ میں بلند ہیں فرشتہ کی شان اپنی مخصوص جگہ میں بلند ہے اور پیغمبر کی شان اپنی جگہ پہ بلند و بالا ہے۔ نہ ملائکہ علیہم السلام کو انبیاء علیہم السلام کی شان و مرتبہ حاصل ہے نہ انبیاء علیہم السلام کو ملائکہ کرام کی شان و مرتبہ حاصل ہے۔ اسی طرح نہ حضرت خضر کو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے رتبہ و بزرگی و علم کا مرتبہ حاصل ہے نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر کا رتبہ و علم کے مرتبہ اور شرف و بزرگی حاصل ہے۔ بلکہ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اپنی اپنی جگہ پر سب بڑے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس کو جو نعمت و شرف اور بزرگی دی ہے۔ وہی اس جگہ میں بڑا اور افضل ہے۔ اور وہ اس کے لئے خاص ہے۔ سالک ولایت سے انتہائی ترقی کر کے درجہ کمالات میں پہونچتا ہے۔ ولایت

الٰہی کی تعمیل و تکمیل کرنے میں کسی قسم کی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ اور سینہ کا دروازہ انوار الٰہی کے لئے کھل جاتا ہے۔ اور نہایت لطیف انوار الٰہی (تجلی ذات) کا اس کے سینہ میں نزول ہوتا ہے جو بیان سے باہر ہے۔ اور اس انوار الٰہی کے جلوہ میں سالک اپنے سینہ کو پوشیدہ پاتا ہے۔ اسی انوار الٰہی سے دل میں حق اور ناحق باتوں کا القاء (کشف و الہام) ہوتا ہے۔ اس وقت سالک کے نفس کو درجہ ملہمہ میں ترقی ہوتی ہے۔ جس سے وہ ولایت و کمالات اور طریقت و معرفت کے راز و نیاز کو تفصیلاً سمجھتا ہے۔ اس مقام میں سالک کو شریعت کی اتباع کرنا نہایت ضروری ہے۔ بلکہ کشف و الہام بھی جو شریعت کے موافق ہو اس پر عمل کرے۔ اور باقی جو خلاف شریعت ہو اُسے چھوڑ دے کیونکہ انبیاء علیہم السلام پر جو کشف و الہام ہوتے تھے وہ ان کے لئے شریعت اور نبوت کی دلیل تھی جس پر عمل کرنا ان کے لئے اور ان کی امت پر فرض تھا۔ چاہے وہ پہلی شریعت کے خلاف کیوں نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کسی انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں انسان کی قربانی کرنا جائز نہیں تھا۔ اور جب حکم الٰہی (خواب کشف) ہوا کہ قربانی کرو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند اسمٰعیل ؑ کی قربانی کر کے حکم الٰہی کی تعمیل و تکمیل کی اگر کسی اولیائے کرام کو کشف و الہام ہو۔ تو اس وقت تک وہ کشف و الہام پر عمل کرنا جائز نہیں جب تک کہ وہ شریعت محمدی کی کسوٹی پر امتحان میں پاس نہ ہو۔ یعنی جب تک وہ کشف و الہام شریعت محمدیؐ کے موافق نہ ہو۔ اس پر عمل کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ خلاف شرع کشف الہام پر عمل کرنا قطعاً حرام ہے۔ اگر کوئی ولی خلاف شرع کشف و الہام کے مطابق شریعت کے خلاف عمل کرے تو اس پر توبہ و گناہ کا کفارہ لازم ہوگا۔

انبیاء علیہم السلام پر جو جو چیزیں منکشف و ملہم ہوتیں ان سے عام و خاص سب فیض یاب ہوتے ہیں اور اولیائے کرام پر جو جو چیزیں منکشف و ملہم ہوتی ہیں۔ اس کا فیض انہیں کے لئے خاص ہے اور ان سے خاص نسبت رکھنے والوں کو تو ضرور فائدہ پہونچتا ہے۔ مگر عوام کو نہیں۔ خدا تک پہونچنے کے لئے وہی ایک راستہ ہے جو ہمکو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا تھا۔ دوسرا کوئی راستہ نہیں جس سے ہم کو خدا وند کریم کا تقرب حاصل ہو۔ ہاں قرآن و حدیث کے مطابق راستہ کی سہولت کر سکتے ہیں جس میں شرع محمدی کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ اس مقام کی انتہاء میں ولایت علیاء کا مقام ہے۔

آسان ہو جاتا ہے۔ کثرت بندگی و اطاعت رسول اللہ صلعم کرنا اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ اور لہو و لعب سے بچنا اپنے لئے فرض سمجھتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ بشریت سے ترقی کر کے ملائکہ علیہ السلام سے اپنا رشتہ جوڑ لیتا ہے۔ جس سے وقتاً فوقتاً ملائکہ بھی خدمت گذاری اور تعظیم و تکریم کے لئے حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ اس وقت سالک کثرت ذکر الٰہی میں اپنے کو معمور پاتا ہے۔ اور عالم ملکوت کے رموزات بکثرت اس پر منکشف ہوتے ہیں۔ اور انوار الٰہی کے آثار و برکات اسے بلا پردہ مشاہدہ ہوتے ہیں اور وہ عظمت کو مشاہدہ کرتے ہوئے عین الیقین کے اکمل مرتبہ پر عروج کرتا ہے اور اس کا نفس مطمئنہ کامل ترقی کرتا ہے۔ اس مقام کے واصل شدہ ولی کا بدن ہر کثافت سے پاکیزہ ہو کر انوار الٰہی کے ساتھ نہایت لطیف ہو جاتا ہے جس سے ہوا میں اڑنا، پانی پر چلنا اس کے لئے دشوار نہیں رہتا۔ اور اکثر اوقات یہ حالت سیر اُسے بحری و بری پوشیدہ چیزیں نظر آنے لگتی ہیں اور اعلیٰ درجہ کا نصوبی حاصل ہونے کے سبب سے اولیاء میں مرتبۂ بلندی پر مقبول ہو جاتا ہے اس مقام میں زیادہ تر تہلیل لسانی کرنا اور نوافل نماز بکثرت پڑھنا بے حد فائدہ مند ہے۔ رطب نعت و تسبیح و تہلیل سے غافل رہنا اچھا نہیں کیونکہ غفلت و معصیت بشریت کی طرف کھینچتی ہے۔ اور عزیمت پر مداومت کرنا ملائکہ سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے نہایت مفید ہے۔ اس مقام میں جس قدر ملائکہ اور عزیمت سے مناسبت قوی ہوگی اسی قدر سالک کو اس مقام میں ترقی اور حصول ولایت و معرفت آسان ہوگی۔ اس مقام کے انوار و فیضان کی بارش قوی عناصر ثلاثہ (آب، آتش، باد) پر ہوتی ہے۔ ولایت علیا از انتہائی ترقی پر کمالات نبوت کا دائرہ ہے جو کہ بصورت دائرہ منکشف ہوتا ہے۔ اور مراقبہ کرنے کا طریقہ نیت اور مراقبات کے بیان میں درج ہو چکے ہیں۔

دائرہ کمالات نبوت کا بیان



سالک جب ولایت علیا کے فیضان و انوار سے مشرف ہو کر کمال مرتبہ پر پہونچتا ہے تو بفضل الٰہی اس پر کمالات نبوت کا دائرہ مشہود ہوتا ہے۔ جو کہ نہایت اعلیٰ و ارفع مقام ہے۔ اور اس مقام کی ولایت حاصل شدہ ولی کو انبیا علیٰ درجہ کے کمالات حاصل ہوتے ہیں جن کمالات کو پورے طور پر احاطہ و ادراک کرنا ولایت صغریٰ و ولایت

کے درجہ سے ہم کمالات کا درجہ بلند و افضل ہے۔ اور ولایت کمالات کا ہی ایک جزو ہے۔ اور جزو کی فضیلت کل کی خوبی انجام مانی ہے

پس معلوم ہوا کہ ولایت علیا کمالات نبوت کا جزو ہے۔ اسی طرح ملائکہ بھی سرور الانبیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جزو ہیں۔ حضور ہی کے نور سے ملائکہ کی پیدائش ہے۔ ملائکہ کی ترقی اسماء و صفات کی تجلی و شیونات ذاتیہ تک محدود ہے۔ اسی طرح سالک کی رسائی بھی اس مقام میں اسماء و صفات الٰہی اور شیونات ذاتیہ کی تجلی تک محدود ہے اور انبیاء علیہ السلام کی ترقی کمالات نبوت میں اس مقام تک ہے۔ جہاں بلا پردہ تجلی ذات و صفات موجود ہے۔ جس جگہ میں ملائکہ کی رسائی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ تمام فرشتے اور انبیاء علیہ السلام کے درجہ سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اسی واسطے شب معراج میں حضور صلعم کے قدم مبارک اس جگہ تک پہونچے جہاں نظر کی رسائی ہونا دشوار ہے۔ اسی واسطے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے ایک قدم بھی نہیں بڑھایا۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ؎

اگر یک سر موئے برتر پرم ۔۔۔ فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ۔ اگر میں ایک بال کے برابر بھی زیادہ بڑھوں تو تجلی ذات بحت میرے پر پرواز جلا ڈالے۔

ولایت کبریٰ اور ولایت علیا میں فضل جزوی ہے۔ اور کمالات نبوت میں فضل کلی ہے۔ ہر نبی مرسل علیہ السلام کی فضیلت و خصوصیت درجہ بدرجہ حاصل ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کا۔ اور حضرت عیسیٰ کو روح اللہ کا۔ حضرت ابراہیم کو خلیل اللہ، حضرت داؤد کو خلیفۃ اللہ کا۔ حضرت ایوب کو صابر و نعم العبد کا۔ حضرت اسماعیل کو ذبیح اللہ کا رتبہ حاصل ہے۔ اسی طرح ہمارے رسول پاک صاحب لولاک علیہ السلام کو تمام مراتب کے فضائل اور خصوصیت حاصل ہے جزو اور کل میں ایسا فرق ہے جیسا کہ شے اور اس کے سایہ میں فرق ہے۔ اسی طرح درخت اور اس کے پھول پتے، پھل وغیرہ۔ اسی اصول کے مطابق حضور صلعم کے مرتبہ قرب و معرفت۔ رفعت۔ خلّت۔ خلافت اور صداقت، صبر و شکر۔ علم۔ حلم اور شجاعت و سخاوت اور شفاعت و رحمت، غفور اور رؤف کو دیگر انبیاء علیہ السلام و ملائکہ کرام نہیں پہونچ سکتے کیونکہ انبیاء علیہ السلام اور ملائکہ کرام بلکہ تمام خلق آپ ہی کے نور سے پیدا ہوئے۔ تو آپ کے مرتبہ تک کیسے پہونچ سکتے ہیں۔ ناممکن بات ہے اس مقام میں ترقی ہونے کے بعد سالک سے معصیت کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ اور وہ خصائل رذیلہ (اخلاق شر) سے مبرّا اور اخلاق حمیدہ (فرشتوں کے اخلاق) سے

اس کو اٹھا لیا۔

اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر شئے کا ظہور ضد کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ جو انسان کی اصل مٹی ہے اور مٹی میں دو باتیں موجود ہیں۔ ایک اندھیری دوسری پستی۔ پس اندھیری کے مقابلہ میں انوار الٰہیہ کا ہونا اور پستی کے مقابلہ میں بلندی و رفعت کا ہونا ضروری ہے۔ یہی سبب ہے کہ خاتم النبیین محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم عرش معلٰے کے اس بلند مقام پر پہنچے۔ جہاں ناری و نوری مخلوقات میں سے کسی کو بھی رسائی نہیں ہوئی اور نہ ہوگی۔ اللہ تبارک و تعالٰے نے ثابت کر دکھایا کہ فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یُزَکِّیْ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ پس تم اپنے نفسوں کا تزکیہ نہیں کرتے ہو۔ بلکہ اللہ تعالٰے جس کو چاہتا ہے اس کے نفس کا تزکیہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ اور اپنی قدرت کو مخلوق پر ظاہر و ثابت کر دیا۔ اور سبحان الذی اسرٰی سے شروع کرکے فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ (تک) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی پر ختم کر دیا۔ اس مقام میں سالک کو شوق و ذوق اور بے تابی و بے قراری بالکل نہیں ہوتی۔ صرف ایمان کی مضبوطی اور اطمینان قلب اور رضا و تسلیم اور خاتم النبیین حضور صلعم کی سنت کا کامل اتباع حاصل ہوتا ہے۔ اور عاجزی و پستی اور دید قصور کا غلبہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور اپنی عبادتوں میں سے ہر ایک عبادت کو رب کے لائق نہیں سمجھتا۔ مطابق فرمان حضور صلعم مَا عَبَدْنَاکَ حَقَّ عِبَادَتِکَ وَمَا عَرَفْنَاکَ حَقَّ مَعْرِفَتِکَ وَلَا اُحْصِیْ ثَنَاءَکَ ترجمہ ہم تیری عبادت کا جو حق ہے۔ ویسی عبادت نہیں کر سکے۔ اور ہم نے تیری معرفت کا جو حق تھا ویسا نہیں پہچانا اور میں تیری حمد و ثنا کا احاطہ نہ کر سکا۔ اور اللہ تبارک و تعالٰی کا بھی فرمان ہے کہ سبحانہ و تعالٰی عما یصفون ترجمہ اللہ تبارک و تعالٰی ان صفتوں سے پاک ہے۔ جن صفتوں سے لوگ اُسے متصف کرتے ہیں۔ مذکورہ حدیث اور آیت کا مطلب سالک پیش نظر رکھتا ہے۔ جس طرح عام لوگ بارگاہ الٰہی میں گناہ سے نادم ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کے خاص بندے عبادت کرکے عبادت کو ناقص سمجھ کر بارگاہ الٰہی میں عاجزی انکساری کے ساتھ نادم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عاصیاں از گناہ توبہ کنند　　　　عارفاں از عبادت استغفار

ترجمہ: عام گناہ کرنے والے اپنی گناہوں سے توبہ کرتے ہیں لیکن، عارف اپنی عبادت کو ہیچ سمجھ کر استغفار کرتے ہیں۔

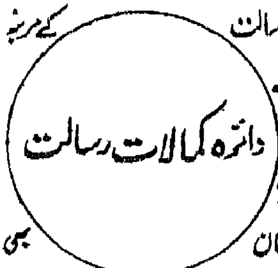
اور حضرت فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کبریٰ اور ولایت علیا کے اولیائے کرام کو دشوار ہے۔ اور سالک اس مقام میں العلماء ورثۃ الانبیاء کا پورا مصداق ہوتا ہے۔ اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔ اگر نبوت کا درجہ کھلا ہوتا۔ تو ایسے اکمل ولی کو اللہ پاک نبوت عطا کرتا۔ اس مقام میں تجلی ذات وصفات کا ظہور بلا پردہ ہوتا ہے۔ اور لطیفۂ عنصر خاکی اس مقام میں خداوند کریم کے انعام واکرام سے مالامال ہو کر نہایت ترقی حاصل کرتا ہے جس کے سبب تمام لطائف عالم خلق وامر اس لطیفۂ خاکی کے تابع ہوتے ہیں۔ اور یہ عنصر خاک انسان کے واسطے مخصوص ہے۔ اسی واسطے خاص البشر خاص فرشتہ سے اور عام البشر عام فرشتہ سے افضل ہوتا ہے۔ مگر اس بشر کے شرف میں کفار شریک نہیں صرف مومن شریک ہے۔ فرشتوں کے واسطے ایک مقام مخصوص ہے۔ نہ ترقی ہے نہ تنزل۔ اور بشر کے لئے بے حد ترقی ہے بسبب جامع جمیع انوار وصفات الٰہی کا حامل ہے۔ فرشتے اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں۔ جیسے جب آدمی کو بھوک لگی ہے تو رب العالمین یعنی سخی حقیقی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور جب بیماری میں مبتلا ہوتا ہے تو یا شافی یا سلام کے فیضان کا انتظار کرتا ہے۔ اور جب گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو صفات رحیم وکریم۔ ستار وغفار کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور حالات مفلسی میں غنی مطلق کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اور جب کوئی زبردست دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہوتا ہے۔ تو بادشاہ حقیقی کی مدد طلب کرتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی صفات سے کفار کے واسطے شان قہار وجبار اور مومن کے واسطے اور ضعیفوں کے واسطے شان رؤف ورحیم کی صفت سے متصف ہوتا ہے۔ اور جب بندہ اپنی تحقیق وادراک میں عاجز اور متحیر ہوتا ہے تو عرض کرتا ہے ربِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اور جب کوئی تکلیف وراحت پہونچتی ہے تو اس پر صبر اور نعمت پر شکر ادا کرتا ہے۔ لہٰذا مطابق ارشاد باری تعالیٰ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ جو مانگتا ہے اور جو چاہتا ہے اس کو خداوند کریم عطا کرتا ہے۔ اور اپنے در سے کسی کو محروم نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے بشر فرشتوں سے سبقت لے گیا ہے۔ اور ان اسماء وصفات کے انعامات وفیضان سے فرشتے محروم ہیں۔ جو بشر کے لئے مخصوص ہیں۔ فرشتے اپنے معین وقرار شدہ اسماء وصفات سے فیض یاب ہوتے ہیں لیکن انسان کل اسماء وصفات کے فیض کا مستحق ہے۔ اور انہی وجوہات سے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے لقب سے ملقب ومتصف ہوا ہے۔ اور امانت کے بوجھ اٹھانے میں سب سے اول قدم بڑھایا ہے۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَہَا وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا وَحَمَلَہَا الْاِنْسَانُ۔ ترجمہ: ہم نے آسمانوں پر اور زمین پر اور پہاڑوں پر امانت پیش کی۔ مگر سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے۔ مگر انسان نے

فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى (سورۂ نجم) کا اسرار منکشف ہوتا ہے۔

دائرہ کمالاتِ رسالت کا بیان

یہ وہ مقام ہے جو کہ کمالاتِ نبوت سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ زیادہ تقرب رکھتا ہے۔ جس طرح نبوت اور رسالت میں فرق ہے اسی طرح دائرہ کمالاتِ نبوت و رسالت کے مرتبہ میں فرق ہے۔ رسالت کا مرتبہ درگاہ خداوندی میں نبوت کے مرتبہ سے ایک قدم آگے ہے اور جس طرح کل انبیاء علیہم السلام میں رسول کا درجہ بلند ہے۔ اور درجات میں سے ایک خاص درجہ ہے۔ اسی طرح گذشتہ مقامات کے مقابلہ میں یہ ایک خاص مقام ہے۔ اور اس مقام کے فیضان بھی ان تمام مقامات سے زیادہ ہیں۔ اور انوار و برکات بھی نہایت لطیف و مفرح قلب ہیں۔ نفس مطمئنہ کو اس مقام میں درجہ ملہمہ کا ایک خاص مرتبہ حاصل ہوتا ہے جس میں نہایت چوں بیچوں و بیچگونیت ہے۔ اسی مقام میں ترقی ہونے کے بعد سالک پر کشف والہام کا درجہ مکمل طریقہ پر کھل جاتا ہے۔ جس سے ہر چیز کی حقیقت (حال و معاملہ) کا چشم ظاہر کے مانند چشم باطن سے معائنہ و مشاہدہ کرتا ہے۔ اس مقام کا واصل شدہ سالک اپنے نفس پر پورا قابو پالیتا ہے جس سے کہ اپنے نفس کو گناہوں سے روکنے پر قادر ہو جاتا ہے اور قرب خاص کے انوار و فیضان سے وہ مشرف ہو جاتا ہے۔ اور ذات بحت سے زیادہ تقرب ہونے کے سبب اس کی صفات و انوار کو بلا پردہ مشاہدہ کرتا ہے۔ اور مجموعہ لطائف عشرہ پر شدید قوی فیضان و برکات کا ورود ہوتا ہے۔ اس مقام میں تلاوت قرآن مجید و نوافل نماز بکثرت پڑھنا۔ اور اتباع سنت کرنا بے حد مفید ہے۔ بلکہ نماز میں طویل قرأت پڑھنا بھی باعث ترقی ہے۔ اس مقام میں مراقبہ کرنے کا طریقہ و نیت مراقبات کے بیان میں درج ہو چکے ہیں۔ اس مقام کے انتہا میں دائرہ کمالات اولوالعزم مشہود ہوتا ہے۔



بے گنہ نگذشت برما ساعتے ‌ ‌ ‌ ‌ باحضورِ دل نہ کردم طاعتے

ترجمہ: ایک گھڑی بھی بے گناہ کے ہم پر نہیں گذرتی۔ اور ہم نے حضورِ دل سے کوئی عبادت نہیں کی۔

اکثر وقت حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش اگر عبد اللہ کا ایک ہی سجدہ قبول ہو جائے۔ اور یہ خیال عارف باللہ کا بالکل درست ہے کہ سب مخلوق میں بشر افضل ہے۔ اور سب عبادتوں میں نماز افضل ہے۔ اور نماز کے تمام ارکان میں سجدہ افضل ہے۔ اور خلق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں۔ تو ہر نماز کے ہر سجدہ میں آپ جیسی ذات کا سر مبارک زمین پر رکھ کر حمد خداوندی سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر سر مبارک سجدہ سے اٹھا کر جب یہ عرض کریں کہ اللہ اکبر یعنی میں نے جو کچھ تیری حمد و ثنا مٹی پر اپنا سر رکھ کر کی ہے۔ تو اس سے بھی بلند ہے۔ تو دلی بیچارہ حمد و ثنا کا کیا حق ادا کر سکتا ہے۔ اسی واسطے عارف باللہ ہر عبادت کے بعد استغفار کرتا ہے۔ حضرت مولانا روی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ

ہاں وہاں گر حمد گو و سپاس ‌ ‌ ‌ ‌ ہمچو نا فرجام آں چوپاں شناس

حمد تو نسبت بتو گر بہتر است ‌ ‌ ‌ ‌ لیک آں نسبت بحق ہم ابتر است

ترجمہ: انسان جو خدا کی تعریف کرے (وہ) ایسی ہے جیسے گڈریے نے حضرت موسیٰؑ کے وقت ایسے بیہودہ سوتے کی تھی۔ حمد خدا تیری تیرے لئے اچھی ہے۔ لیکن وہ خدا کے لائق ہرگز نہیں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ یقین ترکامل تر، جس قدر یقین قوی ہوگا اسی قدر ولایت قوی ہوگی۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "میرا یقین ایسا ہے کہ میں اگر جنت و دوزخ کو دیکھوں تو ان کے دیکھنے کے بعد میرا یقین جو موجود ہے اس سے زیادہ نہ بڑھے گا۔ اس مقام میں سوائے جہل اور حیرت کے کچھ محسوس یا دید یا ادراک حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ قرب نہایت کے ادراک میں خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ العجز عن درک الادراک ادراک۔ ترجمہ۔ ادراک کے درک یعنی معلوم ہونے سے عاجز رہنا ہی ادراک ہے۔ اور جو اذکار صوفیہ میں جاری ہیں۔ اس مقام میں کچھ سودمند نہیں ہوتے۔ اس مقام میں ترقی کا ذریعہ تلاوت قرآن مجید با ترتیب اور ادائے نماز و آداب روزہ اور وہ اذکار جو کہ حدیث شریف سے ثابت ہوں اور اتباع حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم خاتمہ منسبہ ہے۔ یہ مقام کمالات نبوت میں ہی ثم دنا فتدلّٰی

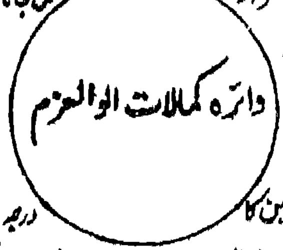
توریت کہ بر موسیٰ و انجیل بر عیسیٰ   شد محو بیک نقطۂ فرقان محمدؐ

ترجمہ۔ توریت جو کہ موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن مجید کے ایک نقطہ سے محو ہو گئی۔

آپؐ کو خداوند کریم کے ساتھ سب پیغمبروں سے زیادہ تقرب حاصل ہے۔ اور درجہ نبوت میں بھی آپؐ کو سب سے زیادہ سبقت حاصل ہے اسی واسطے دیگر انبیاء و مقربین فرشتے بھی آپؐ کے قرب خاص کے مرتبہ کو احاطہ نہ کر سکے اس واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ ترجمہ۔ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت حاصل ہے کہ جس میں نہ تو کوئی مقرب فرشتہ میری برابری کر سکتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔ جس طرح کل انبیاء علیہم السلام میں پیغمبران اولوالعزم افضل ہیں اور مرتبہ میں بلند ہیں۔ اسی طرح گزشتہ مقامات سے اس مقام کا مرتبہ بلند ہے۔ اور فیضان و برکات بھی ان سب مقامات سے زیادہ افضل و بابرکت ہے۔ ان مقامات میں نہایت چول بیچول و بیچگونیت ہے۔ عوام کو ان سب مقامات کے رموزات کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنا نہایت دشوار ہے اسی واسطے میں نے ان سب مقامات کا مجملاً چند لفظوں میں اجمالی طور پر لکھ دیا ہے۔ تاکہ لوگ اس پر غور کریں۔ اور ان سب مقامات کی نسبت و معرفت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اس مقام میں سالک کو ترقی ہونے کے بعد" وہ اخلاق حمیدہ کا جامع ہو جاتا ہے۔ اور اس کی نظر باطن اسم باطن سے اور نظر ظاہر اسم ظاہر سے متعلق ہو جاتی ہے۔ جس سے وہ ظاہر و باطن ہر حالت میں اللہ کے ساتھ رہنے پر قائم ہو جاتا ہے۔ اسی مقام کے واصل شدہ سالک کو نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی غم۔ ایسے ولی کی شان میں ہی کلام پاک میں الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون کی بشارت ہے۔ اس کا باطن مثال نور آفتاب کے ہو جاتا ہے اور اسے کمال اتصال حاصل ہو جاتا ہے۔ اس مقام میں مراقبہ کرنے کا طریقہ و نیت اوپر مراقبات کے بیان میں درج ہو چکے ہیں۔ اس مقام تک کل دنیا میں چودہ ہزار مشائخ طریقت کو ہر زمانہ میں رسائی ہوتی ہے۔ اس مقام میں سالک کو ترقی ہونے کے بعد انوار الٰہی یعنی تجلی ذات و صفات کا اس پر پے انتہا نزول ہوتا ہے۔ اور وہ پہلے مقامات کے انوار سے زیادہ قوی بے نشہ انوار میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اور اس انوار الٰہی کے ساتھ اس کی نظر باطن کا نہایت قوی تعلق ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ انوار الٰہی کے جلوہ میں مخلوق کی ساری حقیقتیں دیکھتا ہے۔ یعنی نظر کشفی میں اپنی حقیقت کو تمام مخلوق کی

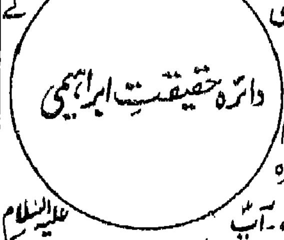
دائرہ کمالات الوالعزم کا بیان

یہ وہ مقام ہے جو کہ سالک پر دائرہ کمالات رسالت کی انتہائی میں منکشف ہوتا ہے۔ اس مقام کے انوار و برکات و فیضان کمالات رسالت سے اعلیٰ وارفع ہے۔ اور ذات بحت سے زیادہ قریب رکھتا ہے۔ اس مقام کا واصل شدہ ولی ایک مخصوص جماعت اولیاء کا سردار بن جاتا ہے۔ اور کثیر طالبان حق اس کے حکم کی تعمیل و تکمیل کر کے اس کے فیض باطن سے مستفیض ہوتے ہیں۔ جس طرح تمام مخلوقات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام سب سے بہتر مخلوق ہیں اسی طرح کل انبیاء علیہم السلام کی تعداد میں سے تین سو تیرہ مرسلین کا درجہ بلند ہے۔ پھر ان میں سے سات نبی الوالعزم ہیں۔ اول حضرت آدم علیہ السلام۔ دوم حضرت نوح علیہ السلام۔ سوم حضرت داؤد علیہ السلام۔ چہارم حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ پنجم حضرت موسیٰ علیہ السلام ششم حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ ہفتم حضرت سیدنا سردار الانبیاء محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان حضرات پیغمبران الوالعزم علیہم السلام کی شان و مرتبہ درگاہ خداوندی میں سب پیغمبروں سے اعلیٰ اور افضل ہے اور اسی حیثیت کے مطابق فیضان الٰہی و انوار خداوندی کا انعام و اکرام انہیں حاصل ہے اور ویسا ہی اسرار الٰہی در معرفت خداوندی سے باخبر ہیں۔ نبی مرسل کے بغیر دیگر انبیاء علیہ السلام پر آسمانی کتاب کا نزول نہیں ہوتا۔ اس لئے پیغمبران الوالعزم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہ السلام کو نبی مرسل کی اتباع کرنا لازم ہے۔ یعنی نبی مرسل پر آسمان سے جو صحیفے اترتے تھے اس پر عمل کرنا اور اس کے احکاموں کی تعمیل و تکمیل کرنا۔ اور اس کے مطابق لوگوں کو دین حق کی طرف بلانا ان پر لازم تھا۔ اور پیغمبران الوالعزم کو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی طرف سے نیا دین (مذہب) اور نئی کتاب عنایت کرتا تھا۔ اور اس کتاب الٰہی سے اگلے آسمانی صحیفہ و مذہب منسوخ ہو جاتے تھے۔ اسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیغمبران الوالعزم میں سب پیغمبروں سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ اور سردار انبیاء بھی ہیں اور آپ صلعم پر قرآن مجید کا نزول ہوا۔ جس سے کہ آسمانی کتب ہائے سابقہ اور ادیان ہمیشہ کے لئے منسوخ ہو گئے۔ اسی قرآن مجید کی شان میں حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے ؎



دائرہ حقیقت ابراہیمی کا بیان

یہ وہ مقام ہے جس میں سالک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حقیقت سے واقف ہوتا ہے۔ اور ان کی روح اطہر سے فیض و برکت حاصل کرتا ہے۔ اور ان کی ولایت کے رنگ سے سالک کی ولایت رنگ جاتی ہے۔ قرب خداوندی کے بعد وہ درجۂ ابدال سے سرفراز ہوتا ہے۔ تو انہیں مردانِ غیب (جماعت اولیاء) میں ابراہیمی ابدال کہا جاتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جو خوبی اور اخلاق حمیدہ، خرق عادت و بزرگی وغیرہ موجود تھی۔ وہ سب صفتیں بکثرت اس ابدال میں پیدا ہو جاتی ہے۔ آپؑ علیہ السلام اور آپؑ کی ولایت کے رنگ سے رنگے ہوئے ابدال میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو

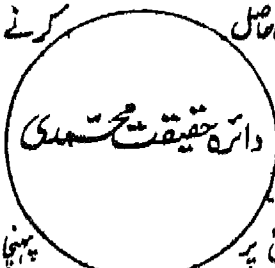


ولایت انبیاء اکمل طور پر یعنی نبوت کا درجہ حاصل تھا۔ اور ابدال اس درجہ سے محروم رہتا ہے۔ اور اس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام خود مختار تھے۔ اور ان کو ولایتِ خاص حاصل تھی۔ اس مقام کے وصل شدہ سالک (ولی) کو ان کی ولایت کی اتباع حاصل ہوتی ہے اور قرب کے مطابق سالک کو کمالات و بزرگی، کشف و کرامات، فیض و انوار اور برکات وغیرہ سے نوازا جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ مکاشفات مجاہدہ میں ملاحظہ فرمایئے۔ ان کی ذات اللہ تبارک و تعالیٰ کو نہایت پیاری تھی۔ اسی لئے ان کو اپنا خلیل کہہ کر پکارا۔ خلیل اس کو کہتے ہیں جو نہایت راز دار دوست ہو۔ خداوند کریم کے ساتھ آپؑ کو راز داری کا یہ عالم تھا کہ اس راز داری سے فرشتے بھی ناواقف تھے۔ اور وہ راز داری خلوق (نوری و ناری اور خاکی) پر اس وقت ظاہر ہوئی کہ جب آپؑ نے آتش نمرود میں داخل ہوتے وقت فرشتے با اور کسی سے کسی قسم کی مدد طلب نہ کی۔ اور اپنے رازدار حقیقی دوست کی طرف اشارہ کر کے حسبی اللہ فرمایا۔ اور حضرت اسماعیلؑ کی قربانی کرتے وقت آپ کی رازداری خود سب کے ساتھ تھی۔ اس وقت مکمل گئی۔ مقام خلیلی میں آپ ہی کا قدم مبارک نہایت غالب ہے۔ آپؑ مرتبۂ خلیلی میں خاص شان رکھتے ہیں۔ اس مقام میں درود ابراہیمی بکثرت ورد کرنا باعث ترقی ہے۔ اس مقام میں ترقی کر کے سالک اپنی حیثیت کے موافق انوار و برکات سے مشرف ہو کر بلند مرتبہ پر پہنچتا ہے۔ اور سالک کی

حقیقت میں مشتمل پاتا ہے۔ ان میں سے اپنی حقیقت کو روحانی کشش سے جدا کر کے ان سب حقیقتوں سے منفرد ہو جاتا ہے۔ اور اپنی حقیقت کو اللہ کے بے مثال انوار کے جلوہ میں رنگ دیگر حقیقت اشیاء کی اصلاح کرنے کے لیے اپنے قدم کو بڑھاتا ہے اور اس انوار میں تبدیلی کمالات کے اجتماع ہونے کے سبب اس کے روحانی اجسام اور ایمان و تقویٰ مکمل ہو جاتے ہیں۔ اور ذات بحت سے اس کی روح کو ایک بے مثال تقرّب حاصل ہو جاتا ہے۔ جس سے کہ وہ وجود انسانی ر عالم صغیر یعنی وجود باطن کی اصلاح کے لئے مثال پیغام حقیقی دیکر نفس کی تہذیب کرتا ہے۔ یعنی جب سالک کا نفس مطمئنہ ترقی کر کے درجہ ملہمہ میں پہونچتا ہے۔ تو وہ عالم صغیر میں پیغمبر کی مانند حیثیت اختیار کرتا ہے۔ اور اعضائے رئیسہ کے ہر ایک عضو کو اور ارواح پاکیزہ کو حق کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور ان سب کو احکام الٰہی اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیل و تکمیل کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ اور راہ راست پر ثابت قدم رہنے کے لئے مجبور کرتا ہے۔ اور اس مقام کے واصل شدہ سالک کو گمراہ ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اگر اتفاقاً بے ساختہ اس سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے۔ تو اسے فوراً احساس ہونے پر توبہ استغفار کے ذریعہ خداوند کریم کی رضامندی حاصل کرلیتا ہے۔ اس مقام میں سالک کو انتہائی ترقی ہونے کے بعد سلوک کے دو راستے ہیں۔ ایک حقائق انبیا علیہ السلام کی طرف دوسرا حقائق الٰہیہ کی طرف۔ شیخ جس طرف مناسب سمجھے سالک کو چلائے لیکن میرے تجربات اور تحقیقات کے مطابق سالکین کو حقائق الٰہیہ سے پہلے حقائق انبیاء کے مقامات کا سلوک ختم کرانا نہایت ضروری ہے۔ اس لئے کہ حقائق الٰہیہ میں رسائی و کامیابی ہو جانے کے بعد سالکین کو حقائق انبیاء کے مقامات میں سیر و سلوک ادا کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ حقائق الٰہیہ کے مقامات میں واصل شدہ سالک خود بخود ہی حقائق انبیاء کے اسرار و رموزات سے باخبر ہو جاتا ہے۔ اور حقائق انبیاء (کے مقامات) سے مقصود حقائق الٰہیہ کے مقامات میں اکمل کامیابی حاصل کرنا ہے۔ اور حقائق الٰہیہ سے مقصود اکمل خداشناس بننا ہے۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے اتباع سے مقصود خدا کی رضامندی اور اس کے قرب و معرفت حاصل کرنا ہے۔ اسی طرح حقائق انبیاء سے مقصود حقائق الٰہیہ کے تمام مقامات سے اکمل فیض و برکت اور نعمت عظمیٰ حاصل کرنا ہے

اطلاع ۔ اس مقام کے آگے حقائق انبیاء و حقائق الٰہیہ کے مقامات میں سوائے مردانِ غیب (مخصوص جماعت اولیاء) کے دیگر کسی کو مکمل رسائی نہیں ہوتی۔

دائرہ حقیقت محمدی کا بیان



یہ وہ مقام ہے جو حقائق انبیاء علیہم السلام کے سب دائروں سے اعلیٰ و امجد ہے۔ اس دائرہ سے فیض حاصل کرنا گویا کہ حقائق انبیاء کے سب دائروں سے فیض حاصل کرنے کے برابر ہے۔ اس دائرہ کی نسبت قرب خداوندی میں سب سے افضل ہے۔ اس مقام کا فیض تمام مقامات کے فیض سے متبرک ہے اور اس دائرہ کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے ہے اور یہ جسم پاک وہ ہے جو شب معراج میں رب کے نزدیک عرش معلیٰ پر پہنچا تھا۔ اور درگاہ خداوندی سے وہ نعمت حاصل کی جو دوسرے کوئی انبیاء علیہم السلام کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہ جسم نورانی وہ ہے جس کے قرب و رفعت کے مقابلہ میں جبرائیل علیہ السلام کی ہستی بھی بے بنیاد ہے جب سدرۃ المنتہیٰ میں آپ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ پہنچے۔ تو جبرائیلؑ نے صاف یہ کہدیا کہ مجھے اس جگہ سے آگے ایک بال کے برابر بھی زیادہ بڑھنے کی ہمت نہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو ذات بحت کی تجلی سے میرے سب پر جل جائیں گے۔ اس کے متعلق حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے لیل فرمایا ہے ؎

اگر یک سر موئے برتر پرم　　　فروغ تجلی بسوزد پرم

ترجمہ: اگر میں ایک بال کے برابر بھی زیادہ بڑھوں تو تجلی ذات بحت میرے پر بھی واز جلا دے

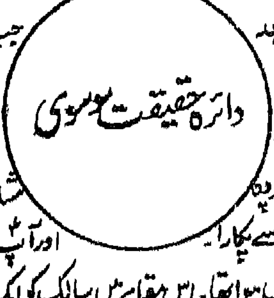
اسی پاکیزہ جسم مبارک کو ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (تا) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا خلعت ملا ہے۔ یہی جسم مبارک ہے جس کا سایہ نہ تھا۔ اور شجر و حجر سلام و درود بھیجتے تھے۔ اس جسم مبارک پر اللہ جل شانہٗ درود بھیجتا ہے۔ اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ الخ اس مقام میں سالک اپنے کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہی چشمہ سے سیراب پاتا ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہونے کے سبب جو انوار و برکات حضور صلعم پر نزول ہوتے ہیں۔ وہ سب کا عکس (جلوہ) سالک پر بھی گرتا ہے۔ جس سے وہ اپنے کو سراپا انوار الٰہی میں ڈوبا ہوا پاتا ہے۔ اس عالم میں سالک حضور صلعم کو ہر حالت میں اپنے ہمراہ پاتا ہے۔ اور اکثر

باطنی نگاہ ہمیشہ کے لئے خداوند کریم کی طرف ہو جاتی ہے۔ اور اس کی محبت میں ماسوا اللہ کو بھول کر ہر چیز سے حقیقتاً بے تعلق ہو جاتا ہے۔ مانند اس آیت کے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۔

ترجمہ: میں نے اپنا رخ اسی کی طرف یکسو ہو کر پھیر لیا۔ جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ اس مقام کی سیر ختم ہونے پر دائرہ حقیقت موسوی کی سیر شروع ہوتی ہے۔

دائرہ حقیقت موسوی کا بیان



یہ وہ مقام ہے جس میں سالک کو حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت سے نہایت واقفیت ہوتی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولایت کے رنگ سے سالک کی ولایت رنگی جاتی ہے۔ درگاہ خداوندی میں مقبول ہونے کے بعد جب سالک کو درجۂ ابدال ملتا ہے۔ تو اُسے موسوی لقب سے جماعت اولیاء میں متصف کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر خداوند کریم کا نہایت فضل و کرم تھا۔ جس سے کہ طور پر انوار الٰہی کو بلا روک مشاہدہ کیا۔ اور آپ ہی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے کلیم اللہ کے خطاب سے پکارا۔ اور آپ کو رب سے بے خوف نازبرداری کے ساتھ ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اس مقام میں سالک کو ایک مرتبۂ عظیم حاصل ہوتا ہے۔ اور قرب خداوندی کے انوار کو مشاہدہ کرنے کی ایک باطنی ہمت پیدا ہوتی ہے۔ اس مقام کے قرب کا خاص تعلق دائرہ حقیقت صلوٰۃ سے ہے۔ اور حقائق الٰہیہ کے مقام حقیقت قرآن اور حقیقت صلوٰۃ وغیرہ میں ترقی کرنے کی اور اس مقام سے فیض یاب ہونے کی لیاقت و حوصلہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں ترقی حاصل کرنے کے لئے یہ درود شریف پڑھنا بے حد مفید ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلٰى
جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ خُصُوْصًا عَلٰى سَيِّدِنَا مُوْسٰى كَلِيْمِكَ وَنَجِيِّكَ

دائرہ حب صرفہ کا بیان

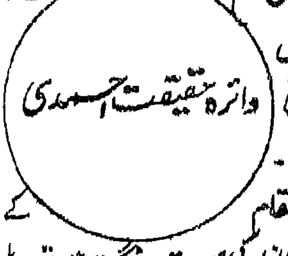
یہ وہ مقام ہے جس میں اسرار خداوندی و رموز محمدی منکشف ہوتے ہیں۔ یعنی جب اللہ تبارک و تعالیٰ کو ارادہ ہوا کہ میں اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلعم کو پیدا کروں اسی کی ابتدائی (عالمِ) محبت کا نام حب صرفہ ہے جس کا مبداء و مقام بصورت دائرہ ہے۔ اس کو صوفیائے کرام دائرہ حب صرفہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں



اس مقام کا مبداء فیوض وہی جگہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (ازلی) جائے ابتداء ہے۔ اس مقام میں کل تجلیات کا مجموعہ ہے۔ جو بے مثال و بے گمان ہے۔ اور جس کی احدیت کو تفہیم کرنا نہایت دشوار ہے۔ اس لئے کہ اس مقام کے احوال و انوار میں ہیچ چوں بیچوں و بیچگونیت ہے۔ بعض سالک کی روح لطیفہ اس مقام میں انتہائی ترقی کرکے روح احدی سے بصورت معانقہ متحد ہوکر حیات ابدی حاصل کرتی ہے۔ اس مقام میں روحانی قدم کا گذر ہونا نہایت دشوار ہے۔ اور بطفیل النبی روحانی نظر کی بلا تکلف وہاں رسائی ہے۔ اس مقام کے واصل شدہ ولی کو عین الیقین کا اکمل درجہ حاصل ہوجاتا ہے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ کو ارادہ ہوا کہ میں اپنے حبیب پاک صاحب لولاک محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کروں۔ تو قادر مطلق نے کہا "کن یا محمد" پس آپ کی ذات مبارک موجود ہوگئی۔ اس کے طرف حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کا اشارہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی چیز کی بنیاد ہی نہ تھی۔ بلکہ حضور ہی سے عالم کی ابتدا ہوئی۔ چنانچہ اول ما خلق اللہ نوری میں اسی طرف اشارہ ہے۔ بعد میں آپ کے نور سے رفتہ رفتہ عرش، کرسی لوح۔ قلم۔ جنت۔ دوزخ۔ چاند۔ سورج۔ جن۔ انس۔ ملائکہ وغیرہ وغیرہ (گویا کہ تمام کائنات و مخلوقات) کی پیدائش ہوئی۔ اسی لئے حضور صلعم نے فرمایا۔ لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل۔ ترجمہ مجھے اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت حاصل ہے کہ جس میں نہ تو کوئی

وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور اپنی ہر تنگی میں حضور صلعم کو مددگار دستگیر پاتا ہے۔ اور حضور صلعم کی محبت اس کے دل میں ہر ماسوا اللہ کی محبت سے زیادہ ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رح نے اس مقام کے انوار و برکات اور فیضان سے مشرف ہو کر غلبہ محبت میں یوں فرمایا تھا کہ۔ اللہ کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ رب ہے محمد کا (صلی اللہ علیہ وسلم) خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اس مقام کے انوار و برکات، انعام و اکرام اور احوال و فیضان ایسے ہیں جن کو لکھنے میں قلم قاصر اور زبان عاجز و خیال بھی اپنی رسائی میں سرنگوں ہے۔ اس مقام کی انتہا میں بصورت دائرہ حقیقت احمدی منکشف ہوتی ہے

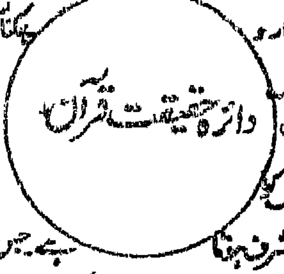
دائرہ حقیقت احمدی کا بیان



یہ وہ مقام ہے۔ جس کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اطہر سے ہے۔ جس طرح جسم کے مقابلہ میں روح کو لطافت و نزاکت حاصل ہے۔ اسی طرح اس مقام کے انوار و فیضان اور برکات دیگر مقامات سے زیادہ لطیف ہیں۔ اس مقام میں سالک کو حضور صلعم کی روح اطہر سے نہایت قوی تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے سالک کمالات کا جامع ہو جاتا ہے۔ اس مقام کے انوار کا رنگ نہایت قوی ہے۔ اسی واسطے اس مقام کے انوار جب دیگر مقامات میں پہنچتے ہیں۔ تو ان سب مقامات کے انوار کی صورت و رنگت میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی سب مقامات کے انوار کا رنگ اس مقام کے انوار کے مانند ہی ہو جاتا ہے اور اسی مقام میں گویا قرب خداوندی کی لذت کے مانند ہی ایک بے مثال لذت حاصل ہوتی ہے اور اس مقام کی سب نعمتیں دیگر مقامات کی نعمتوں سے اعلیٰ و افضل ہیں۔ اور سب مقامات سے کثیر نعمت اس مقام میں سالک کو حاصل ہوتی ہے۔ اور شرف و بزرگی بھی دیگر مقامات کے واصل شدہ سالک سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس مقام کے حالات میں کوئی کیا لکھے اور کیا کہے۔ اور کوئی کیا سنے سب حیرت ہی حیرت ہے۔ اس مقام کی انتہا میں دائرہ حب صرفہ منکشف ہوتا ہے۔

سمجھ کر بارگاہ الٰہی میں شکر گذاری بجالائے۔ اس مقام میں مراقبہ کرنے کا طریقہ اوپر مراقبات کے بیان میں درج ہو چکا ہے۔ جب سالک اس مقام سے ترقی کر لیتا ہے تو اس پر دائرہ حقیقت قرآن مشہود ہوتا ہے۔

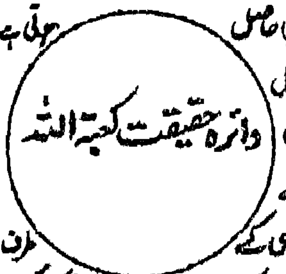
دائرہ حقیقت قرآن کا بیان



یہ وہ مقام ہے جو حقائق الٰہیہ کا دوسرا دائرہ ہے۔ اس دائرہ میں سالک پر قرآن کی حقیقت کھلتی ہے۔ اور کلام پاک کے انوار و اسرار اور برکات سے مالا مال ہوتا ہے۔ اس مقام میں سالک کو قرآن مجید کا ہر ایک حرف مثال دریائے ذخار دکھائی دیتا نظر آتا ہے۔ اور ہر حرف سے تجلی کی چمک (روشنی) عرش اللہ تک پہنچتی ہے۔ اور اس تجلی کی روشنی میں سالک کو عالم ملکوت و جبروت اور لاہوت کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ اور بے ساختہ کبھی کبھی سالک کو عرش اللہ سے آواز سنائی دیتی ہے۔ یعنی خدا کی ہم کلامی سے مشرف ہوتا ہے جس کلام کی حقیقت و ماہیت اور فیضان کو خود ہی جانتا ہے۔ اور خود ہی سمجھتا ہے۔ دوسروں کو اس کلام میں نہ شعور ہے نہ واقفیت۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خدائے قدوس نے مجھ سے ایسا کلام فرمایا کہ نہ اسے کسی کان نے سنا۔ نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔ اور حضرت غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دو مرتبہ میں نے اللہ کا کلام سنا جس میں نہ حرف ہے نہ صوت (آواز)۔ اور خواجہ معصوم باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارف باللہ سے اللہ تبارک و تعالیٰ ایسا کلام فرماتا ہے جو اور دوسرے کسی سے پھر کوئی وقت نہیں فرماتا۔ ان سب کے اقوال سے صاف معلوم ہو گیا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ عارف باللہ و انبیاء علیہم السلام سے جو کلام کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام اور دیگر عرفاء کے مراتب ہم کلامی میں انکار کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اور وحی کے وقت کا نمونہ جس طرح خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا تھا۔ اسی طرح اس مقام کے عارف باللہ پر اس کا عکس ہو کر کے طور پر گذرتا ہے۔ اور اس مقام میں بندۂ خاص کا سینہ کلام ربانی کو سمجھنے کے لئے نہایت وسیع ہو جاتا ہے۔ اور سورہ الم نشرح لک و سورہ علق کے فیض سے مشرف ہوتا ہے۔ اور حروف مقطعات الم طٰہٰ

مقرب فرشتہ میری برابری کرسکتا ہے۔ اور نہ کوئی نبی مرسل۔ اس مقام میں سالک پر عالم کی ابتدا کے اسرار و معارف تفصیلاً منکشف ہوتے ہیں۔ اور یہ مقام حقائق انبیاء کا آخری مقام ہے۔ اور سب مقاموں کا لب لباب ہے۔ جس کی انتہا میں قرب خداوندی اور حقائق الٰہیہ کے مقامات کی ابتداء ہے۔ اس مقام کے احوال لکھنے سے قلم سربسجدہ اور عقل گم ہے۔

دائرہ حقیقت کعبۃ اللہ کا بیان



یہ وہ مقام ہے جس میں سالک پر کعبۃ اللہ کے اسرار و شان کبریائی ظاہر ہوتی ہے۔ جب سالک کو اس دائرہ حقیقت کعبۃ اللہ میں پورے طور پر کامیابی حاصل ہوتی ہے تو تمام مخلوق کی عبادت و سجودات کو اپنی طرف دیکھتا ہے۔ اصل میں وہ سب عبادات و سجودات تجلی ذات کے لئے مخصوص ہیں لیکن سالک تجلی ذات کے قریب تر اور اس میں محو ہونے کے سبب اس کو معلوم ہوتا ہے کہ سب عبادات و سجودات اسی کے طرف پیوستہ ہیں۔ یعنی وہ سمجھتا ہے کہ تمام مخلوقات میری ہی عبادت کرتی ہیں۔ جس طرح اگر کسی بادشاہ کے پاس نقیب و چوبدار کھڑا ہو اور شاہی دربار میں رعایا یعنی عام لوگ بھی حاضر ہوں تو جب رعایا بادشاہ کو آداب و سلام کریں گی۔ تو چوبدار و نقیب کو معلوم ہوگا کہ رعایا ہم کو آداب و سلام کرتی ہے۔ حالانکہ وہ آداب و سلام چوبدار و نقیب کے لئے نہیں۔ بلکہ وہ صرف بادشاہ کے لئے مخصوص ہے۔ جیسے چوبدار و نقیب بادشاہ کے قریب تر ہونے کے سبب دیکھتے ہیں کہ رعایا انہیں سلام کرتی ہے۔ اور اس وقت ایسا گمان کرنا کہ رعایا ہمیں سلام کرتی ہے چوبدار و نقیب کے لئے غلط فہمی ہے۔ اسی طرح سالک تجلی ذات کے قریب تر ہونے کے سبب دیکھتا ہے کہ مخلوق اس کی عبادت کرتی ہے۔ ایسا گمان کرنا کہ مخلوق میری عبادت کرتی ہے سالک کے لئے ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ جس سے سالک کو توبہ کرنا اور اس گمان سے باز آنا لازم ہے۔ جب مذکورہ کیفیت سالک پر ظاہر ہو تو سالک کو چاہیے کہ اپنے کو خدا کا مقرب بندہ

یک رکعت ادا ز رکعت تو صد ہزار　　　بہتر از تو بہتر است اے نابکار

ترجمہ: اس کی ایک رکعت تیری لاکھوں رکعتوں سے بہتر ہے اے ناکارہ انسان!

جو واقعہ کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گذرا تھا وہی واقعہ اس مقام کے بعض سالکوں پر نماز میں گذرتا ہے۔ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْکَ ترجمہ: اے پروردگار مجھ کو دکھا کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ ارشاد ہوا کہ لَنْ تَرٰنِیْ۔ ہرگز نہیں دیکھ سکتے ہو تم مجھ کو (دنیا میں پورے طور پر) وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ۔ ترجمہ: لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو پس وہ اگر اپنی جگہ برقرار رہا تو (پھر) تم دیکھ سکو گے۔ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔ ترجمہ: پس جب ان کے رب نے اس (پہاڑ) پر تجلی فرمائی۔ تو اس تجلی کو پہاڑ برداشت نہیں کر سکا پہاڑ ٹوٹ گیا۔ اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس مقام میں سالک کو دیدار کے لئے نہایت شوق اور تڑپ ہوتی ہے۔ جب شوق حد تک پہنچا انتہائی درجہ تک پہنچتی ہے۔ تو سالک کے باطن سے درگاہ خداوندی میں دردبھری آہ جاتی ہے کہ خدایا! تو اپنا جمال مجھے دکھا دے۔ تو خداوند کریم سالک کی حقیقی تڑپ دیکھ کر نظر کرم فرماتا ہے۔ اور کوہ طور کی طرح اپنی تجلی کا عکس طور پر خود نماز میں ڈالتا ہے جس سے سالک نماز میں بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے یہی سبب ہے کہ اولیائے کرام پر جب تجلی ذات نماز میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ تو ان کا بدن (طور کے مانند) ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ یعنی ہر عضو الگ الگ ہو جاتا ہے۔ جو بعض وقت لوگوں کی نظر میں واقع ہوتا ہے۔

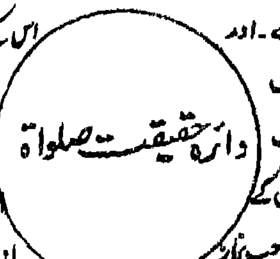
جب احقر (مصنف) کے سلوک کا سبق اس مقام میں تھا۔ تو اس وقت میں ضلع ڈھاکہ (بنگال) زلائے پورہ مقام فقیر ارحیم کی مسجد میں پیش امام تھا ایک روز فجر کی نماز میں جب تجلی ذات پر [illegible] الہام گیا تھا۔ اس وقت میرے سامنے ایک بے مثال روشنی دلنواز نمودار ہوئی۔ جس روشنی کی گرمی میرے رگ رگ میں اور خون کے ہر ہر قطرے میں سما گئی تھی۔ جس کے سبب بے ساختہ میں دوسری رکعت میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اور اس بے ہوشی کا عالم مجھ پر تقریباً دن کے دس بج گیا۔ دس بجے تک متواتر قائم رہا جب مجھ سے بے ہوشی کا عالم ساقط ہوگیا۔ اور مجھ میں پورا پورا ہوش آگیا۔ تو اس کے بعد بہت عرصہ تک میرے بدن میں اس عالم کی بے مثال لذت باقی رہی۔ اس روز بوقت فجر میرے پیچھے پانچ یا چھ نمازی تھے جن میں سے تین صاحبان کے نام یہ ہیں (۱) جعفر علی پردھان (۲) حاجی رحیم علی (۳) اللہ [illegible] اللہ صاحب۔ پھر مجھ پر کبھی ایسا بے ہوشی کا عالم نہیں ہوا۔ ہاں سالک پر اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے

کہ بعض سے عشق وغیرہ کے اسرار سے اپنی لیاقت کے موافق واقف ہو جاتا ہے

ذوق این مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی۔

ترجمہ۔ خدا کی قسم تو اس شراب کے مزہ سے اس وقت تک واقف نہیں ہو سکتا جب تک کہ

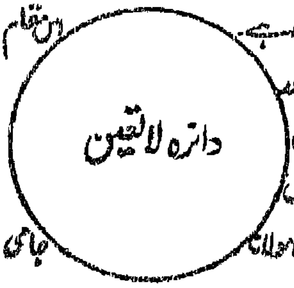
دائرہ حقیقت صلوٰۃ کا بیان



یہ وہ مقام ہے۔ جس میں انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کاملین کی قدمی سیر کی انتہا ہوتی ہے۔ اس مقام میں سالک پر نماز کی حقیقت کھلتی ہے۔ اور اس کے انوار و برکات کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ اور خداوند کریم کی نہایت قربت حاصل ہوتی ہے جس میں خالق اور بندہ کے درمیان حجاب نہیں رہتا۔ بلا پردہ بندہ کے سامنے خالق (تجلی ذات) اور خالق کے سامنے بندہ ہوتا ہے اس مقام کا موصول شدہ سالک جب نماز ادا کرتا ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ اس جہان سے نکل کر دوسرے کسی جہان میں پہنچ گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان۔ ان تعبد اللہ کانک تراہ کے مطابق جو نماز ادا کرنے کا حق ہے اس حق کو ادا کر کے سالک پورا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔ اسی حالت کی طرف اشارہ کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔ الصلوٰۃ معراج المومنین اور فرمایا۔ اقرب ما یکون العبد من الرب فی الصلوٰۃ۔ الصلوٰۃ تدنی الی اللہ بلواء وغیرہ۔ اسی مقام میں سالک پر مذکورہ حدیثوں کے اسرار کھلتے ہیں۔ اور جنت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا جس طرح دیدار نصیب ہوگا اس کا نمونہ سالک کو نماز میں میسر ہوتا ہے۔ اور جو اسرار علوم اور انوار و برکات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشرف ہوئے تھے ان سب کے اصل اور ان کا عکس اس بندہ خاص کو نصیب ہوتا ہے۔ خصوصاً اس مقام کے سالک میں یہ بات بلاشبہ پائی جاتی ہے۔ کہ اس کی نماز ہر ماسوا اللہ کے خیالات و ریا سے بے مثال پاک و صاف ہو جاتی ہے اس وجہ سے اس کی نماز بھی مکمل و اتم ہوتی ہے۔ اور نماز میں اس کی ظاہری و باطنی نگاہ تجلی ذات پر باکیف رہتی ہے۔ جو سالک اس مقام کے بلند پایہ پر پہنچ کر کمال مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی ایک رکعت اوروں کی لاکھوں رکعت سے افضل ہے۔ اسی کے متعلق مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں مراقبہ کرنے کا طریقہ اور نیت مراقبات کے بیان میں درج ہو چکے ہیں۔ اس مقام کی انتہا میں ثمرۃ الفواد منکشف ہوتا ہے۔ جو مقام لامکانی ہے۔ صوفیائے کرام اُسے دائرہ لاتعین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

دائرہ لاتعین کا بیان



یہ وہ مقام ہے جو بے نام و بے نشان اور بے وہم و بے گمان ہے۔ جس میں ذات کی خاص تجلی جلوہ گر ہے۔ بلکہ یہ مقام ذات بحت ہی کے لیے مخصوص ہے۔ اس مقام میں حضور صلعم کے سوا دیگر انبیاء علیہم السلام کو رسائی نہیں ہوئی۔ اور امت محمدی کے خاص بندہ (اولیاء کاملین) کو اس مقام میں اتباعی طور پر سیر نظری و فیض عکسی حاصل ہوتا ہے۔ اور روحانی قدم سے اس مقام میں سیر کرنے کی کسی طرح کی گنجائش نہیں۔ اس مقام کی خبر میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بنام آنکہ آں نامے نہ دارد   بہر نامے کہ خوانی سر برآرد

ترجمہ: اس ذات کے نام سے شروع کرتا ہوں کہ جس کا کوئی نام نہیں (اور) جس نام و صفت سے اسے پکارو وہ اس سے بالاتر اور برتر ہے۔ یہ سلوک کا آخری مقام ہے۔ اس مقام میں مراقبہ کرنے کا طریقہ مراقبات کے بیان میں درج ہو چکا ہے۔

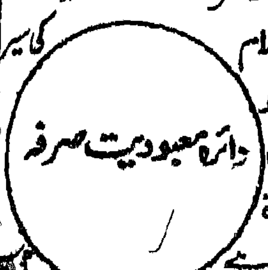
اطلاع

مذکورہ مقامات کے علاوہ اور بہت سے مقامات ہیں جن کا خلاصہ میری دیگر کتاب مکاشفات مجاہدہ میں درج ہے۔ اس میں ملاحظہ فرمائیے۔ ان میں سے پانچ مقام یہ ہیں۔ اول سیف قاطع دوم حقیقت ھوم۔ سوم۔ دائرہ قیومیت۔ چہارم دائرہ حقیقت عشق۔ پنجم دائرہ حقیقت مقام ازل۔ یہ سب زائد مقامات داخل سلوک نہیں۔ بلکہ زائد مقامات کے احوال و کیفیت ان مقامات کے سلوک کے ضمن میں طے ہو جاتے ہیں۔ یہ پانچوں مقام کسی سالک پر تفصیلاً اور کسی پر اجمالاً منکشف ہوتے ہیں۔ اور بعض سالک ان پانچوں مقام اور دیگر زائد مقامات کے احوال سے بالکل ناآشنا رہتے ہیں۔ ان پانچوں مقامات کا مختصر بیان درج ذیل ہے۔

کیف تجلی ذات و برکات وارد ہوتے رہتے ہیں۔
خلاصہ مطلب یہ ہے کہ سالک اس مقام میں اپنے مولی کے نہایت مقرب و محبوب ہوتا ہے۔
جس کے سبب اللہ تبارک وتعالی اپنے دیدار کا نمونہ رنگ برنگ طور پر دکھا کر سالک کو مطمئن کرتا ہے
اس دائرہ کے کمال انتہا پر دائرہ معبودیت صرفہ منکشف ہوتا ہے۔

دائرہ معبودیت صرفہ کا بیان

یہ وہ مقام عالی ہے جو حقائق الہیہ کے مقامات (کعبۃ اللہ، قرآن، صلوۃ) کا مغز اور اس کی لب لباب ہے۔ اس مقام میں انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کی سیر



نظری کے علاوہ قدمی رسائی نہیں ہوئی۔ معبودیت کے مقام میں جو مقام حقیقت صلوۃ ہے۔ وہ حقیقت کعبۃ اللہ اور حقیقت قرآن کے لئے مخصوص ہے۔ اور وہ انہیں کا لب لباب ہے۔ اور صلوۃ کا درجہ سب عبادتوں میں بلند ہے۔ کیونکہ صلوۃ جامع عبادت ہے عبادت کا مغز اور اصل ہے۔ اسی واسطے صلوۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب عبادتوں سے محبوب تھی اور قرب خداوندی حاصل کرنے کا اعلی ذریعہ ہے۔ اسی لئے صلوۃ درگاہ خداوندی میں سب عبادتوں سے زیادہ معزز ہے۔ معبودیت صرفہ ان سب کا مقصود ہے۔ اس مقام میں سالک اپنی استعداد کے موافق نظری سیر کرتا ہے۔ کیونکہ سالک عابدوں کی عبادت میں نہایت کمال رتبہ پر پہنچ کر حقیقت صلوۃ میں نہایت ترقی کر کے معبودیت صرفہ میں پہنچنے کے بعد قدمی سیر (روحانی قدم سے سیر کرنا) ختم ہو جاتی ہے۔ حقیقت صلوۃ قدمی سیر کا آخری مقام ہے۔ اس سے آگے سیر کے واسطے روحانی قدم بڑھانے کی کسی طرح کی گنجائش نہیں۔ شب قدر کے واقعہ میں جو اشارہ ہوا "قف یا محمد۔ فان اللہ یصلی" اسی مقام سے مخصوص ہے۔ یہ مقام عارفوں کی روحانی معراج سدرۃ المنتہی کی آخری حد کی انتہا پر پردہ کی آڑ میں قرب خداوندی کا نہایت قریب ایک مخصوص مقام ہے۔ جس کے احوال سے عارف واقف ہو کر اس کے راز و نیاز اور اسرار کو سمجھ کر اسے ذہن نشین کر لیتا ہے۔ اس دشواری احوال اور لطیف راز و نیاز و اسرار کو جو عام فہم سے باہر ہے۔ عوام میں ظاہر کرنا دکھولنا۔ تذکرہ کرنا سخت ممانعت یعنی حرام ہے۔ اس مقام

دائرہ سیف قاطع کا بیان

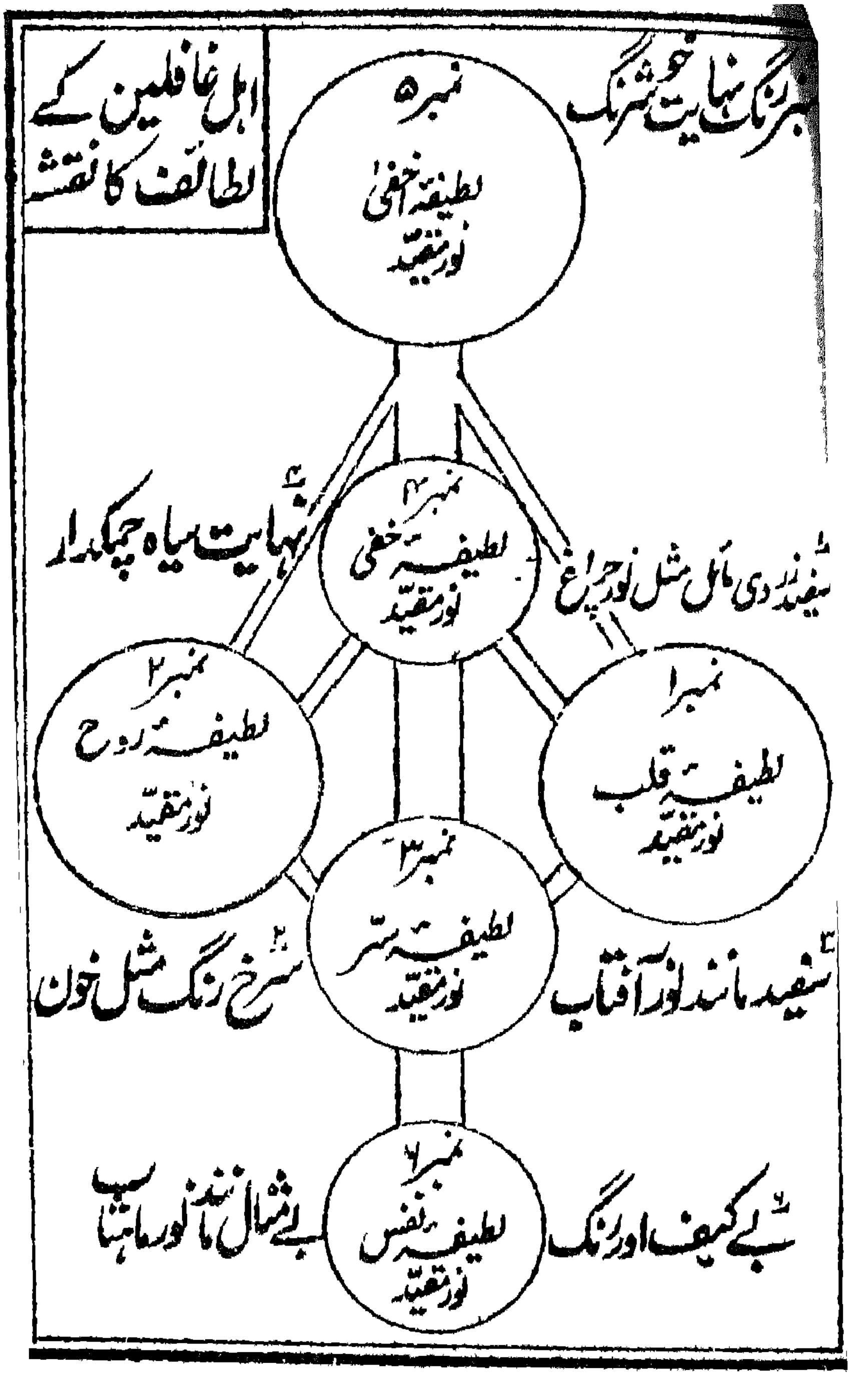
یہ وہ مقام ہے جو ولایت کبریٰ کے ضمن میں واقع ہوتا ہے۔ بلکہ یہ دائرہ ولایت کبریٰ کا ہی ایک جزو ہے جس میں سالک کو فناء الفنا حاصل ہوتا ہے۔ یعنی سالک کو انوار کی بارش میں بھیگتے ہوئے تجلیات کے سمندر میں پہنچکر ڈوبتے وقت جو احوال وکیفیت ادراک ہوتی ہے اسی احوال وکیفیت کے ادراک کا نام سیف قاطع ہے۔

دائرہ حقیقت صوم کا بیان

یہ وہ مقام جو کہ حقیقت قرآن کے ضمن میں منکشف ہوتا ہے۔ اس دائرہ میں بھی نہایت چون بیچوں وبیچگونیت ہے۔ جو سالک اس دائرہ کے انوار وبرکات سے مشرف ہوتا ہے اسے اپنے اعمال صالحہ کی مقبولیت کی اطلاع ہوتی ہے خصوصاً اس پر عمل صالح اور روزہ کی جزا تفصیلاً منکشف ہوتی ہے۔ اسی طرح اپنے نیک عمل اور روزہ کے نقص اور اکمل کی سب باتیں نظر باطن سے دیکھتا ہے اور کار بد کا بھی برا نتیجہ اسے دیکھائی دیتا ہے۔

دائرہ قیومیت کا بیان

یہ وہ مقام ہے جو کہ کمالات اولوالعزم کے پہلو میں ہے۔ اس دائرہ میں سالک پر اسم یا حی یا قیوم کا فیض اترتا ہے۔ جو سالک اس مقام کے احوال وانوار مشاہدہ کرتے ہوئے سلوک کو مکمل واتم کرتا ہے۔ اس کی عمر اللہ تبارک وتعالےٰ دراز کردیتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ بعض اہل اللہ ڈیڑھ سو ۱۵۰ اور بعض دو سو ۲۰۰ سال کی عمر پائے ہیں۔ جیسا کہ موجودہ زمانے میں ضلع نزی پورہ علاقہ سرائل صوبہ بنگال میں صفدر رضا صاحب ڈیڑھ سو سال اور ان کے پیر حضرت مولانا صاحب قریباً دو سو سال کی عمر میں حال میں سنہ ۱۳۷۱ھ میں زندہ ہیں۔



اہل غافلین کے
لطائف کا نقشہ
سبز رنگ نہایت خوشرنگ
نمبر ۵
لطیفہ اخفیٰ
نور سفید
نہایت سیاہ چمکدار
نمبر ۴
لطیفہ خفی
نور سفید
سفید زردی مائل مثل نور چراغ
نمبر ۲
لطیفہ روح
نور سفید
نمبر ۱
لطیفہ قلب
نور سفید
سرخ رنگ مثل خون
نمبر ۳
لطیفہ سر
نور سفید
سفید مانند نور آفتاب
بے مثال مانند نور سماہتا
نمبر ۶
لطیفہ نفس
نور سفید
بے کیف اور رنگ

دائرہ حقیقت عشق

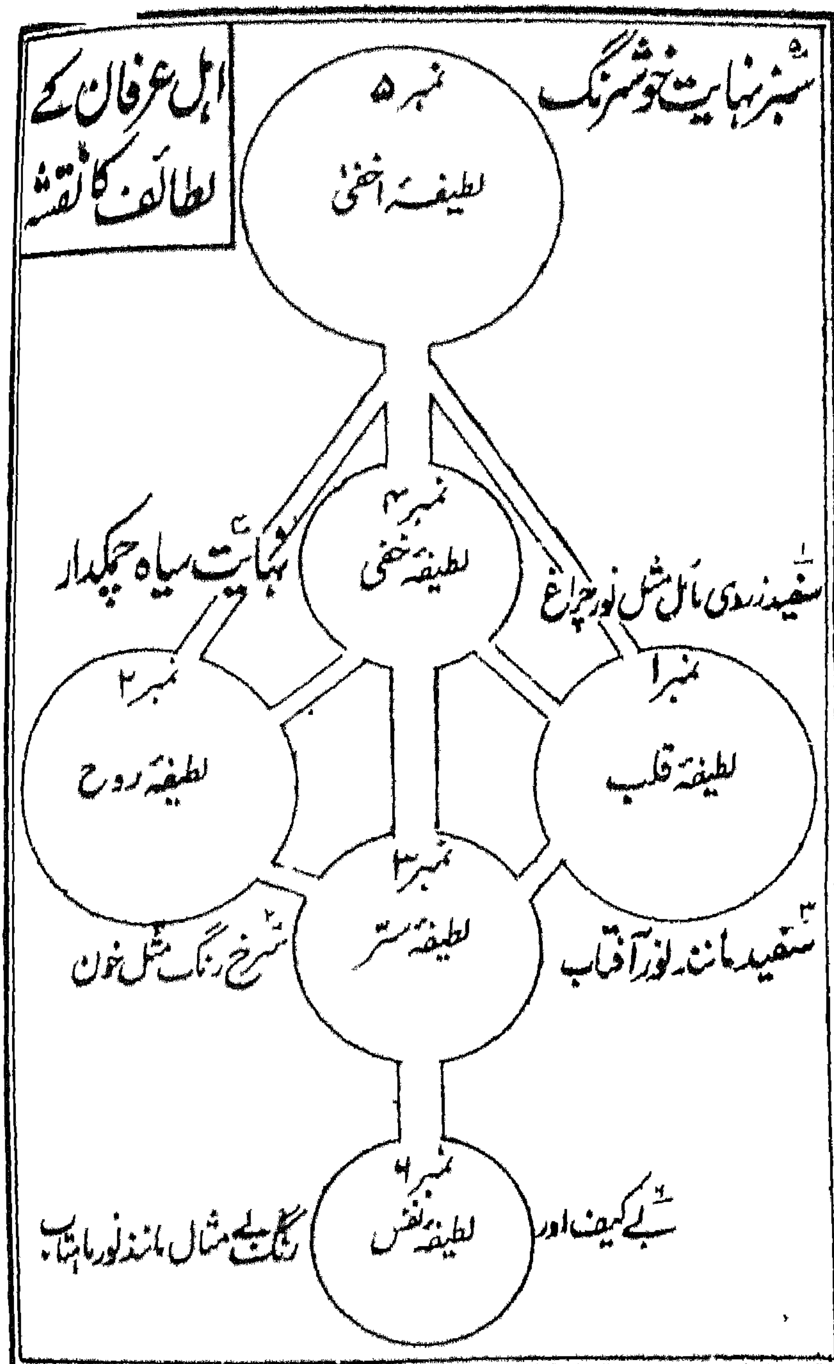
یہ وہ مقام ہے جس میں سالک پر عشق کی حقیقت تفصیلاً کھلتی ہے۔ احوال اس دائرہ کا دائرہ حب صرفہ کے ضمن میں گذر جاتا ہے۔

دائرہ مقام ازل

یہ وہ مقام ہے جہاں ارواحوں کو جمع کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی وحدانیت و ربوبیت کا اقرار لیا تھا اور سب روحوں نے " بلیٰ " کہہ کر تصدیق کی تھی۔ اس عالم کا احوال وا سرار سالک پر اس دائرہ میں منکشف ہوتا ہے اس دائرہ کی کیفیت اجمالی طور پر دائرہ ولایت صغریٰ میں گذر جاتی ہے۔

اطلاع

معلوم ہو کہ دائرہ لاتعین کو سلوک کے لحاظ سے قرب و معرفت کا آخری مقام بنایا گیا ہے اس مقام سے آگے بھی اور بہت سے مقامات ہیں جو اس مقام میں پورے طور پر کامیاب ہونے کے بعد کثرت بندگی اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب عارف باللہ پر روز بروز رفتہ رفتہ منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ ان سب مقامات کا سلوک سے کوئی تعلق اور لگاؤ نہیں صرف ان سب کا تعلق اور لگاؤ قرب و معرفت کے ساتھ ہے۔ جتنی بھی قرب خداوندی و معرفت مولا زیادہ ہوگی۔ اتنا ہی درگاہ بے نیازی میں عارف باللہ کا مرتبہ اعلیٰ و اعلیٰ اور اکمل ہوگا۔ خدا تک پہنچنے کے لئے ستر ہزار حجاب ہیں۔ ہر ایک حجاب کے بعد قرب کا ایک درجہ (مقام) ہے۔ اسی لحاظ سے سلوک کے ضمن میں مقام لاتعین تک ستر حجاب کے اسرار اور انوار و رموزات اجمالی طور پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ ان سب کے اسرار و رموزات۔ انوار و برکات اور فیضان کو احاطہ کرنے والے اس زمانہ پر آشوب میں بہت کم ہیں ہر ایک حجاب میں ایک ہزار حجاب مخفی ہیں۔ اسی طرح ستر حجاب میں ستر ہزار حجاب مخفی ہیں۔ اہل اللہ یعنی کثرت بندگی


اہل عرفان کے
لطائف کا نقشہ
۵ سبز نہایت خوشرنگ
نمبر ۵
لطیفہ اخفیٰ
نمبر ۴
لطیفہ خفی
۴ نہایت سیاہ چمکدار
۱ سفید زردی مائل مثل نور چراغ
نمبر ۲
لطیفہ روح
نمبر ۱
لطیفہ قلب
نمبر ۳
لطیفہ سر
۲ سرخ رنگ مثل خون
۳ سفید مانند نور آفتاب
نمبر ۶
لطیفہ نفس
۶ بے کیف اور رنگ جلے مثال مانند نور ماہتاب

دائرہ نورُ علیٰ نور کا بیان

یہ وہ مقام ہے جس میں الوہی انوار ہیں۔ یہ مقام بھی داخلِ سلوک نہیں بلکہ مقام لاتعین کے اکمل درجہ کی انتہا پر کثرتِ بندگی و اطاعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب کھلتا ہے۔ اس مقام پر ذاتِ بحت و لاہوت کا خالص نور جلوہ گر ہے۔ اس مقام میں تمام انبیاء علیہم السلام کو رسائی ہوئی۔ کوئی اولیائے کاملین کو بجز روحانی نظر کی رسائی نہیں ہوئی اور نہ فطرت سے اس کا پتہ ہوتا ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام میں سے صرف سردار انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسائی جسم اور جان کی ہے۔ اس سے خاص الخاص اولیا مثلاً قطب الاقطاب، غوث، اوتاد، ابدال اور ان کے علاوہ خاص الخاص اولیاء کو اتباعی طور پر نظری رسائی کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ یہی مقام ہے جس کی فضیلت کے متعلق فکان قاب قوسین او ادنیٰ ارشاد ہے۔

اولیائے کاملین کی اقسام کا بیان

ہر زمانہ میں خدا کے ستر ہزار مقرب بندے موجود رہتے ہیں۔ ان میں سے چھپن ہزار ایسے ہیں جن کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے دنیا کا نظام سپرد کیا ہے۔ اور طالبانِ حق کی تعلیم و تربیت کرنے کے لئے مخصوص کیا ہے۔ اور باقی چودہ ہزار کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے صرف اپنے بندوں کو مقرب بنانے کے لئے معین کیا ہے۔ یہ چودہ ہزار مشائخ طریقت ہیں جو طالبانِ خدا کو محنت و مشقت اور شفقت سے تعلیم و تربیت کر کے خدا تک پہونچاتے ہیں۔ ان دونوں میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ جو چودہ ہزار مشائخ طریقت ہیں وہ صرف طالبان حق کو تعلیم و تربیت کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کا چھپن ہزار اولیاء سے ایک خاص تعلق ہوتا ہے جس کے سبب وہ دوسرے شیخوں سے افضل و اعلیٰ ہیں۔ اور وہ چھپن ہزار جو خدا کے مقربین ہیں۔ وہ باری تعالیٰ کے حکم کے مطابق دنیا کا نظام بھی ٹھیک رکھتے ہیں۔ اور طالبان خدا کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ ان کو لوگ مردان غیب (رجال الغیب) کہتے ہیں۔ اکثر وقت مردان غیب لوگوں کو تعلیم و تربیت کرنے کا ذمہ خود لیتے ہیں اور کبھی مشائخ طریقت کو سپرد کر دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ستر ہزار تمام مشائخ طریقت میں شمار ہیں۔ (ار)

اور اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرے گا اتنے ہی اس پر انوار و اسرار کے حجاب منکشف ہوتے جائیں گے۔ اور اس کے درجۂ قرب و معرفت میں زیادتی ہوگی۔ پہلے زمانہ میں اہل اللہ کو طالب صادق کی بدولت وہ درجہ ملتا تھا جو اس زمانہ کے اولیائے کرام کو حاصل کرنا دشوار ہے۔ اور ان کے سلوک میں لطائف ستہ کے علاوہ دیگر کسی مقام میں رسوم سلوک ادا کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ خود ذکر کثیر کی بدولت انوار الٰہی کے مشاہدہ سے سلوک کو اتم و اکمل کر دیتے تھے اور اس انوار کے جلوہ میں حیران و بے انتہا اور اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا کے مطابق اجہل بن جاتے تھے۔ اور ان کے مشاہدہ انوار میں جو جو درجات بلند ہوتے تھے اسے کوئی الگ نام سے تعبیر نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ انہیں دائرہ نور علیٰ نور میں پوری رسائی اور مکمل کامیابی ہو جاتی تھی جب آفتاب رہنمائے طریقت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ان درجات سے مشرف ہوئے تو آپ پر جس طرح انوار الٰہی کے احوال و کوائف منکشف ہوئے۔ ان سب نے اپنے مشاہدات کے مطابق انوار الٰہی کی ہر ایک چمک اور ہر ایک انتہائی جھلک کا ایک ایک نام رکھا ہے اور جو جو انوار جس مقام سے جس اتباع کے سبب وارد ہوتے تھے ان کا اسی کیفیت کے مطابق مناسب طور پر علیحدہ علیحدہ نام رکھا۔ ہر ایک تام میں ستر ہزار چمک ہیں ہر ایک چمک میں ستر ہزار انوار ہیں۔ ہر ایک انوار میں ایک سو چودہ (۱۱۴) تجلیات ہیں اور ہر ایک تجلی میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ اسرار ہیں۔ ہر ایک اسرار میں نوے ہزار نعمت و برکات کے ثمرات ہیں

اے عزیز تو بھی اپنے اندر سے ظلمات کے حجاب کو چاک کر کے انوار کے صحرا میں داخل ہو جا اور اس کا مشاہدہ کر کے درجہ عین الیقین حاصل کر اور عارف باللہ بن جا۔ پھر تجھے وہ لطف حاصل ہوگا جو حیطۂ وہم و گمان سے باہر ہے اور وہ نعمت ملے گی جو سب نعمتوں سے برتر و بہتر ہے۔

نوٹ:۔ معلوم ہو کہ میں نے مذکورہ بالا اطلاع جو ثمرات و نعمت، حالات کی ادراک اور درجات اور کوائف بیان کیے ہیں وہ وہ ہیں جو عارف باللہ کو ریاضت کی بدولت ملتے ہیں۔ اور جو خزانوں میں عارف باللہ ہے۔ ورنہ انوار و اسرار خداوندی اور اس کے کوائف و ثمرات لامحدود ہیں اور صفات وہم وگمان سے باہر ہے

۵ امامین :-

امامین وہ ہیں جو ہمیشہ قطب الاقطاب کی خدمت میں وزیر کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ ان کے اسم سلک مردان غیب ہیں عبدالرب اور عبدالمالک ہیں۔ ان کی تعداد کل دو ہے۔

۶ مکتومین :-

مکتومین وہ ہیں جو مردان غیب کے عام جلسے کے منتظم ہیں۔

۷ مفردین :-

مفردین وہ ہیں جو مردان غیب کے خاص جلسہ کے منتظم ہیں۔ **اطلاع** :- مکتومین و مفردین قطب الاقطاب کے ہمعصر ایک پوشیدہ خاص جماعت ہے جنھیں قطب الاقطاب نے کوئی خاص کام کے لئے مخصوص کر رکھا ہے ان مفردین میں سے قطب العالم جس کو چاہیں غوث کے درجہ میں لے لیتے ہیں

۸ اخیار :-

اخیار وہ ہے جن کو قطب الاقطاب نے ساری دنیا کے دورہ کرنے کے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ وہ لوگ ساری دنیا میں سیر کرتے ہیں اور سب لوگوں میں خیر و شر کی تلاش کرتے ہیں۔ اور سب قسم کی خبریں ہفتہ میں ایک دفعہ قطب الاقطاب کی خدمت میں پہونچاتے ہیں۔ یہ لوگ ایک جگہ نہیں رہتے۔ منجم لوگ انھیں رجال الغیب سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان کی تعداد کل سات سو ہے۔

۹ اوتاد -

اوتاد وہ ہے جو قطب الاقطاب اور غوث۔ امامین۔ مکتومین۔ مفردین اور اخیار کے سوا مردان غیب کے سب لوگوں پر حاکم ہے۔ اور ان سب لوگوں سے حساب طلب کرتا ہے۔ اور اس کا درجہ مردان غیب میں مثل "گورنر" کے ہے۔ ان کی تعداد کل بارہ ہیں جن میں سے چار اشخاص کو قطب الاقطاب نے دنیا کے چار کونے میں گورنر متعین کیا ہے ان چاروں کو صوفیائے کرام حد بھی کہتے ہیں۔ باقی آٹھ اشخاص کو دنیا کے مختلف حصول میں

مردانِ غیب کے چند درجات ہیں۔ جیسا کہ قطب الاقطاب۔ قطب الاقلیم۔ قطب الولایت۔ غوث امامین۔ مکتومین۔ مفردین۔ اخیار۔ اوتاد۔ ابدال۔ نقبا۔ نجبا۔ ان سب کا خلاصہ یہ ہے

(۱) قطب الاقطاب:-

قطب الاقطاب وہ ہے جن پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس جہان کے امور مدار کی ذمہ داری سپرد کی ہے۔ اور کل مردانِ غیب کو ان کے زیر حکم کر دیا ہے۔ ان کے چند القاب ہیں۔ قطب المدار۔ قطب الاکبر۔ قطب العالم قطب الارشاد۔ ان کا اسم پاک مردانِ غیب میں عبداللہ ہے

(۲) قطب الاقلیم:-

قطب الاقلیم وہ ہیں جن لوگوں کو حکم الٰہی سے قطب الاقطاب نے سات اقلیم کی خیر انجام کے لئے معین کیا ہے۔ وہ کل سات ہیں۔

(۳) قطب الولایت:-

قطب الولایت وہ ہے جن کے پاکیزہ باطن سے تمام اولیائے کرام اور مشائخ طریقت کو ولایت کا فیض حاصل ہوتا ہے۔ وہ سب ملک یمن میں قیام پذیر ہیں۔ ان کی تعداد کل پانچ ہے

(۴) غوث:-

غوث وہ ہے جن کو رب العزت نے قطب الاقطاب کے بعد مردانِ غیب مشائخ طریقت میں سب سے برگزیدہ اور مرتبہ میں سب سے اعلیٰ و ارفع بنایا ہے۔ وہ قطب الاقطاب کی خدمت میں مثل پرائیوٹ سکریٹری کے ہے۔ اور نائب کی حیثیت سے جماعت اولیاء میں وقت بوقت قطب الاقطاب کے کام انجام دیتے رہتے ہیں۔ اور قطب الاقطاب ان سے ہر بات کا مشورہ کرتے ہیں۔ اور وہ بارگاہ الٰہی میں مخلوقات کی ہر ضروریات کو پیش کرتے ہیں۔ وہ اکثر وقت مکہ معظمہ اور کبھی بیت المقدس میں رہتے ہیں۔

[illegible] مناسبت اس کے سوا انھوں کے کمالات وولایت اور مدارج [illegible] کے ساتھ ہوتی
[illegible] رکاوٹ نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف اللہ کے خوف ومحبت سے سالک [illegible] ہیں۔ اور اسی
اسرار ہی انھوں کا شغل ہے۔

مذکورہ بیان جو اولیائے کرام کی شان میں درج کیا گیا ہے وہ میں نے اپنی تحقیقات اور مکاشفات ومشاہدات کے مطابق تحریر کیا ہے۔ اس کے علاوہ زیادہ تفصیل [illegible] ملاحظہ فرمائیے اور معلوم ہو کہ اولیائے کرام کی اقسام اور ان کے کاموں کو معلوم کرنا کوئی [illegible] نہیں۔ اور نہ معلوم کرنا طریقت میں لازم وملزوم ہے۔ بلکہ معلوم نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ اس لئے ان لوگوں کا کوئی پورا خلاصہ قرآن وحدیث میں موجود نہیں جس سے عوام بھی سمجھ سکیں۔ انھوں کے راز وجماعت کو اللہ پاک نے اپنے بندوں میں مخفی رکھا ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں اپنے راز کو حروف مقطعات میں مخفی رکھا ہے۔ ان جماعت کی مناسبت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے ساتھ [illegible]

حدیث۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ان کے علم وارکان کی تشریح محمدی سے جو اصل نسبت [illegible] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روایت شدہ حدیث کے ساتھ ہے

حدیث۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برتن حاصل کئے ہیں۔ ایک یہ ہے جو میں نے لوگوں میں پھیلا دیا۔ رہا دوسرا اگر میں اسے ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹا جائے۔ اور ان حدیث کے ساتھ بھی ان کا لگاؤ ہے۔

حدیث۔ قسم ہے اللہ کی البتہ یاد کرتی ہے اللہ کو ایک قوم دنیا میں اور بچھے ہوئے بچھونے میں داخل کرے گا۔ اللہ ان کو بلند بہشتوں میں۔ اے سالک تو بھی کوشش کر رضائے خدا حاصل کرنے کے لئے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے ہر شخص کی محنت ومشقت کا بدلہ دیا کرتا ہے۔ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ۔ اگر تو سچے دل سے راہ حق میں جد وجہد کرے گا تو قوی امید ہے کہ خداوند کریم تجھ پر مہربان ہو کر اپنے سعید بندوں میں داخل کرے گا۔ اور تجھ پر اپنے مقرب بندوں کے راز منکشف کر دے گا۔

متعین کیا ہے۔

(۱۰) ابدال :-

ابدال وہ ہیں جن کو قطب الاقطاب نے چالیس ہزار اولیاء پر حاکم متعین کیا ہے مردان غیب میں ان کے لقب سید الابدال ہے۔ اور ابدالوں کے زیر حکم جو چالیس ہزار اولیائے کرام ہیں وہ سب شہروں کے نگہبان ہیں۔ جن کو لوگ نہیں پہچانتے ہیں۔ اور ان کو مردان غیب میں ابدال لقب سے پکارتے ہیں۔ ان کی تعداد چالیس ہزار ہے

(۱۱) نقباء :-

نقباء وہ ہیں جو مردان غیب میں جاسوس کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ وہ کل سات سو ہیں ان میں سے تین سو ابدال کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں۔ جن کے نام مردان غیب میں علی ہیں

(۱۲) نجباء :-

نجباء وہ ہیں جو تمام اولیاء میں ایک مخصوص معزز جماعت ہے۔ ان کی تعداد کل آٹھ سو ولی ہیں۔ ان کے اصل نام کے سوا مردان غیب میں دوسرے پوشیدہ نام ہیں۔ ان میں سے چالیس اشخاص ابدال کے پرائیوٹ سکریٹری ہیں۔ جن سے ابدال ہر بات میں مشورہ کرتے ہیں اور وہ لوگ ابدال کے زیر حکم نائب کی حیثیت سے ابدال کا کام انجام دیتے ہیں۔ ان کے القاب مردان غیب میں قلص ہیں۔ اور باقی آٹھ سو میں سے کچھ غوث کے ماتحت ہیں اور کچھ قطب ولایت کے ماتحت اور کچھ اوتاد کے ماتحت ہیں رہتے ہیں

اطلاع

۔ معلوم ہو کہ مذکورہ اولیاء کرام کے علاوہ بھی اور بہت سے ولی دنیا میں موجود ہیں جن کو ولی ہونے کے متعلق خود کو کچھ خبر نہیں رہتی۔ لیکن وہ لوگ اللہ کے پسندیدہ اور مقبول بندے ہوتے ہیں وہ لوگ ہمیشہ گناہوں سے بچنے کی بہت کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اور ان میں نیک کام کرنے کا پر زور شوق و

قبر میں منتقل کرے اور گہری نگاہ سے صاحبِ قبر کی طرف تصور جمائے انشاء اللہ صاحبِ قبر اپنی حالت کے ساتھ منکشف ہوگا۔

مراقبہ کشف القبور [illegible] واسطے

فرشریف [illegible] صاحبِ قبر کو [illegible]
[illegible] وغیرہ اہلِ اسلام [illegible] یا اللہ یا حق کے انوار کو اپنے اندر داخل کرے اور اس کی کیفیت [illegible] کر کے صاحبِ قبر [illegible]
انشاء اللہ صاحبِ قبر منکشف ہوگا اور ان سے سوال پوچھے یہ ان کی مصلحت کے مطابق جواب دیگا۔

اہل اللہ کی قبر سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ

جب کسی اہل اللہ کی قبر سے فیض حاصل [illegible] جائے مزار پر جانے سے پہلے مسجد یا مکان میں دو رکعت نفل نماز خلوص دل سے [illegible] حاصل کرنے کے لئے پڑھے۔ اول رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ انا فتحنا لک کی شروع [illegible] عظیما [illegible] دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ والضحیٰ ایک مرتبہ ملائے بعد سلام پھیرنے کے سبحان اللہ وبحمدہ وسبحان اللہ العظیم سو مرتبہ پڑھے پھر راستے میں مذکورہ تسبیح پڑھتے ہوئے مزار پر پہنچے اور مزار کی طرف منہ اور کعبۃ اللہ کی طرف پیٹھ کر کے صاحبِ قبر کے سامنے السلام علیکم یا صاحب القبر یغفر اللہ لنا ولکم ویرحمنا اللہ وایاکم انتم سلفنا ونحن بالاثر کہہ کر باادب بیٹھے اور یہ دعا پڑھے۔ اللھم رب ھذہ الاجساد البالیۃ والاعظام النخرۃ التی خرجت من الدنیا وھی بک مؤمنۃ ادخل علیھا روحا منک وسلاما منی بعدہ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اللہ اکبر تین مرتبہ کہے۔ پھر سورہ فاتحہ ایک مرتبہ، سورہ تکاثر ایک مرتبہ، سورہ اخلاص تین مرتبہ اور درود شریف اللھم صل علی روح محمد فی الارواح وعلی جسدہ فی الاجساد وعلی قبرہ فی القبور گیارہ مرتبہ پڑھے۔ اور اس کا اجر و ثواب کل مؤمنین ومؤمنات مسلمین ومسلمات اور خصوصاً صاحبِ قبر کی روح پر بخشے پھر بالکل قبر کے قریب ہو جائے۔ پھر یکسو ہو کر خداوند کریم کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے یا رب یا رب اکیس مرتبہ کہے۔ پھر یا روح الروح [illegible] تصور جمائے [illegible]

کشف القبور کا بیان

کشف القبور اُسے کہتے ہیں جس سے قبر کے احوال معلوم ہوں اس کے تین درجے ہیں ادنیٰ اوسط ۔ اعلیٰ ۔ ان تینوں درجوں میں سے اکمل درجہ سالکین و اولیائے کرام کو انتہائی تصفیہ نفس کے بعد حاصل ہوتا ہے ۔ اور دیگر درجوں کا تفصیل ان کے طلب کی استعداد پر موقوف ہے جسے کشف القبور کا ادنیٰ درجہ حاصل ہو اسے قبر کے اچھے بُرے علامات کی ادراک ہوتا ہے اور اوسط درجہ حاصل ہونے پر نظر کشفی سے ظاہرا دیکھتا ہے کہ صاحب قبر کس حالت میں ہے اور جب کسی کو اعلیٰ درجہ حاصل ہوتا ہے تو اسے قبر کے احوال صاف طور پر نظر آتے ہیں یعنی اوسط درجہ سے بڑھ کر نہایت صاف طور پر قبر کی ظلمانیت اور نورانیت کو دیکھتا ہے ۔ اور حالت مشاہدہ و مراقبہ میں ارواح کاملین سے گفتگو کرنے کا حوصلہ بھی پیدا ہو جاتا ہے اور ان مقدس ارواح کی باتوں کو سنتے اور سمجھنے کی پوری صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے ۔

مراقبہ کشف القبور ۔ ادنیٰ درجہ والوں کے واسطے

سب سے اول دل کو یکسو کر کے استغفار ایک سو ایک مرتبہ اور درود شریف ایک سو ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم انیس مرتبہ ۔ آیۃ الکرسی ایک مرتبہ ۔ سورہ الم نشرح لک بہتر مرتبہ ۔ سورہ قدر ایک مرتبہ سورہ اخلاص سات مرتبہ ۔ سورہ فتح ۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا سے اجراً عظیما تک تین مرتبہ پڑھے اور اس کا اجر و ثواب تمام ارواح مسلمین کو بخشے ۔ پھر ماسوا اللہ خیالات دل سے نکال کر انوار الٰہی میں بالکل غرق ہو جائے اور اس تصور کے ساتھ مخصوص قبر پر گہری (باطنی) نگاہ ڈالے اور کچھ مدت تک اس نگاہ و خیال اور تصور میں محو رہے بفضل الٰہی قبر کے احوال ادراک ہونے لگیں گے ۔

مراقبہ کشف القبور اوسط درجہ والوں کے واسطے

اول کچھ درود شریف و استغفار شریف اور وظائف یا کوئی مناسب حال دعائیں یا آیات کریمہ پڑھ کر ثواب پہنچائے ۔ بعد میں سورہ الم نشرح لک صدرک کا فیضان اپنے اندر اخذ کرے ۔ پھر یکسو دل سے اسم یا حی کے انوار کو اپنے اندر اخذ کرے اور انوار کی کیفیت محسوس ہونے پر اپنے دل

تلاوت قرآن مجید۔ نوافل نماز اشراق۔ چاشت۔ زوال۔ اوابین۔ تہجد۔ صلوٰۃ التسبیح۔ تحیۃ الوضو وغیرہ۔ اسی طرح بعض تسبیح وتہلیل میں زیادہ ثواب ملا کرتا ہے۔ مثلاً کلمہ سوم اور سبحان اللہ بحمدہ و سبحان اللہ العظیم۔ اور استغفر اللہ الذی۔ لا الہ الا ہو الحی القیوم و اتوب الیہ۔ اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور سبحان اللہ بحمدہ و استغفر اللہ۔ وغیرہ وغیرہ جو حدیث شریف سے ثابت ہے۔ سالکین کو ان ہی کا زیادہ پابندی کے ساتھ ورد کرنا افضل ہے۔ اس لئے کہ کم محنت میں ثواب زیادہ ملتا ہے اور ان سے انوار و فیضان اور اس کے برکات بے اندازہ ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

ختم خواجگان نقشبندیہ

معلوم ہو کہ ختم خواجگان بھی نہایت فائدہ مند اور پُر تاثیر مشہور و معروف وظیفہ ہے۔ اکثر مشائخ طریقت اپنے مریدین کو تعلیم کرتے ہیں۔ یہ دعائے متبرکہ ہر مقصد و ہر حاجت روائی کیلئے نہایت اکسیر ثابت ہوئی ہے۔ اس کا کوئی خاص وقت معین نہیں اور طریقت میں اس کی کوئی پابندی نہیں۔ جب اس کو ضرورت ہو تو صاحب مجاز سے اجازت لے کر وقت ضرورت پڑھا کرے اگر کوئی روزانہ پڑھنا چاہے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ افضل ہے۔

جب کسی کو کوئی مشکل درپیش آئے تو اسے حل کرنے کے لئے چند آدمی مل کر یا خود تنہا باوضو گیارہ روز یا اکیس دن یا اکتالیس دن تک بلا ناغہ پڑھے انشاء اللہ ضرور مقصود پائیگا۔

اس کی ترکیب یہ ہے۔

اول باوضو پاکیزہ جگہ پر خضوع و خشوع کے ساتھ دل کو یکسو کر کے استغفر اللہ شریف گیارہ مرتبہ درود شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر سورہ فاتحہ کے ساتھ مناجات کرے۔ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگے اور اپنے مقصود حل ہونے کے لئے بدبار خداوندی میں التجا کرے۔ بعد مناجات کے سورہ فاتحہ سات بار درود شریف ایک سو بار، سورہ الم نشرح اناسی بار، سورہ اخلاص ایک ہزار بار پھر سورہ فاتحہ سات بار، درود شریف ایک سو بار پڑھے بعد میں اس کا اجر و ثواب حضرات خواجگان نقشبندیہ کی ارواح طیبات کو بخشے۔ جو بدرگاہ خداوندی

... ت خطرات سے منزہ کر کے یاد درجات درجہ کے ذکر کی ضرب دل پر لگا کر اثنائے ... یا انوار الٰہیہ نورانی ... سے یہاں تک کہ قبر کے احوال پر انوار ظاہر ... ذات ... اسماء الٰہی ... ہو کر صاحب قبر کے فیض کا منتظر رہے۔

اطلاع

واضح ہو کہ کشف القبور کی ریاضت داخل سلوک نہیں ... قبلہ مقامات پر پہنچنے کے بعد سالکان طریقت پر محمد بعد ... ہو ... معلوم ہوتا ہے اور ... ہدایت کشف القبور کی اگلی ریاضت کی بدولت ... حاصل ہوتا ہے لیکن کاملین ... مقاماتیں ... رہتا ہے سالکان کو بھی تین ... ہوتا ہے ایک قسم یہ ہے کہ ... اسما و صفات الٰہی کے مقابلہ کوئی اسم پاک ذکر کے فیض کو ... سے ... کر لیتے ہیں۔ جس سے وہ اسما ... انوار ہو ... نالی ... کے مانند مشاہدہ ہوتے ہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ جب اسمائے الٰہی کے انوار قبر کی مٹی میں پہنچتے ہیں۔ تو وہ قبر نقطہ باطن ... رحمت الٰہی ... ہو جاتا ہے اور انوار الٰہی سے معمور ہو جاتی ہے ... قبر کے نگہبان فرشتے قبر کی اصلی حالت سے ... دور ... کرتے ہیں۔ پس اگر وہ نیک ہو تو عامل اُسے خوشحال دیکھتا ہے اگر بد ہو تو اسے ... ناک پریشان حال میں دیکھتا ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ عاملان کشف القبور اسما و صفات الٰہی کے کوئی ... یا کسی ... دولت ایک یا دو موکل ناری یا نوری اپنے تابع بنا لیتے ہیں جس سے موکل عامل کے عملیات کے مطابق اپنے ... لطیف ... کر کے صاحب قبر کی صورت کے مطابق سامنے پیش ہوتا ہے۔

نوافل عبادات اور مفید تسبیح و تہلیل کے

متعلق ہدایت

نوافل عبادت بہت قسم کی ہے۔ بعض نوافل تو ایسے ہیں جن میں ثواب زیادہ ملتا ہے ...

مناجات حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خذ بلطفك يا إلهي من له زاد قليل
مفلس بالصدق يأتي عند بابك يا جليل
ذنبه ذنب عظيم فاغفر الذنب العظيم
إنه شخص غريب مذنب عبد ذليل

منه عصيان ونسيان وسهو بعد سهو
منك إحسان وفضل بعد إعطاء جزيل
قال يا رب ذنوبي مثل رمل لا تعد
فاعف عني كل ذنب واصفح الصفح الجميل

قل لنار أبردي يا رب في حقي كما
قلت قلنا يا نار كوني أنت في حق الخليل
كيف حالي يا إلهي ليس لي خير العمل
سوء أعمالي كثير زاد طاعاتي قليل

أنت ساقي [illegible] في [illegible] جنات الأنهر
أنت حسبي أنت ربي أنت لي نعم الوكيل
عافني من كل داء واقض عني حاجتي
إن لي قلبا سقيما أنت من يشفي العليل

هب لنا ملكا كبيرا نجنا مما نخاف
ربنا إذ أنت قاضي والمنادي جبرئيل
رب هب لي كنز فضل أنت وهاب كريم
أعطني ما في الضمير دلني خير الدليل
أين موسى أين عيسى أين يحيى أين نوح
أنت يا صديق عاص تب إلى المولى الجليل

میں اپنی مشکل حل ہونے اور مقاصد [illegible] ان بزرگان دین کا وسیلہ پیش کرکے اپنی خیرخواہی کے لئے اور اپنے ہر کام [illegible] اور تمام اہل اسلام کی بہبودی کے واسطے دعا کرے اور دینی اسلام کے لئے دعا [illegible] مانگے

نوٹ: [illegible] الرحمٰن الرحیم ملانا نہایت ضروری ہے۔ اور نیچے کے کلمات میں سے جو کلمہ [illegible] مناسب ہو ایک مرتبہ ملانا نہایت مفید ہے۔ اگر تمام کلمات [illegible] ملائے [illegible] لیکن ان سب کلمات ختم خواجگان کے ورد میں شامل [illegible] فائدہ سے خالی نہیں

وہ کلمات یہ ہیں [illegible] یا قاضی الحاجات۔ یا حل المشکلات یا دافع البلیات یا مجیب الدعوات۔ یا رافع الدرجات وغیرہ

ختم مجددیہ

یہ ختم بھی حصول مقاصد [illegible] مجرب ہوا ہے۔ اور حضرت امام طریقت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ [illegible] کوئی گاؤں یا شہر یا اپنے گھر میں ارضی و سماوی آفت [illegible] کا اگر ناگاہ حملہ ہو جائے تو اس ختم مبارک کو پڑھا کرے [illegible] ٹل جائے گی۔ اسی طرح ہر کام میں کامیابی کے لئے پڑھنا مفید ہے۔

ترکیب یہ ہے

اول ایک سو مرتبہ [illegible] لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ملائے) پھر ایک سو مرتبہ [illegible] درگاہ خداوندی میں [illegible] مانگے۔

(۴) اے سالک تو کشف کرامات حاصل کرنے یا انبیا و دست غیب کا میاب ہونے میں محنت و مشقت، اطاعت و عبادت نہ کر کیونکہ یہ تیرا مقصود نہیں۔ مقصود تیرا رضا بالذات ہونی چاہئے۔

(۵) اے سالک مسائل شریعت میں آئمہ مجتہدین کی اور مسائل طریقت میں آئمہ طریقت کی تقلید کر کیونکہ ان کی مخالفت سے حصول مقصود محال ہے بلکہ مخالفت آئمہ میں تباہی و گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں

(۶) اے سالک شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم۔ عمل۔ اخلاص۔ ان پر تو عادی ہو جا تاکہ تو محقق بن سکے۔ یہ تینوں چیزیں جس میں غالب ہیں۔ وہ بیشک محقق ہے۔

(۷) اے سالک اپنے دل کو محبت جاہ و مال سے پاک کر کیونکہ جس دل میں طلب دنیا و غیر اللہ کی محبت باقی ہے۔ اس پر رحمت خدائے عز و جل کا نزول ہونا محال ہے۔

(۸) اے سالک بھوک، پیاس اور بے سر و سامانی کے حالات میں قناعت و توکل باللہ کر اور اپنے اندر محبت خدا عز و جل کی وجد دلوا جذبوں و جوش اور جذبہ پیدا کر۔

(۹) اے سالک تو اپنے نفس کو اچھا کھانے اور اچھا پینے کا عادی نہ بنا اور نہ اچھے کھانے کو بے مزہ کر کے کھا۔ اور نہ اتنا زیادہ کھا جس سے کہ بدہضمی و کسل پیدا ہو اور نہ اتنا کم کھا کہ جس سے کمزوری پیدا ہو کر خدمت اہل و عیال و اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو سکے

(۱۰) اے سالک غیر عورتوں کی صحبت اور فحش کام و کلام سے بچ۔ کیونکہ یہ سب باتیں تہمت لگانے و فسادات پھیلانے والی ہیں اور حضور کا ارشاد ہے **اتقوا من مواقع التہم**

(۱۱) اے سالک جس طرح تو اپنی عورتوں کی عصمت کا خیال رکھتا ہے ویسا ہی دوسروں کی عصمت دری کا بھی خیال رکھ۔

(۱۲) اے سالک اپنے عیوب کو پیش نظر رکھ اور دوسروں کے عیب کو تلاش نہ کر۔ اور نہ کسی کی نکتہ چینی کر۔ کیونکہ یہ بری بات ہے۔

(۱۳) اے سالک تو کسی پر طعن کر اور نہ کسی کی غیبت کیا کر اور نہ کسی کو اپنے سے برا سمجھ، اور نہ کسی کے مقابلہ میں اپنے کو اچھا جان اور نہ کسی کو نقصان پہونچا۔ کیونکہ یہ

طالبانِ حق کیلئے

مصنف کی طرف سے چند ہدایتیں

(۱) اے سالک علم دین سیکھ اور اس پر عمل کر۔ اور اتباع رسول اللہ صلعم کی شریعت کے خلاف قدم نہ اٹھا، اور بدعات سے اجتناب کر۔ اہل اللہ کی صحبت میں زیادہ تر رہا کر۔ اور بکثرت درود و استغفار کے ورد اور تلاوت قرآن مجید، نوافل عبادت اور تسبیح و تہلیل کیا کر اور اللہ عزوجل کو حاضر و ناظر خیال رکھ اور جہاں تک ہو سکے خلق خدا کی خدمت کر اور ان کی فلاح و بہبودی کے واسطے دعائے خیر کیا کر اور لوگوں کو ہمیشہ نیک مشورہ دے اور خود بھی لوگوں سے نیک برتاؤ کر اور راہ حق پر چل۔ گناہ مت کر، کیونکہ گناہ ظلمت ہے اور [illegible] کی گندگی [illegible] سے دل کی بینائی ضائع ہو جاتی ہے۔ جو کہ خدا تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اور اختلافی مسائل [illegible] پر بحث (تکرار) نہ کر۔ اور نہ کسی کو کافر کہہ [illegible] کسی کی غیبت کر۔ حرص، طمع، بخل، حرام، غیبت، کذب، حسد، کبر، ریا، کینہ، غضب [illegible] وغیرہ اطوار رذیلہ کو دور کر کے اخلاق حمیدہ، صبر، شکر، توکل، زہد، رضا، تسلیم [illegible] وغیرہ پیدا کر اور اکل حلال کی تلاش کر چاہے سوداگری کے ذریعہ سے ہو چاہے صنعت و حرفت یا ملازمت سے۔ کیونکہ یہ انبیا علیہم السلام و صحابۂ کرامؓ اور اولیائے عظام کی سنت ہے۔

(۲) اے سالک تجھے جب کوئی خواب یا کشف یا الہام یا آواز غیب سنائی دے [illegible] سے مقابلہ کر۔ اگر وہ مطابق قرآن و حدیث ہو تو اس پر عمل کر۔ ورنہ [illegible] کیونکہ اس میں دھوکہ ہے اور اس پر عمل کرنا اصول طریقت میں لازم نہیں [illegible] طریقت [illegible] ہے۔

(۳) اے سالک جب تجھ پر ذکر کثیر کی بدولت انوار الٰہی کے مقامات و اسرار باری تعالےٰ منکشف ہونے لگیں تو اس پر التفات نہ کر۔ نہ اسے انتہا سمجھ کر ٹھہر کیونکہ درگاہ خداوندی بے انتہا ہے۔

شجرہ طیبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ

من قال لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ دخل الجنۃ

ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم فمن نکث فانما ینکث علی نفسہ۔ ومن اوفی بما عٰھد علیہ اللہ فسیؤتیہ اجرا عظیما

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد وایاک نستعین۔ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

الٰہی بحرمت سید المرسلین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین

جائے پیدائش مکہ معظمہ بتاریخ ۵۷۱ء بروز دوشنبہ   جائے مدفون مدینہ منورہ بتاریخ سنہ ۱۱ھ ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ

الٰہی بحرمت خلیفۃ الرسول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جائے پیدائش مکہ معظمہ بتاریخ سنہ بروز   جائے مدفون مدینہ منورہ بتاریخ سنہ ۱۳ھ ۲۲ جمادی الاولیٰ

الٰہی بحرمت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جائے پیدائش ملک فارس بتاریخ سنہ بروز   جائے مدفون شہر مدائن بتاریخ سنہ ۳۲ھ ۱۰ ماہ رجب

الٰہی بحرمت سراج الاولیا حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جائے پیدائش قدید بتاریخ سنہ   جائے مدفون مشلل بتاریخ سنہ ۱۰۶ھ ۲۴ جمادی الاول

سب باتیں حرام ہیں اور مانع مقاصد و اصول طریقت و طلب خدا کے خلاف ہیں اور دنیاداروں کے نزدیک بھی باعث شرمندگی ہیں۔

(۱۴) اے سالک دل کا رُخ ہمیشہ طلب حق و حصول آخرت اور رضائے مولیٰ کی طرف رکھ۔ نہ کہ دنیا کی زینت کی طرف۔ کیونکہ انسان کا دل مانند آئینہ کے ہے جب اس کا رُخ جہان کی طرف ہوتا ہے تو اس میں خراب عکس (بُرا اثر) پڑ کر پراگندہ و بدنما ہو جاتا ہے۔ اور جب رخ اس کا حق کی طرف (انوار الٰہی و رضا یا لذات کی طرف) ہوتا ہے تو وہ سب سے زیادہ خوشنما و مصفا ہو جاتا ہے۔

(۱۵) اے سالک اتنا زیادہ کلام نہ کر جس سے سامعین پریشان اور تیرا دل حیران ہو جائے اور نہ ایسی خاموشی اختیار کر جس سے آنے والے تجھ سے بیزار ہوں اور دنیادار و مالدار کے پاس اتنا زیادہ نہ بیٹھ جس سے تیرا دل مردہ ہو۔ اور نہ اتنا دور بھاگ کہ لوگ ہدایت و فیض سے محروم و فرار ہوں۔ حضور کا فرمان ہے۔ خیر الامور اوسطہا۔ اس کے مطابق عمل کر۔

الٰہی بحرمت امام الطریقہ حضرت خواجہ سید بہاؤالدین محمد نقشبند قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش قصر عارفاں سنہ ۷۱۸ھ ۳ محرم الحرام　　جائے مدفن قصر عارفاں سنہ ۷۹۱ھ ۳ ربیع الاول دو شنبہ

الٰہی بحرمت شمس الاولیاء حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش خوارزم　　سنہ ھ　　جائے مدفون قریہ چغانیاں ۸۰۲ھ ۲۰ رجب چہار شنبہ بعد عشاء

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بن مولانا یعقوب چرخی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش موضع چرخ غزنی سنہ ھ　　جائے مدفون قریہ ہلغتو ملک حصار ۸۵۱ھ ۵ صفر

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصرالدین عبید اللہ احرار قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش موضع باغستان ملک تاشکند ۸۰۶ھ　　جائے مدفون کمانگران سمرقند ۸۹۵ھ ۲۹ ربیع الاول شب

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش موضع وخش علاقہ بلخ سنہ ھ　　جائے مدفون وخش علاقہ حصار سنہ ۹۳۶ھ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجہ درویش محمد قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش　　سنہ ھ　　جائے مدفون موضع اسفرار سنہ ۹۷۰ھ ۱۹ محرم الحرام

الٰہی بحرمت حضرت مولانا خواجہ امکنگی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش موضع امکنہ (بخارا) سنہ ھ　　جائے مدفون قریہ امکنہ بخارا سنہ ۱۰۰۸ھ

الٰہی بحرمت سراج الملۃ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش کابل تاریخ سنہ ۹۷۱ھ　　جائے مدفون دہلی ۲۵ جمادی الآخر سنہ ۱۰۱۲ھ

الٰہی بحرمت حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش سرہند شریف ۹۷۱ھ ۱۴ شوال شب جمعہ　　جائے مدفون سرہند شریف ۱۰۳۴ھ ۲۸ صفر سہ شنبہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد معصوم قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش سرہند شریف ۱۰۰۷ھ شوال　　جائے مدفون سرہند شریف ۱۰۷۹ھ ۹ ربیع الاول وقت ظہر

الٰہی بحرمت تاج الاصفیاء حضرت خواجہ سیف الدین قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش سرہند شریف ۱۰۵۵ھ　　جائے مدفون سرہند شریف ۱۰۹۵ھ ۱۹ جمادی الاول

الٰہی بحرمت حضرت سید نور محمد بدایونی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش سرہند شریف سنہ ھ　　جائے مدفون باغ نواب کرم خاں دہلی ۱۱۳۵ھ ۱۱ ذیقعدہ

الٰہی بحرمت سبط الاتقیاء امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جائے پیدائش مدینہ منورہ ۸۰ھ جائے مدفون مدینہ منورہ بتاریخ ۱۴۸ھ ۱۵ رجب

الٰہی بحرمت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش بسطام تاریخ ــــ ھ جائے مدفون شہر بسطام تاریخ ۲۶۱ھ ۱۵ شعبان

الٰہی بحرمت امام الاولیا حضرت ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش موضع خرقان تاریخ ــــ ھ جائے مدفون خرقان بتاریخ ۴۲۵ھ بروز عاشورہ

الٰہی بحرمت نور الہدیٰ شیخ ابوالقاسم گرگانی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش ــ بتاریخ ــــ ھ جائے مدفون ــ بتاریخ ۴۵۰ھ ماہ صفر

الٰہی بحرمت حضرت شیخ ابوعلی فارمدی طوسی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش فارمد (طوس) بتاریخ ۴۳۴ھ جائے مدفون طوس بتاریخ ۴۷۷ھ ربیع الثانی

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابویعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش بوزنجرد (ہمدان) بتاریخ ۴۳۵ھ جائے مدفون ــ بتاریخ ۵۳۵ھ ۲۲ ربیع الاول

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش غجدوان (بخارا) سنہ ــ ھ جائے مدفون غجدوان بتاریخ ۵۷۵ھ ۱۲ ربیع الاول

الٰہی بحرمت خواجہ محمد عارف ریوگری قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش ریوگر (بخارا) بتاریخ ــ ھ جائے مدفون ریوگری تاریخ ۶۱۶ھ یا ۶۱۵ھ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش انجیر فغنہ ــ سنہ ــ ھ جائے مدفون وابکنہ علاقہ بخارا ۷۱۵ھ ۱۷ ربیع الاول

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علی عزیزاں رامیتنی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش قصبہ رامیتن سنہ ــ ھ جائے مدفون خوارزم بتاریخ ۷۱۵ھ ۲۸ ذی قعدہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش قریہ سماسی علاقہ (رامیتن) سنہ ــ ھ جائے مدفون سماسی ــ ۷۵۵ھ ۱۰ جمادی الآخر

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش قریہ سوخار بتاریخ ــ سنہ ــ ھ جائے مدفون موضع سوخار ۷۷۲ھ ۸ جمادی الاول پنجشنبہ

شکر خداوندی

اے اللہ تو ہی حمد و ثنا کے لائق ہے۔ اور صرف تیری عظمت والی ذات تمام عیوب سے پاک ہے۔ بیشک تو علیم و حلیم کریم و رحیم اور غفار و ستار ہے۔ اور صرف تیرے ہی واسطے عزیز الحکیم صفت زیبا ہے۔ جس کو تو چاہتا ہے حکمت و معرفت اور رحمت و عظمت عطا کرتا ہے

تیرے سوا میرا کوئی معبود نہیں اور تیرے ہی رضامندی کے سوا میرا کوئی مقصود نہیں۔ تیرے ہی فضل سے میں نے اس کتاب کو تصنیف کرکے رموز طریقت و اسرار معرفت کے نام سے شائع کر رہا ہوں۔ اے اللہ تو اہل اسلام کو اس کتاب پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور تیرے طلبگاروں کے واسطے بہترین ذریعہ بنا۔ پروردگار عالم میں تو ناقص و ناقابل ہوں اور گناہوں میں ڈوبا ہوا ہوں۔ تیرے فضل کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں۔ یا الٰہی میں تیرے حبیب کے دروازہ کا سگ ہوں۔ اور میرے دوستوں و مریدوں کو اور مجھے عقل سلیم و علم نافع، زہد و تقویٰ، صبر و شکر اور توکل عنایت فرما۔ اور صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔

یا الٰہی ہمارے دلوں کو اپنے معرفت کے انوار سے منور کر دے۔ اور ہماری خطاؤں کو معاف کر دے۔ کیونکہ تو غفور الرحیم و رؤف بالعباد ہے۔ تیری مغفرت کا دروازہ نہایت وسیع ہے۔ یا الٰہ العالمین برسا دے ہم پر اپنی رحمت و برکت کی بارش اور کھول دے اپنے قرب و فیضان معرفت کے دروازے ہمارے واسطے اور بے انتہا رحمت کاملہ نازل کر۔ اپنے حبیب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے آل و اصحاب پر اور فضل کر جملہ مومنین و مومنات پر برحمتک یا ارحم الراحمین وتقبل منا انک انت السمیع العلیم وصلی اللہ علی نبی المرسلین وشفیع المذنبین ورحمۃ للعالمین وآلہ واصحابہ اجمعین۔ والحمد للہ رب العالمین

الٰہی بحرمت حضرت مولانا مرزا مظہر جان جاناں قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش [illegible] ۱۱۱۱ھ جائے مدفون دہلی ۱۱۹۵ھ ۱۰ محرم شب جمعہ

الٰہی بحرمت حضرت شاہ عبداللہ عرف غلام علی شاہ دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش بٹالہ ۱۱۵۶ھ جائے مدفون دہلی سابق ۱۲۴۰ھ ۲۲ صفر

الٰہی بحرمت حضرت شاہ ابو سعید قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش شہر مصطفیٰ آباد ۱۱۹۶ھ جائے مدفون دہلی ۱۲۵۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد شریف قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش [illegible] ۱۱۹۰ھ جائے مدفون سرہند شریف ۱۲۶۰ھ

الٰہی بحرمت حضرت حاجی حافظ محمد مسعود قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش ڈیرہ غازی خاں [illegible] جائے مدفون [illegible] ۱۳۰۶ھ ۶ ربیع الاول

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد قادر بخش جہانگیری قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش [illegible] ۱۲۳۶ھ جائے مدفون سیالکوٹ ۱۳۷۲ھ

الٰہی بحرمت حضرت مولانا سید بابا اللہ پشاوری قدس اللہ سرہ العزیز

جائے پیدائش پشاور ۱۲۶۳ھ جائے مدفون دہلی بڑا قبرستان ۱۳۶۵ھ ۲۷ رمضان

الٰہی بحرمت ہٰذہٖ الاولیاء المقربین والکاملین والنفوس المقدسین افتح لنا ابواب رحمتک وتنور قلوبنا بنور معرفتک یا قوی العزیز؛

یا اللہ بہ وسیلۂ اِیں مقبولاں باطنم را پاک کن

وا ز انوار و اسرار قرب و معرفت خود پُر کن

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَیْہِ

تَمَّتْ بِالْخَیْر

مورخہ یکم اگست ۱۹۵۲ء مطابق ۹ ذیقعدہ ۱۳۷۱ھ

ضروری گذارش

الانسان مرکب خطیات والنسیان۔ اس کتاب میں کوئی صاحب کو کسی قسم کی غلطی نظر آئے تو براہ کرم مجھے مطلع فرمائیں تاکہ اشاعت ثانی میں وہ غلطی دور کردی جائے۔ کیونکہ میں بھی انسان ہوں اور مجھ سے بھی غلطی کا ہونا بالکل ممکن ہے۔ نیز کسی بزرگ کے مسلک تصوف کے خلاف کوئی بات نظر آئے یا کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو براہ کرم خاکسار (مصنّف) کو مطلع فرمائیں۔ انشاء اللہ ان کے شکوک رفع کرنے کی حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔

مصنّف کی دوسری تصنیفات جو عنقریب شائع ہوں گی درج ذیل ہیں۔

۱۔ مکاشفات مجاہدیہ
۲۔ جواہر شریعت و جامع طریقت
۳۔ اولیائے نقشبندان
۴۔ حقیقت اولیاء
۵۔ فیض عام۔
۶۔ سیرت عتیق۔ یعنی سوانح عمری حضرت خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
۷۔ الجہاد فی سبیل اللہ
۸۔ حدیث اربعین